روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

۷

روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

Rūḥānī Khazā'in

Collection of the books of Ḥaḍrat Mirza Ghulam Ahmad Qādiānī, (1835-1908), The Promised Messiah and Mahdi, peace be on him

Volumes. 1-23

First published in Rabwah, Pakistan in 1960's
Reprinted in UK in 1984
Current Computerised edition published in Rabwah, Pakistan in 2008
(ISBN: 81 7912 175 5)
Reprinted in India in 2008
Reprinted in UK in 2009

Published by:
Islam International Publications Limited
Islamabad
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed in UK at:
William Clowes

ISBN: 978-1-84880-102-8 (Set Vol. 1-23)

وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وعلٰی عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصــــر

لندن
10-8-2008

پیغام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے   اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں"۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں:

"کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے...... ایسا ہی آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو مِنْھُمْ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ **ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہو گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہو گا**...... اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اور حسب منطوق آیت قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجّت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب واجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے"۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ''مضمون بالا رہا'' کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''در کلامِ تو چیزے است کہ شعراء را دراں دخلے نیست۔ کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ''۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الٰہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آب حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کرسکتا''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا کہ:

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ''۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دیئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ’’روحانی خزائن‘‘ پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیڈ پر ایڈیشن اوّل کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ ایڈیشن اوّل میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔ البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔ یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تاکہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۲ میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون **’’ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات‘‘** جو پہلے ’’تصدیق النبی‘‘ کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے آخر میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد ۴ میں الحق مباحثہ دہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر ۱ مابین مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔ اس کے بعد مراسلت نمبر ۲ مابین منشی بوبہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل

ہونے سے رہ گئی ہے۔اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کرلیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ’’التبلیغ‘‘ کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ایڈیشن اوّل میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہوسکی تھی۔نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کردی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) ریویو آف ریلیجنز اردو کا پہلا شمارہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔اس میں صفحہ ۹ تا ۳۴ پر مشتمل ’’گناہ کی غلامی سے رہائی پانے کی تدابیر کیا ہیں؟‘‘ کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جارہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا ’’**عصمت انبیاء**‘‘ کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹ میں شائع ہوا تھا۔یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

اس جلد کی تیاری میں عزیزم محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی نائب ناظر اشاعت کے ساتھ مکرم محمد یوسف صاحب شاہد، مکرم رشید احمد صاحب طیب، مکرم ظہور احمد صاحب مقبول، مکرم سلطان احمد شاہد صاحب، مکرم طاہر احمد مختار صاحب، مکرم فہیم احمد خالد صاحب اور مکرم طاہر محمود احمد صاحب مربیان سلسلہ نے کام کیا۔احباب ان سب واقفین زندگی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد ۷

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

تعارف

(از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ)

روحانی خزائن کی یہ جلد ہفتم ہے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تالیفات تحفہ بغداد کرامات الصادقین اور حمامۃ البشریٰ پر مشتمل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عربی اعجازی کلام

مذکورہ بالا تینوں کتابیں چونکہ عربی زبان میں ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی کلام سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کالج یا مشہور و معروف مدرسہ میں یا کسی مشہور اُستاد سے دینی یا عربی علمِ ادب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ بعض غیر معروف اساتذہ سے عربی کی چند کتب پڑھی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تعلیم سے متعلق اپنی تصنیف ’’کتاب البریّہ‘‘[1] میں فرماتے ہیں کہ آپ چھ سال کے تھے جب آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم کے لئے ایک فارسی خوان معلم نوکر رکھا جن کا نام فضل الٰہی تھا۔ اُن سے آپ نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھیں اور جب آپ کی عمر قریباً دس سال کی ہوئی تو ایک اَور استاد جن کا نام مولوی فضل احمدؐ تھا آپ نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو پڑھے۔ جب آپ سترہ یا اٹھارہ سال کے ہوئے تو آپ کی تعلیم کے لئے مولوی سیّد گل علی شاہ صاحب بٹالوی کو قادیان بُلایا گیا۔ اُن سے آپ نے علمِ نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علومِ مروجہ کی چند کُتب پڑھیں مولوی سید گل علی شاہ صاحب کچھ عرصہ قادیان رہے۔ پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے واپس بٹالہ چلے گئے۔ اس لئے

[1] کتاب البریّہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی کچھ عرصہ کے لئے ان کے پاس بٹالہ رہنا پڑا۔ اس عرصہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آپ کے رفیقِ تعلیم بن گئے جس کا ذکر مولوی صاحب مذکور نے اپنے رسالہ اشاعۃ السّنۃ جلد ۷ میں بایں الفاظ کیا ہے:۔

''مؤلف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح ملّا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب تھے۔ اُس زمانہ سے آج تک ہم میں اور ان میں خط وکتابت وملاقات ومراسلت برابر جاری ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ اِسی زمانہ کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کرتے ہوئے اشارہ فرمایا ہے ؎

قَطَعْتَ وَدَادًا قَدْ غَرَسْنٰهُ فِی الصَّبَا

وَ لَیْسَ فُؤَادِیْ فِی الْوَدَادِ یُقَصِّرُ''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۳۵)

تُو نے اُس دوستی کو کاٹ دیا جس کا درخت ہم نے ایام کودکی میں لگایا تھا۔ مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اُس زمانہ میں سب سے بڑا مرکز علومِ شرقیہ کے حاصل کرنے کا دہلی تھا جہاں اور بہت سے معروف ومشہور اکابر علماء کے علاوہ شیخ الکل مولوی نذیر حسین صاحب سکونت پذیر تھے جن کی شاگردی کا فخر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حاصل تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذکورہ بالا تین غیر معروف اساتذہ سے مروجہ علوم کی چند کتابیں اور اپنے والد ماجد سے چند کتابیں علمِ طب کی پڑھنے کے علاوہ اور کہیں تعلیم نہ پائی تھی۔ اس لئے کسی شخص کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ آپ معمولی عربی زبان میں کوئی کتاب یا رسالہ تالیف کر سکتے ہیں چہ جائیکہ فصیح وبلیغ عربی میں پُر از معارف وحقائق ضخیم کتب لکھ سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر مولویوں نے آپ سے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ آپ علومِ عربیّہ سے جاہل ہیں اور حقیقت یہی تھی کہ آپ کا اکتسابی علم ایسا نہ تھا کہ آپ فصیح وبلیغ عربی میں کوئی

مضمون یا رسالہ یا کتاب تحریر فرما سکیں۔ مگر عربی زبان کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور اعجازی رنگ میں ہوا تھا۔ اِس لئے آپ نے نہایت فصیح و بلیغ عربی میں بیس سے زیادہ رسالے اور کتابیں لکھیں اور مخالفین علماء کو ہزار ہا روپیہ کے انعامات مقرر کر کے مقابلہ کے لئے بلایا۔ لیکن کسی کو بالمقابل کتاب یا رسالہ لکھنے کی جرات نہ ہوئی۔

عربی زبان کا علم وہبی تھا

عربی زبان کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''وان کمالی فی اللسان العربی مع قلّة جهدی و قصور طلبی اٰیة واضحة من ربّی لیظهر علی الناس علمی و ادبی...... و انّی مع ذٰلک علمت **اربعین الفا** من اللغات العربیة . واعطیت بسطة کاملة فی العلوم الادبیة .'' (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۴)

یعنی عربی زبان میں باوجود میری کمی کوشش اور کوتاہی جستجو کے جو مجھے کمال حاصل ہے وہ میرے ربّ کی طرف سے ایک کھلا نشان ہے تا وہ لوگوں پر میرے علم اور میرے ادب کو ظاہر کرے۔ پس کیا مخالفوں کے گروہوں میں سے کوئی ہے جو میرے مقابلہ پر آوے؟ اور اس کے ساتھ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے چالیس ہزار مادہ عربی زبان کا سکھایا گیا ہے۔ اور مجھے ادبی علوم پر پوری وسعت عطا کی گئی ہے۔

اور ''ضرورت الامام'' میں فرماتے ہیں:۔

''مَیں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔'' (ضرورة الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۶)

اور '' لُجّةُ النور'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''کلما قلت من کمال بلاغتی فی البیان فهو بعد کتاب الله القراٰن.''

(لُجّة النور۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۶۴)

یعنی جو کچھ مَیں نے اپنی کمال بلاغتِ بیانی سے کہا ہے تو وہ کتاب قرآن مجید سے دوسرے درجہ پر ہے۔

پھر انشاپردازی کے وقت تائیدالٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ مَیں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی دو حصّہ پر منقسم ہوتی ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سِلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آجاتا ہے اور مَیں اُس کو لکھتا جاتا ہوں اور گو اس تحریر میں مجھے کوئی مشقت اٹھانی نہیں پڑتی مگر دراصل وہ سِلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا یعنی الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمۂ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر اُن مضامین کو مَیں لکھ سکتا۔ واللہ اعلم۔

(۲) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح رُوح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اُس وقت مَیں حِسّ سے غائب ہوتا ہوں مثلاً عربی عبارت کے سِلسلۂ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹھیک ٹھیک **بسیاریٔ عیال** کا ترجمہ ہے اور وہ مجھے معلوم نہیں اور سِلسلۂ عبارت اس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی متلو کی طرح لفظ **ضفف** ڈالا گیا جس کے معنے ہیں بسیاریٔ عیال۔ یا مثلاً سِلسلۂ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہے جس کے معنے ہیں غم وغصہ سے چُپ ہو جانا اور مجھے وہ لفظ معلوم نہیں تو فی الفور دل پر وحی ہوئی کہ ''وجوم'' ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے

وقت میں صدہا بنے بنائے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے اور بعض فقرات آیاتِ قرآنی ہوتے ہیں یا اُن کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرّف سے۔''

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴،۴۳۵)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فصیح و بلیغ عربی میں کتابیں لکھنا تائید الٰہی سے تھا آپ کے اکتسابی علم کا نتیجہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین علماء نے آپ کے اس چیلنج کو کہ وہ بھی آپ کے مقابلہ میں آپ جیسے رسائل و کتب لکھیں قبول کرنے کی بجائے ویسے ہی اعتراضات کئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے قرآنی چیلنج کے جواب میں کئے تھے کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ ایسا فصیح و بلیغ اور پُر از حقائق و دقائق کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے امّی شخص کا کام نہیں ہوسکتا۔ اِس لئے ایک طرف تو انہوں نے کہا ''انّما یعلّمه بشر'' کہ اسے کوئی اور بشر سکھاتا ہے۔''واعانه علیه قوم اٰخرون'' یعنی دوسرے اَور لوگ ہیں جو قرآن کی تالیف میں آپ کی اعانت کررہے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ کہا کہ ''لو نشاء لقلنا مثل هٰذا. ان هٰذا الاّ اساطیر الاوّلین'' یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم ایسا کلام کہہ سکتے ہیں لیکن ہم اس لئے اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ اِس میں پہلوں کے قصّوں اور سٹوریوں کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ اور بعد میں آنے والے مخالف عیسائیوں نے یہ بھی لکھنا شروع کیا کہ قرآن مجید تو فصیح و بلیغ بھی نہیں اور اس میں نحوی و صرفی بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر عیسائیوں کی ایک مصر میں بزبان عربی طبع شدہ کتاب سے چند اغلاط کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) قرآن مجید میں ایسا کلام موجود ہے جو نہ فصیح ہے نہ بلیغ جیسے **الم اعهد الیکم** کیونکہ اِس میں تنافر پایا جاتا ہے۔ غریب الفاظ کی مثال جیسے کوثر کہ اس کے معنے صحابہؓ کو معلوم نہ تھے۔ اور قیاس کے مخالف جیسے **انبتکم من الارض نباتا** کیونکہ قیاس اِنْبَاتًا چاہتا ہے۔ پھر جو سُننے میں اچھا نہ لگے جیسے ضِیْزٰی جو جَرُشٰی کی طرح ہے۔

(۲) نحوی لحاظ سے آیت **والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصّٰبرین** میں **الصابرون** اور آیت **وامرأته حمالةَ الحطب** میں **حمالةَ** منصوب کی بجائے مرفوع اور **ان الذین اٰمنوا والذین هادوا والصابئون** (المائدہ) میں اِنّ کا اسم ہونے کی وجہ سے **والصابئین** ہونا چاہئے۔ اِسی طرح آیت **ولٰکن البّر من اٰمن** میں **ان تؤمنوا**. اور آیت **قطعنا هم اثنتی عشرة اسباطاً اممًا** میں عام نحوی

قاعدہ کے مطابق کہ عدد مذکر اور معدود مفرد ہو۔ **قطعنا هم اثنی عشر سبطاً** اور آیت **والمطلقات یَتَرَبَّصْنَ بانفسهن ثلاثة قروءٍ** میں **اقرءٍ** یا **اقراءٍ** جمع قلّت کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ اِسی طرح **ایامًا معدودات** کی بجائے **ایامًا معدودة.**

(۳) ضمائر کی غلطیاں جیسے آیت **هٰذان خصمان اختصموا** میں **اختصما** . اور **اسروا النجوی الذین ظلموا** میں **اَسَرَّ**. اور آیت **وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا** میں **اقتتلا** اور آیت **ان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونه** میں **بطونها** ہونا چاہئے۔

(۴) پھر بعض آیتیں پہلوں کے اقوال سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً آیت **فاذا انشقت السماء فکانت وردة کالدهان** عنترؔ کے شعر۔

وان ام الارض صارت　　　وردة مثل الدهان

سے اور آیت **خلق الانسان من صلصال کالفخار.** **امیہ بن الصلت** کے شعر۔

کیف الجحود و انما خلق الفتی　　　من طین صلصال له فخار

سے ماخوذ ہے۔[۱]

الغرض عیسائیوں نے قرآن مجید کو غیر فصیح اور نحوی وصرفی غلطیوں سے غیر مبّرا قرار دے کر اس کے کلامِ الٰہی ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کے یہ سب اعتراضات لغو اور باطل ہیں اور اصح اور افصح اور ابلغ عربی زبان وہی ہے جو قرآن مجید کی زبان ہے۔ اور عربی زبان سے متعلق اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

> ’’بعض نادانوں نے قرآن شریف پر بھی اپنی مصنوعی نحو کو پیش نظر رکھ کر اعتراض کئے ہیں مگر یہ تمام اعتراض بے ہودہ ہیں۔ زبان کا علمِ وسیع خدا کو ہے نہ کسی اور کو۔ اور زبان جیسا کہ تغیّر مکانی سے کسی قدر بدلتی ہے۔ ایسا ہی تغیر زمانی سے بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل کی عربی زبان کا اگر محاورہ دیکھا جائے جو مصر اور مکّہ اور مدینہ اور دیارِ شام وغیرہ میں بولی جاتی ہے تو گویا وہ محاورہ صرف ونحو کے تمام قواعد کی بیخ کنی کر رہا ہے اور ممکن ہے کہ اس قسم کا محاورہ کسی زمانہ میں پہلے بھی گذر چکا ہو............

[۱] کتاب جمہرۃ اشعار العرب لابی زید القرشی

لُغتِ عرب جوصرف ونحو کی اصل کُنجی ہے وہ ایک ایسا ناپیدا کنار دریا ہے جو اُس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے کہ **لایعلمہ الاّنبیّ** یعنی اس زبان کو اور اس کے انواع اقسام کے محاورات کو بجز نبی کے اَور کوئی شخص کامل طور پر معلوم ہی نہیں کر سکتا۔ اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ اس زبان پر ہر یک پہلو سے قدرت حاصل کرنا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ اس پر پورا احاطہ کرنا **معجزاتِ انبیاء** علیہم السَّلام سے ہے ۔'' (نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۶، ۴۳۷)

اِسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالف علماء کو جو آپؑ کو جاہل اور خود کو عالم خیال کرتے تھے مقابلہ کے لئے دعوت پر دعوت دی اور چیلنج پر چیلنج کیا تو اُن کا جواب بھی وہی تھا جو مخالفینِ قرآن مجید نے دیا تھا۔

مخالف علماء کا جواب

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا اور کوچۂ عربیت سے اس کا نابلد ہونا اور دعویٰ الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض بےمعنی تُک بندی ہے۔ اِس میں بہت سے محاورات والفاظ کادیانی نے از خود گھڑ لئے ہیں۔ عرب عرباء سے وہ منقول نہیں اور جو اس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں اُن میں اکثر صرف ونحو وادب کے اصول وقواعد کی رُو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے اُن کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں۔ اور ان کے راقم کو عربی سے جاہل اور الہام وکلامِ الٰہی سے مشرف ومخاطب ہونے سے عاطل کہنا زیبا ہے۔''

(اشاعۃ السنّۃ۔جلد ۱۵ نمبر ۱۳ صفحہ ۳۱۶ نیز دیکھو اشاعۃ السنّۃ۔جلد ۱۵ نمبر ۸ صفحہ ۱۹۱)

واعانه علیه قوم اٰخرون کا اعتراض

پھر مخالفین نے آپؑ پر یہ اعتراض بھی کیا کہ جو کتابیں عربی زبان میں آپ تصنیف فرماتے ہیں۔ وہ دوسروں سے لکھواتے ہیں اور ایک شامی عرب اپنے پاس رکھا ہے جو آپ کو لکھ کر دیتا ہے اور آپ اپنے نام پر شائع کر دیتے ہیں۔ اور یہ اعتراض جس بے ہودہ رنگ میں انہوں نے کیا یقیناً مخالفینِ اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس رنگ میں نہیں کیا ہوگا۔ جھوٹ بولنا آسان ہوتا ہے لیکن اُس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

مَیں اس جگہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اصل الفاظ نقل کر دیتا ہوں تا آئندہ آنے والے لوگ آپ کے مخالفین کی اِن مذبوحی حرکات اور اِن افتراؤں کا اندازہ لگا سکیں جو وہ مقابلہ سے بچنے اور عوام الناس کو آپ سے دُور رکھنے کے لئے تراشا کرتے تھے۔ نیز اُن کے پاس اِس اعتراض کا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد کُتب میں کیا ہے۔ ایک ثبوت ہو جائے۔ شیخ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''امرتسر کے گلی کوچہ میں یہ خبر مشہور تھی کہ اس قصیدۂ ہمزیہ[1] کے صِلہ میں کادیانی نے شامی صاحب کو دو سو روپے دیئے ہیں۔ مَیں نے شامی صاحب سے اس خبر کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے اِس سے انکار کیا اور ان کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اس مدح و تائید کے صلہ میں کادیانی نے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرا دینے کا ان کو وعدہ دیا تھا وہ اس وعدہ کے بھروسہ پر قادیان میں چار مہینے کے قریب رہے۔ اس عرصہ میں کادیانی نے اُن سے عربی نظم و نثر میں بہت کچھ لکھوایا اور گو دودھ بالائی آم مرغ کھلانے سے اُن کی اچھی مدارات کی مگر اُن کے اصل مطلوب نکاح سے اُن کو محروم رکھا اور وہ وعدہ پورا نہ کیا۔ ایک عورت فاحشہ سے اُن کا نکاح کرانا چاہا مگر اُس کے فاحشہ ہونے کا اُن کو علم ہو گیا اِس لئے اُس کے نکاح سے انہوں نے انکار کیا اور دو تین عورتیں اور اُن کو دکھائیں مگر وہ خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو پسند نہ آئیں آخر وہ قادیان سے سخت ناراض ہو کر چلے گئے جاتے ہوئے خاکسار کو ملے تو کادیانی

[1] یہ قصیدہ جلد ہذا کے صفحہ ۱۵۳۔۱۵۴ پر درج ہے۔ شمس

پر بہت ناراضگی ظاہر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اب میں ایک رسالہ موسومہ بکراماتِ کادیانی لکھوں گا۔ اس میں کادیانی کی مکّاری کا خوب اظہار کروں گا اور انہوں نے مجھ سے اس امر کی درخواست کی کہ مَیں اُن کی یہ سرگذشت و پرحسرت کیفیت مشتہر کردوں اور اِس پر کادیانی کی اس بے وفائی اور وعدہ خلافی پر افسوس ظاہر کروں۔ اس درخواست کی وجہ سے یہ چند سطور لکھے گئے ہیں اور نیز اس سے عامہ خلائق کی ہدایت وصیانت مقصود مدّنظر ہے تا کہ عام لوگ کادیانی کے دامِ فریب سے واقف ہو جائیں اور اس دام سے اپنے آپ کو بچائیں۔

''اِس مضمون کے لکھے جانے کے بعد ہم نے سُنا ہے کہ کادیانی کے در پردہ پیرومرشدو بحسبِ ظاہر مرید حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے شامی کا نکاح کہیں کرادیا ہے اور اس خبر کے سُننے سے ہم کو خوشی ہوئی اور افسوس۔ نیز خوشی اس لئے کہ مظلوم شامی کی حق رسی ہوئی۔ افسوس اس لئے کہ اب شامی صاحب کی طرف سے رسالہ ''کرامات کادیانی'' کی اشاعت چندے ملتوی رہے گی۔ شامی صاحب کے نکاح کی یہ تجویز خاکسار کہیں کرا دیتا تو اُن سے جس قدر چاہتا کادیانی کے ردّ و مذمت میں نظم ونثر (جیسی اُن کو آتی ہے) لکھوالیتا ولیکن یہ پیشہ دلالی کادیانی صاحب کا ہی خاصہ ہے جس کے ذریعہ سے انہوں نے کئی نامی مریدوں کو دامِ مریدی میں پھنسایا ہوا ہے جس کے نام نامی اور القابِ گرامی مولوی حکیم وغیرہ وغیرہ سے اکثر سکنائے پنجاب واقف ہیں اور ایسے باطل اور ناجائز ذرائع سے کام نکالنا ہی اُن کا شیوہ معجزہ ہے۔ لہٰذا یہ جرأت مجھ سے نہ ہوسکی اور مَیں نے اُن کو اس طرح کی اُمید نہ دلائی۔[1]''

یادرہے کہ جس شامی عرب سے متعلق بٹالوی صاحب نے مذکورہ بالا بے ہودہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تالیف ''التبلیغ'' کو پڑھ کر بے ساختہ کہا ''واللہ ایسی عبارت عرب بھی نہیں لکھ سکتا'' اور جب اس کے آخر میں شائع شدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں مدحیہ قصیدہ دیکھا تو وہ پڑھ کر بے اختیار رونے لگے۔ اور کہا ''خدا کی قسم! مَیں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا...... مگر اِن اشعار کو حفظ کروں گا۔''[2] اور اتنے

[1] اشاعة السنة جلد۱۵ نمبر۱۰ حاشیہ صفحہ ۲۵۸۔۲۶۱ [2، 3] سچائی کا اظہار۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۷۵، ۷۶

متاثر ہوئے کہ آخر کار قادیان آ کر آپ کی بیعت کر لی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۷ء میں ''ضمیمہ انجام آتھم'' مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں اپنے مخلص ۳۱۳ صحابہؓ کی فہرست میں نمبر ۵۵ پر اُن کا نام لکھا ہے۔[1] غور کرو۔ اگر بٹالوی صاحب کا مذکورہ بالا بیان درست ہے تو کیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں رہ سکتے تھے؟ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے شخص کو عربی ممالک کے لئے بطور مبلغ تجویز فرما سکتے تھے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے متعلق فرماتے ہیں کہ مَیں نے اُسے

''اس نور اور الہام کے ساتھ دیکھا جو مجھ کو عطا کیا گیا ہے۔ سو مَیں نے مشاہدہ کیا کہ وہ حقیقت میں نیک ہے اور متانت عقلی اس کو حاصل ہے اور آدمی نیک بخت ہے جس نے جذباتِ نفس پر لات ماری اور اُن کو الگ کر دیا ہے اور ریاضت کش انسان ہے۔ پھر خدا نے اُس کو کچھ حصّہ میری شناخت کا عطا کیا سو وہ بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہماری معرفت کی باتوں سے ایک عجیب دروازہ اُس پر کھول دیا اور اُس نے ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ایقاظ الناس رکھا اور وہ کتاب اُس کی وسعتِ معلومات پر دلیل واضح ہے اور اس کی رائے صائب پر ایک روشن حجّت ہے اور وہ کتاب ہر ایک مباحث کے لئے ہر ایک میدان میں کفایت کرتی ہے۔''

(نور الحق حصہ اول۔ روحانی خزائن جلد ۸، صفحہ ۲۲۔ ترجمہ از عربی عبارت)

اِسی طرح اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''پھر ان علماء کے اعتراضات اور شبہات میں سے جو انہوں نے جاہلوں میں پھیلا رکھے ہیں ایک یہ ہے ''**ان ھٰذا الرجل لایعلم شیئًا من العربیۃ**'' کہ یہ شخص عربی کا ذرہ علم نہیں رکھتا بلکہ وہ تو فارسی زبان سے بھی کوئی حصہ نہیں دیا گیا اور اپنے متعلق کہتے ہیں کہ ہم متجر علماء ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے جو عمدہ، رنگین، دلکش عبارات اور اچھوتے قصائد عربی زبان میں لکھے ہیں وہ اس کے اپنے نہیں ''**بل الفھا رجل من الشامیین و أخذ علیہ کثیر من المال کاالمستأجرین فلیکتب الاٰن بعدذھابہ ان کان من الصادقین**'' بلکہ ایک شامی عرب نے تالیف کئے ہیں اور بہت سا مال اس کے عوض میں اُجرت کے طور پر لیا ہے۔ پس اگر

[1] ضمیمہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۶

وہ صادق ہے تو اُس کے چلے جانے کے بعد اب لکھ کر دکھائے۔''

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۱۔ترجمہ از عربی عبارت)

آپ نے ''انجام آتھم'' کے عربی حصّہ کے مقابلہ میں لکھنے کے لئے بھی علماء کو بُلایا اور اس پر انعام مقرر کیا لیکن کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

غلطیوں کے اعتراض کا جواب

غلطیوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

''جو شخص عربی یا فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا ممکن ہے کہ حسب مقولہ **قلّما سَلِمَ مِکثارٌ** کوئی صرفی یا نحوی غلطی اُس سے ہو جائے اور بباعث خطاءِ نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے اور بباعث ذہول بشریت مؤلف کی اُس پر نظر نہ پڑے۔''

(کرامات الصادقین۔روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۷)

مولوی بٹالوی کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''ان کتبی مُبَرَّأَةٌ مما زعمت و منزهة عَمَّا ظننت اِلاّسهو الکاتبین او زیغ القلم بتغافل منی لا کجهل الجاهلین. فان قدرت ان تثبت فیها عشارا فخذمنّی بحذاء کل لفظ غلط دینارا واجمع صریفاً و نضارًا و کن من المتمولین.''

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۱،۲۴۲)

یعنی میری کتابیں ایسی غلطیوں سے جیسا کہ تیرا خیال ہے مبّرا اور منزہ ہیں۔ہاں سہو کاتب کی غلطیاں یا لغزش قلم سے جو بے خبری میں ایک مؤلف سے بعض وقت صادر ہو جاتی ہیں ان میں پائی جا سکتی ہیں۔لیکن وہ ایسی غلطیاں نہیں جو ایک جاہل زبان سے صادر ہوتی ہیں۔اگر تم کوئی ایسی غلطی بتا سکو تو مَیں ہر لفظی غلطی پر ایک دینار دوں گا اِس طرح تم سونا چاندی جمع کر کے مال دار بھی بن سکتے ہو۔

اِسی طرح حضور علیہ السلام مخالفین کے ان اعتراضوں کا ذکر کر کے کہ ان کتابوں کی عربی زبان فصیح نہیں اور یہ کہ وہ عرب اور دوسرے ادیبوں کی لکھی ہوئی ہیں اور ایک عرب گھر میں پوشیدہ رکھا ہوا ہے وہی عرب صبح شام لکھ کر دیتا ہے فرماتے ہیں:۔

انظر الٰی اقوالھم و تناقض سلب العناد اصابۃ الاٰراءِ

طورا الی عرب عزوہ و تارۃ قالوا کلام فاسد الاملاءِ

ھٰذا من الرحمٰن یاحزب العداء لافعل شامی ولا رفقائی

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۵)

یعنی ان باتوں کو دیکھو اور ان کے تناقض پر غور کرو۔عناد سے سچی اور اصابت رائے اِن سے سلب ہوگئی ہے۔کبھی تو میرے کلام کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ کلام اچھا نہیں اور غیر فصیح اور غلطیوں سے پُر ہے۔سوائے گروہ دشمنان! سنو!! یہ رحمٰن خدا کی توفیق و تائید سے لکھا گیا ہے۔نہ یہ کسی شامی عرب کا کام ہے اور نہ میرے رفیقوں کا۔

سرقہ کے اعتراض کا جواب

پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولوی محمد حسؔن صاحب فیضیؔ وغیرہ نے یہ اعتراض بھی کیا کہ آپ نے مقاماتؔ حریری اور مقاماتؔ ہمدانی وغیرہ کتب سے فقرے سرقہ کر کے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور خدا تعالیٰ کی تائید سے اِس انشا پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف وحقائقِ قرآنی کو اِس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں۔اور وہ بلاغت جو ایک بے ہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہوگئی تھی اُس کو کلامِ الٰہی کا خادم بنایا جائے اور جبکہ ایسا دعویٰ ہے تو محض انکار سے کیا ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کی مثل پیش نہ کریں۔...... یوں تو بعض شریر اور بدذات انسانوں نے قرآن شریف پر بھی یہ الزام لگایا ہے کہ اِس کے مضامین توریت اور انجیل میں سے مسروقہ ہیں اور اس کی امثلہ قدیم عرب کی امثلہ ہیں جو بالفاظہا سرقہ کے طور پر قرآن شریف میں داخل کی

گئی ہیں۔(اس مضمون پر انگریزی اور عربی اور اردو زبان میں پادریوں کی طرف سے کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ناقل) ایسا ہی یہودی بھی کہتے ہیں کہ انجیل کی عبارتیں طالمود میں سے لفظ بلفظ چُرائی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی نے حال میں ایک کتاب بنائی ہے جو اِس وقت میرے پاس موجود ہے اور بہت سی عبارتیں طالمود کی پیش کی ہیں جو بجنسہٖ بغیر کسی تغیّر وتبدّل کے انجیل میں موجود ہیں اور یہ عبارتیں صرف ایک دو فقرے نہیں ہیں بلکہ ایک بڑا حصّہ انجیل کا ہے اور وہی فقرات اور وہی عبارتیں ہیں جو انجیل میں موجود ہیں .... اِن دنوں میں ایک اَور شخص نے تالیف کی ہے جس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ توریت کی کتاب ِ پیدائش جو گویا توریت کے فلسفہ کی ایک جڑھ مانی گئی ہے ایک اَور کتاب میں سے چُرائی گئی ہے جو موسیٰؑ کے وقت میں موجود تھی گویا ان لوگوں کے خیال میں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سب چور ہی تھے۔ یہ تو انبیاء علیہم السلام پر شک کئے گئے ہیں مگر دوسرے ادیبوں اور شاعروں پر نہایت قابلِ شرم الزام لگائے گئے ہیں۔ **متنبّی** جو ایک مشہور شاعر ہے اُس کے **دیوان** کے ہر شعر کی نسبت ایک شخص نے ثابت کیا ہے کہ وہ دوسرے شاعروں کے شعروں کا سرقہ ہے۔ غرض سرقہ کے الزام سے کوئی بچا نہیں۔ نہ خدا کی کتابیں اور نہ انسانوں کی کتابیں۔

اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کیا درحقیقت ان لوگوں کے الزامات صحیح ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کے ملہموں اور وحی پابوں کی نسبت ایسے شبہات دل میں لانا تو بدیہی طور پر بے ایمانی ہے اور لعنتیوں کا کام کیونکہ خدائے تعالیٰ کے لئے کوئی عار کی جگہ نہیں کہ بعض کتابوں کی بعض عبارتیں یا بعض فقرات اپنے ملہموں کے دل پر نازل کرے بلکہ ہمیشہ سے سنت اللہ اس پر جاری ہے۔

رہی یہ بات کہ دوسرے شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں پر بھی یہی اعتراض آتا ہے کہ بعض کی عبارتیں یا اشعار بلفظہا یا بتغیّر ما بعض کی تحریرات میں پائے جاتے ہیں تو اِس کا جواب جو ایک کامل تجربہ کی روشنی سے ملتا ہے یہی ہے کہ ایسی صورتوں کو بجز توارد کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جن لوگوں نے ہزارہا جزیں اپنی بلیغ عبارت کی پیش کر

دیں ان کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ اگر پانچ سات یا دس بیس فقرات اُن کی کتابوں میں ایسے پائے جائیں کہ وہ یا اُن کے مشابہ کسی دوسری کتاب میں بھی ملتے ہیں تو ان کی ثابت شدہ لیاقتوں سے انکار کر دیا جائے۔ اِسی طرح ان لوگوں کو انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ اب تک ہماری طرف سے بائیس[۲۲] کتابیں عربی فصیح بلیغ میں بطلب مقابلہ تصنیف وشائع ہو چکی ہیں اور عربی کے اشتہارات اِس کے علاوہ ہیں (کتابوں کے نام لکھ کر فرماتے ہیں) اِس قدر تصانیف عربیہ جو مضامینِ دقیقہ علمیہ حکمیہ پر مشتمل ہیں بغیر ایک کامل علمی وسعت کے کیونکر انسان ان کو انجام دے سکتا ہے۔ کیا یہ تمام علمی کتابیں حریری یا ہمدانی کے سرقہ سے تیار ہو گئیں اور ہزار ہا معارف اور حقائق دینی و قرآنی جو ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں وہ حریری اور ہمدانی میں کہاں ہیں۔ اِس قدر بے شرمی سے منہ کھولنا کیا انسانیت ہے؟ یہ لوگ اگر کچھ شرم رکھتے ہوں تو اس شرمندگی سے جیتے ہی مر جائیں کہ جس شخص کو جاہل اور علمِ عربی سے قطعاً بے خبر کہتے تھے اُس نے تو اِس قدر کتابیں فصیح بلیغ عربی میں تالیف کر دیں۔ مگر خود ان کی استعداد اور لیاقت کا یہ حال ہے کہ قریباً دس برس ہونے لگے برابر اُن سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ ایک کتاب ہی بالمقابل اِن کتابوں کے تالیف کر کے دکھلائیں مگر کچھ نہیں کر سکے صرف مکّہ کے کفّار کی طرح یہی کہتے رہے کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذا............

اگر علمی اور دینی کتابیں جو ہزار ہا معارف اور حقائق پر مندرج ہوتی ہیں صرف فرضی انسانوں کی عبارتوں کے سرقہ سے تالیف ہو سکتی ہیں تو اس وقت تک کس نے آپ لوگوں کا منہ بند کر رکھا ہے۔ کیا ایسی کتابیں بازاروں میں ملتی نہیں ہیں جن سے سرقہ کر سکو؟ ان لعنتوں کو کیوں آپ لوگوں نے ہضم کیا جو در حالت سکوت ہماری طرف سے آپ کے نذر ہوئیں اور کیوں ایک سورہ کی بھی تفسیر عربی بلیغ فصیح میں تالیف کر کے شائع نہ کر سکے تا دنیا دیکھتی کہ کس قدر آپ عربی دان ہیں۔ اگر آپ کی نیت بخیر

ہوتی تو میرے تفسیر لکھنے کے لئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے تا دروغ گو بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔ خیر تمام دنیا اندھی نہیں ہے۔ آخر سوچنے والے بھی موجود ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ یہ بھی اشتہار دیا کہ تم ہمارے مقابلہ پر کوئی عربی رسالہ لکھو۔ پھر عربی زبان جاننے والے اس کے منصف ٹھہرائے جائیں گے پھر اگر تمہارا رسالہ فصیح بلیغ ثابت ہوا تو میرا تمام دعویٰ باطل ہو جائے گا اور مَیں اب بھی اقرار کرتا ہوں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد اگر تمہاری تفسیر لفظاً ومعناً اعلیٰ ثابت ہوئی تو اس وقت اگر تم میری تفسیر کی غلطیاں نکالو تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام دوں گا۔ غرض بے ہودہ نکتہ چینی سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بذریعہ تفسیر عربی اپنی عربی دانی ثابت کرو۔ کیونکہ جس فن میں کوئی شخص دخل نہیں رکھا اس فن میں اس کی نکتہ چینی قبول کے لائق نہیں ہوتی ....**ادیب** جانتے ہیں کہ ہزارہا فقرات میں سے اگر دو چار **فقرات** بطور اقتباس ہوں تو اُن سے **بلاغت** کی طاقت میں **کچھ فرق** نہیں آتا۔ بلکہ اس طرح کے تصرفات بھی ایک **طاقت** ہے۔ دیکھو سبع معلّقہ کے دو شاعروں کا ایک مصرع پر توارد ہے اور وہ یہ ہے

ایک شاعر کہتا ہے ؏ **یقولون لا تھلک اسیً وتجمّلٖ**

اور دوسرا شاعر کہتا ہے ؏ **یقولون لا تھلک اسیً وتَجلّدٖ**

اب بتلاؤ کہ ان دونوں میں سے چور کون قرار دیا جائے۔ نادان انسان کو اگر یہ بھی اجازت دی جاوے کہ وہ چرا کر ہی کچھ لکھے تب بھی وہ لکھنے پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ **اصلی طاقت** اس کے اندر نہیں مگر وہ شخص جو مسلسل اور بے روک آمد پر قادر ہے اُس کا تو بہرحال یہ **معجزہ** ہے کہ امور علمیہ اور حکمیہ اور معارف حقائق کو **بلا توقف** رنگین اور بلیغ فصیح عبارتوں میں بیان کردے۔“

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۷۔۴۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تجویز کہ ”میرے مخالف میرے مقابل پر تفسیر لکھنے کے

لئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے تا دروغ گو بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔‘‘ ایسی تجویز ہے جس سے معترضین کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع عربی زبان کا علم نہ رکھتے اور دوسروں سے لکھواتے اور اپنے نام پر شائع کرتے تھے تو آپ مجلس میں بیٹھ کر فصیح و بلیغ عربی زبان میں نئے حقائق و معارف پر مشتمل تفسیر ہرگز نہ لکھ سکتے۔ اور اس طرح مخالف علماء کے اعتراضوں کی صداقت بآسانی لوگوں پر واضح ہو جاتی لیکن اُن کے اِس طرف رُخ نہ کرنے اور ہر دفعہ عذر اور بہانے بنا کر دعوتِ مقابلہ کو قبول نہ کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اُن کے تمام اعتراضات لغو اور باطل تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا علم عطا فرمایا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مخالفین کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

تحفۂ بغداد

یہ رسالہ آپ نے محرم ۱۳۱۱ھ مطابق جولائی ۱۸۹۳ء میں تالیف فرمایا۔ وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ ایک شخص سید عبدالرزاق قادری بغدادی نے حیدرآباد دکن سے ایک اشتہار اور ایک خط عربی زبان میں آپ کو بھیجا جس میں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کو خلافِ شریعت اور ایسے مدعی کو واجب القتل اور ’’التبلیغ‘‘ کو معارضِ قرآن قرار دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے اشتہار اور خط کو نیک نیتی پر محمول کر کے محبت آمیز طریقہ سے جواب دیا اور اپنے دعویٰ ماموریت اور وفات مسیح ناصریؑ کا ثبوت اور اُمّت محمدؐیہ میں مکالماتِ الٰہیہ اور سِلسلۂ مجددین کے جاری رہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مکتوب کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ آپ اپنے خیالات کی اصلاح کریں اور اگر کسی بات کی حقیقت آپ پر ظاہر نہ ہو تو اس کے متعلق مجھ سے دریافت کریں۔ نیز لکھا کہ مولویوں کے فتاویٰ تکفیر سے دھوکا نہ کھائیں بلکہ میرے پاس آئیں اور بچشمِ خود حالات دیکھیں تا حقیقت کو پاسکیں اور اگر آپ لمبے سفر کی تکلیف برداشت نہ کرسکیں تو اللہ تعالیٰ سے میرے بارہ میں ایک ہفتہ تک استخارہ کریں۔ استخارہ کا طریق بتا کر فرمایا کہ استخارہ شروع کرنے کے وقت سے مجھے بھی اطلاع دیں تا میں بھی اس وقت دُعا کروں اور رسالہ کے آخر میں ۲ دو قصیدے بھی تحریر فرمائے۔

کرامات الصادقین

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک مضمون کا جوانہوں نے ۹؍جنوری ۱۸۹۳ء کولکھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ نمبر ا بابت ماہ جنوری ۱۸۹۳ء میں شائع کیا تھا۔ ۳۰؍مارچ ۱۸۹۳ء کو جواب دیتے ہوئے حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ

''میاں محمد حسین کواس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے۔ اور علمِ قرآن سے بالکل بے خبر ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذّاب اور دجّال ہے اور ساتھ اسکے ان کو اپنے کمالِ علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۰۳)

اِس اشتہار میں آپ نے صدق وکذب جانچنے کے لئے یہ تجویز تحریر فرمائی کہ ایک مجلس میں بطور قرعہ اندازی ایک سورۃ نکال کر اس کی فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں تفسیر لکھی جائے اور اس تفسیر میں ایسے حقائق اور معارف لکھے جائیں جو دوسری کتابوں میں نہ پائے جاتے ہوں۔ نیز اس کے آخر میں سو اشعر بلیغ اور فصیح عربی میں در نعت و مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور قصیدہ درج ہوں۔ اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔ پھر جلسۂ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اشعار سُنا دیں۔ اگر شیخ محمد حسین اس مقابلہ میں غالب رہے یا اس عاجز کے برابر رہے تو اُسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر میاں محمد حسین اُسی مجلس میں کھڑے ہو کر اِن الفاظ سے توبہ کرے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ ''شیخ بٹالوی کو اختیار ہو گا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبّر ملّاؤں کو ساتھ ملالے''۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۰۳)

''اگر اس کا جواب یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر نہ آیا تو آپ کی گریز سمجھی جائے گی۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۰۴۔ حاشیہ)

اِس کے جواب میں بٹالوی صاحب نے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۸ صفحہ ۱۹۰۔ ۱۹۱ میں یہ لکھ کر کہ عربی

زبان میں بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے ’’مَیں حاضر ہوں۔حاضر ہوں۔حاضر ہوں‘‘ لکھ کر مقابلہ سے اپنی جان بچانے کے لئے وہ رکیک شرطیں لگائیں جن کا ذکر حضورؑ نے روحانی خزائن جلد ہذا کے صفحہ ۶۴۔۶۵ پر کیا ہے۔ جن سے دانشمند سمجھ گئے کہ بٹالوی صاحب میدانِ مقابلہ سے گریز کر رہے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھے اُن کے اس قسم کے تعصّبات کو دیکھ کر پہلے تو دل میں یہ خیال آیا کہ اب ہمیشہ کے لئے ان سے اعراض کیا جائے لیکن عوام کا یہ غلط خیال دُور کرنے کے لئے کہ گویا میاں محمد حسین بطالوی یا دوسرے مخالف مولوی جو اس بزرگ کے ہم مشرب ہیں علمِ ادب اور حقائق تفسیر کلام الٰہی میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اب آخری دفعہ **اتمامِ حجت** کے طور پر بطالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب دوسرے علماء کی عربی دانی اور حقائق شناسی کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے یہ رسالہ (کرامات الصادقین۔ناقل) شائع کیا جائے۔ (کرامات الصادقین۔روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۷،۴۸)

یہ رسالہ چار قصائد اور تفسیر سورۂ فاتحہ پر مشتمل ہے اور یہ قصائد صرف ایک ہفتہ کے اندر حضورؑ نے لکھے اور وہ بھی اُس وقت جب آپ آتھم کے ساتھ مباحثہ سے فارغ ہو کر امرتسر میں مقیم تھے۔مگر آپ نے بٹالوی صاحب اور اُن کے ہم مشرب مخالفوں کے لئے محض اتمامِ حجّت کی غرض سے پورے ایک ماہ کی مہلت دی اور فرمایا:۔

’’اور اگر اس رسالہ کے مقابل پر میاں بطالوی یا کسی اور اُن کے ہم مشرب نے سیدھی نیّت سے اپنی طرف سے قصائد اور تفسیر سورۂ فاتحہ تالیف کر کے بصورت رسالہ شائع کر دی تو مَیں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ثالثوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اُن کے قصائد اور اُن کی تفسیر جو سورۂ فاتحہ کے دقائق اور حقائق کے متعلق ہو گی میرے قصائد اور میری تفسیر سے جو اس سورۂ مبارکہ کے اسرارِ لطیفہ کے بارہ میں ہے ہر پہلو سے بڑھ کر ہے تو مَیں **ہزار روپیہ** نقد ان میں سے ایسے شخص کو دوں گا جو روز اشاعت سے ایک ماہ کے اندر ایسے قصائد اور ایسی تفسیر بصورت رسالہ شائع کرے اور نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ بعد بالمقابل قصائد اور تفسیر شائع کرنے کے اگر اُن کے قصائد اور اُن کی تفسیر نحوی وصرفی اور علم بلاغت کی غلطیوں سے مبرّا نکلے اور میرے قصائد اور تفسیر سے بڑھ کر نکلے تو پھر باوصف اپنے اس کمال کے اگر میرے قصائد اور

تفسیر بالمقابل کے کوئی غلطی نکالیں گے تو فی غلطی **پانچ روپیہ** انعام بھی دوں گا۔......
......تفسیر لکھنے کے وقت یہ یاد رہے کہ کسی دوسرے شخص کی تفسیر کی نقل منظور نہیں ہوگی بلکہ وہی تفسیر لائق منظوری ہوگی جس میں حقائق و معارفِ جدیدہ ہوں۔ بشرطیکہ کتاب اللہ اور فرمودۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالف نہ ہوں۔ ''

(کرامات الصادقین۔روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۹)

اس مقابلہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''کرامات الصادقین'' میں ہی یہ بھی تحریر فرمایا:۔

''ہم فراستِ ایمانیہ کے طور پر یہ پیشگوئی کر سکتے ہیں کہ شیخ صاحب اِس طریق مقابلہ کو بھی ہرگز قبول نہیں کریں گے اور اپنی پُرانی عادت کے موافق ٹالنے کے لئے کوشش کریں گے۔...........مگر اب شیخ صاحب کے لئے طریق آسان نکل آیا ہے کیونکہ اس رسالہ میں صرف شیخ صاحب ہی مخاطب نہیں بلکہ وہ تمام مکفر مولوی بھی مخاطب ہیں جو اِس عاجز متبع اللہ اور رسولؐ کو دائرۂ اسلام سے خارج خیال کرتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ شیخ صاحب نیازمندی کے ساتھ اُن کی خدمت میں جائیں اور اُن کے آگے ہاتھ جوڑیں اور روویں اور اُن کے قدموں پر گریں ....لیکن مشکل یہ ہے کہ اِس عاجز کو شیخ جی اور ہر یک مکفّر بداندیش کی نسبت الہام ہو چکا ہے کہ **انّی مھین من اراد اھانتک** اس لئے یہ کوششیں شیخ جی کی ساری عبث ہوں گی اور اگر کوئی مولوی شوخی اور چالاکی کی راہ سے شیخ صاحب کی حمایت کے لئے اٹھے گا تو منہ کے بل گرایا جائے گا۔ خدا تعالیٰ اِن متکبر مولویوں کا تکبّر توڑے گا اور انہیں دکھلائے گا کہ وہ کیونکر غریبوں کی حمایت کرتا ہے۔ ''

(کرامات الصادقین۔روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۶۶، ۶۷)

اور ایسا ہی ہوا۔ نہ شیخ محمد حسین بٹالوی کو ہمت ہوئی اور نہ ہی دوسرے مکفرین کو کہ وہ اس رسالہ کے مقابلہ پر رسالہ لکھ کر اپنی عربی اور قرآن دانی کا ثبوت دیتے۔

حمامة البشریٰ

ایک عرب صاحبِ علم وفضل محمد بن احمد مکّی شعب عامر مکّہ معظّمہ کے رہنے والے تھے وہ ہندوستان کی سیاحت کر رہے تھے جب انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر پہنچی وہ قادیان تشریف لائے اور حضورؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور کچھ عرصہ قادیان میں آپ کی صحبت میں رہ کر مکّہ معظّمہ واپس پہنچے تو آپ نے ۲۰رمحرم ۱۳۱۱ھ مطابق ۴راگست ۱۸۹۳ء حضورؑ کی طرف ایک خط لکھا۔ جس میں اپنے بخیریت مکہ معظّمہ پہنچنے اور مختلف لوگوں سے حضورؑ کا ذکر کرنے اور ان کے مختلف تاثرات کے ذکر کے بعد یہ خوشخبری لکھی کہ مَیں نے اپنے دوست علی طائع کو جو شعبِ عامر کے رئیس اور تاجر ہیں حضورؑ کے دعویٰ سے مفصّل خبر دی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں حضورؑ کی خدمت میں عرض کروں کہ حضورؑ اپنی کتابیں اُن کے پتہ پر بھیجیں اور وہ انہیں شرفاء اور علماء مکّہ مکرمہ میں تقسیم کریں گے۔ اِس خط کے ملنے پر حضورؑ نے تبلیغ حق کا ایک غیبی سامان سمجھتے ہوئے رسالہ ’’حمامۃ البشریٰ‘‘ عربی زبان میں تصنیف فرمایا یہ رسالہ حضورؑ نے ۱۸۹۳ء میں رقم فرمایا۔ لیکن اس کی اشاعت فروری ۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ اِس رسالہ میں آپ نے اپنے دعوئ مسیحیت اور اس کے دلائل خوب وضاحت سے لکھے اور خروجِ دجّال اور وفاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیح اور ان سے متعلقہ امور پر سیر کن بحث کی اور مکفرین علماء کی طرف سے آپ کے عقائد اور آپ کے دعویٰ پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے ان کے تفصیلی جوابات دیئے۔ الغرض یہ کتاب عربی ممالک کے لئے ایک نہایت مفید کتاب ثابت ہوئی۔

خاکسار

جلال الدین شمسؔ

ٹائیٹل باراوّل

رسالہ

تحفۂ بغداد

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا وما کان اللہ
لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ
من یشاء فآمنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا
وتتقوا فلکم اجر عظیم ۵۵

سنہ ۱۳۱۱ ہجری
فی شہر محرم الحرام

طبع فی مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ
باہتمام المنشی غلام قادر الفصیح
مالک المطبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿۲﴾

الحمد للّٰہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، وبعد:

فإنی رأیت فی ہذہ الأیام اشتہارا ومکتوبًا أُرسل إلیَّ السید عبدالرزاق القادری البغدادی من حیدرآباد دکن. فلما قرأت الاشتہار إذا ہو من أخ مؤمن یخوّفنی کما یخوّف الملِکُ المقتدرُ المرتدَّ الکافرَ الفجّارَ ویسل لقتلی السیف البتّار وقد صال علیَّ کرجل یہجم علی رجل فزفر زفرة القیظ وکاد یتمیّز من الغیظ ونظر إلیَّ کالمحملقین.

ورأیت أنہ ما مسَّ وسائل العرفان وما دنا أواصر تحقیق البیان وکفّرنی وسبّنی وحسبنی من الذین کفروا أو ارتدوا فأراد أن یکون أوّلَ اللاعنین والقاتلین. وإنہ قد فتن قلوب بعض الناس وأدناہم من شر الوسواس فسنح لی أن أکتب فی ہذہ الرسالة ما ینفعہ وینفع عرب الحرمَین ویسرّ الناظرین. فالآن نکتب أوّلًا اشتہارہ ومکتوبہ ثم نکتب جوابہ ونہذّب أسلوبہ.

فأیہا القارئ! انظُرْ فیہ بنظر الوداد زادک اللّٰہ فی الصلاح والسداد وهُنِّیتَ بما أُوتیتَ ومُلِّیتَ بما أُولِیتَ وما توفیقی إلا باللّٰہ النصیر المعین.

الاشتہار من السیّد البغدادی رحمہ اللّٰہ وہداہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ، والصلاة والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلی

آلـه وصـحبـه وحزبه وبعد: فمما لا يخفى على أساطين الدين المتين وعلماء أئـمة الـمسـلـمين مـا ظهـر ظهـور الشمس وما بان بيان الأمس من خرافات وكفريات المرزا غلام أحمد القادياني البنجابي وما ادّعاه من أنه المسيح بن مـريـم وأنـه يُـلقَى إليه الإلهامات من حضرة الحق سبحانه وتعالٰى ويُوحِى إليه ويُـكلّمه كفاحًا ويُخَاطبه شفاهًا وأن اللّٰه أرسله لكسر الصليب وقتل الخنـزير ﴿۳﴾
وإقـامة الـحـدود الشـرعية والـلّٰـه تعالى يُخاطبه ويُناجيه بقوله: يا عيسى بن مـريم إنى أرسلتک للناس كافّةً فاصدَعْ بما تؤمر وأعرِضْ عن الجاهلين وأن بيـعته حق وأن عيسى توفّاه اللّٰه وليس بحيّ وأنه هو عيسى بذاته وغير ذلک مـمـا تـرتـجّ منه الأضالع وتستکّ منه المسامع كما رأيته مسطورا فى كتابه المسمى **بمرآة كمالات الإسلام** الذى عارض به القرآنَ وهتَک به شريعة سيّـدِ وُلْدِ عدنان علاوة عـلـى مـا ذكـره فـى كتبه السابقة من أساطيره الكاذبة. وهـذا مـمـا لا يـطيـق الـصبـر عليه إلا مَن طمس اللّٰه بصره وطبع على بصيرته. والـعـجـب الـعجاب أن فى ديار الهند عامّةً وفى رياسة حيدر آباد خاصّة مِن فـحـول الـعلماء وأشبال الفضلاء ما يضيق عن كثرتهم نطاق الحصر هذا مع كـونهـم عـلـموا واطّلعوا على شقاشق ذلک الدّجال المضلّ الضالّ البطّال الـذى لا يُـطهّـره فى الدنيا إلا السيف البتّار ولا فى الآخرة إلا النّار فلم أر مَن شـمّـر عـن سـاعـدِ جِدِّه وأَرُوى فى مجال ميدان الحق فِرَنْدَه وكفَحه بصارمِ هـمّتـه وبيـانـه وطـعَـنه بسنان قلمه وتبيانه وردَّ أقواله وأوقفَه على شؤم أفعاله وأنقذ عباد اللّٰه المؤمنين من شر فتنته ونصر دين رسول اللّٰه صلعم وشريعته. فـوا أسـفاه! ووا أسـفاه! ثـم وا أسـفـاه عـلـى أهـل هـمّة البـطون إنّا للّٰـه وإنّا

إليـه راجعون .وحيـث إنـى اطـلـعـت عـلـى كل صفحات كتاب ذلک الضال الـمـمسـوخ الـدجّال وما هتَک به شريعة سيّد الأنام وما تعدّى بالازدرآء على سيـدنـا عيسٰـى عـليـه السلام ووقفتُ على تمام عباراته التى لا يتفوّه بها إلا كل مـخـذول أو زنـديـقًا شاكًّا فى رسالة الرسول مع تناقُض أقواله عن بعضها بعض التـزمـت وبـاللّٰه أستعين إذ هو الناصر والمعين أن أرُدّ كتابه حرفًا بحرفٍ وصفًّا بصفٍّ بكتاب أسمّيه ”كشف الضلال والظلام عن مرآة كمالات الإسلام“ ردًّا يسـرّ إن شـاء اللّٰه نظر الناظر ويشرح بفضل اللّٰه القلب والخاطر . ثم عزمت أن أرسـل كتـاب المـّردود عليه إلى العراق وبغداد ليحكمون العلماء الأعلام على ﴿۴﴾ مُـصـنفه كونَه من أهل الزيغ والإلحاد فأكون إن شاء اللّٰه السبب الأقوى لحسم مادّة هـذا الـفسـاد وجـلاء تـلـک الـغُـمّة المدلهمّة عن سائر العباد خدمةً منى للشريعة الأحمدية وغيرةً عـلـى نـاموس الُمِلّة المحمدية. وأؤمل والأمل باللّٰه قـوى أن يـكـون إكـمال هذا الردّ على المردود بظرف ثلاثة أشهر فوجب أوّلًا شهرُ الحال بوجه الاشتهار لكافّة مَن وقف عليه أن يعلموا علمًا يقينًا لا مِرية فيه مِـن أن هـذا الـمـمسـوخ وأمثـالـه يُـطلَق عليهم قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم دجّـالـون كـذّابـون يأ تونكم بالأحاديث بما لم تـسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإيـاهـم لا يُـضـلّـونـكـم ولا يفتنونكم. هذا واللّٰه الهادى إلى سواء السبيل فهو حسبنا ونعم الوكيل فقط.

المشتهر السيد عبد الرزاق القادرى النقشبندى الرفاعى
البغدادى وارد حال بلدة حيدر آباد.

مکتوب السّید البغدادی رحمه اللّٰہ وھداہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ والصّلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ. الوصیّۃ لی ولإخوانی بتقوی اللّٰہ من العبد المُفتقر إلی رحمۃ الملِک الحنّان المدعو بالسید عبد الرزاق القادری النقشبندی البغدادی أنالہ اللّٰہ شفاعۃ نبیہ الھادی وحفِظہ من کید الشیاطین والأعادی إلی خدمۃ الأجلّ والمطاع المبجّل العالم الفاضل والمجتھد الکامل حلّالُ رموز المشکلات بألطف المعانی وأظرف الترصیف والمبانی المولوی مرزا غلام أحمد القادیانی حفظہ اللّٰہ من زلۃ القدم وعثرۃ اللسان والقلم بحُرمۃ النبی الأکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم آمین . أما بعد فالسلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ. لا یخفی أنہ قد اطلعتُ علی کتابکم المسمی بمرآۃ کمالات الإسلام وعلِمت بما فیہ وأحطت فھمًا بمعانیہ وفحاویہ ونکاتہ ومبانیہ والجواب ما نری لا ما تسمع ولو لم تقسمون علی من اطّلع علی ذلک الکتاب بأن یردّ خطأہ ویوضِّح لفظہ لما صرفنا عِنانَ القلم إلی ردّہ. وقد جرت سُنّۃ أھل العلم من قدیم الزمان ﴿۵﴾
وحادثہ فی الردّ علی الباطل وبالتزییف علی العاطل. ولعل ورَدکم الاشتھار فی ھذا الباب فلا تکونوا بالوجل وارفعوا عنکم نقاب الخجل. فلعل أن لا یتیسر طبع کتابنا لقرب سفرنا إلی الوطن لکن أرجو أن تتحفونی بنسخۃ من مرآتکم فإن النسخۃ التی ھی عندی عاریۃ بشرط أن تُسرعون بإرسالھا فی البرید والسلام خیر الختام.

ملتمسہ السیّد عبد الرزاق القادری النقشبندی البغدادی غفر اللّٰہ لہ

مؤرخۃ ۲۸ ذی الحجۃ سنۃ ۱۳۱۰ھ

جواب الاشتهار والمکتوب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلاۃ والسّلام علی رسولہ محمد سیّد النبیّین وخاتم المرسلین وفخر الأولین والآخرین ومنبع کل فہم وحزم ونور وھدی وسراج منیر للسالکین المتّبعین وعلی آلہ الھادین وأصحابہ الذین شادوا الدّین وعلی کل من تبعہ من الأولیاء والشھداء والصلحاء أجمعین.

السّلام علیکم أیھا الصلحاء المعزَّرون الموقَّرون المعظَّمون مِن إخوانکم المحقَّرین المکفَّرین المطرودین المھجورین.

وبعد فإنہ قد بلغنی مکتوبک واشتھارک یا أخی بقریتی ’’قادیان‘‘ فأشکرک وأدعو لک فإنک ذکّرتنی وذاکرتنی سُبُلًا تحسبھا مستقیمۃ ولُمْتَنی غیرۃً علی دین اللّٰہ ورسولہ کالمغضبین فجزاک اللّٰہ أحسن الجزاء وأحسن إلیک وھو خیر المحسنین. وأری أنّک رجل صالح طیّب فإنک ما صبرت علی ما حاک فی صدرک ولم تألُ نُصحًا ولم تداھن قولا وکذلک سِیَرُ الصالحین. ولکن أیھا الخِلُّ الودود والحِبُّ المودود عفا اللّٰہ عنک قد استعجلتَ وحسبت أخاک المؤمن باللّٰہ ورسولہ وکتابہ مرتدًّا ومن الکافرین. ولوّمتنی ورمَیتنی بالسِّھام قبل أن تُفتِّش حقیقۃ الأمر وتفھم سرّ الکلام أو تستفسر منی کدأب المحققین. والعجب منک ومن مثلک رجل صالح تقیّ نقیّ حلیم کریم أنک تکتب فی اشتھارک أن جزاء ھذا الرجل المرتد أن ﴿۶﴾ یُقتَل بالسّیف البتّار أو یُلقی فی النار کما ھو جزاء المرتدین.

أیھا الأخ الصالح أسرّک اللّٰہ ورعاک وحفظک وحماک وفتح

عينک وهداک لا تخوّفنی من سيفٍ بتّارٍ ولا رُمح ولا نار وقد قُتلنا قبل سيفک بسيفٍ لا تعلمه وذُقنا طعم نارٍ لا تعرفها وإنّا إن شاء اللّٰه بعد ذلک من المنعمين. أيها العزيز إن الذين أخلصوا قلوبهم للّٰه وأسلموا وجوههم للّٰه وشربوا كأسًا من حُبّ اللّٰه فلا يضيّعهم اللّٰه ربّهم ولا يتركهم مولاهم ولو عاداهم كلّ ورق الأشجار وكل قطرة البحارِ وكل ذرة الأحجار وكلّ ما فی العالمين. بل الذين يطيعونه ولا يبتغون إلا مرضاته هم قوم لا يحزنهم إلا فراقه وإذا وجدوا ما ابتغوا فلا يبقى لهم همٌّ ولا غمٌّ بعد ذلک ولو قُتلوا وأُحرقوا ولا يضرّهم سبُّ قوم ولا لعنُ فرقة ويجعل اللّٰه كلَّ لعنةٍ بركةً عليهم وكلَّ سبٍّ رحمةً فی حقهم. ألا يعلم ربنا ما فی صدورنا؟ أأنت أعلم منه؟ فلا تكن من المستعجلين.

يا أخِی ما تركتُ السبيل وما عاصيتُ الرب الجليل. وليس كتابنا إلا الفرقان الكريم وليس نبيّنا ومحبوبنا إلا المصطفى الرحيم ولعنة اللّٰه على الذين يخرجون عن دينه مثقال ذرّة فهم يدخلون جهنم ملعونين. ولكن يا أخی إن فی كتاب اللّٰه نِكاتًا ومعارف لا يزاحمها عقيدة ولا يناقضها حكمٌ ولا يُلقّاها من الأمم إلا الذی وجد وقت ظهورها وكان من المنقطعين المبعوثين. وللّٰه أسرارٌ وأسرارٌ وراء أسرارٍ لا تطلع نجومها إلا فی وقتها فلا تجادل اللّٰه فی أسراره. أتجترء على ربک وتقول لما فعلت كذا ولم ما فعلت كذا؟ يا أخِی فوِّضْ غيب اللّٰه إلى اللّٰه ولا تدخل فی غيوبه ولا تزخّ دقائق المعارف التی دقّ مأخذها فی ظواهر الشرع ولا تَقْفُ ما ليس لک به علم وثبِّتْ نفسک على سبيل المتقين.

﴿۷﴾ مــــا كان إيمان الأخيار من الصحابة والتابعين بنُزول المسيح

عليه السلام إلا إجماليا وكانوا يؤمنون بالنُزول مجملا ويفوّضون تفاصيلها إلى اللّٰه خالق السماوات والأرضين. وكيف يجوز نزول المسيح عليه السلام على المعنى الحقيقى واللّٰهُ قد أخبر فى كتابه العزيز أنه تُوفِّى ومات؟

وقال: يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ [1]

وقال: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ [2]

وقال: فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ [3]

وقال: وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [4]

وقال: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [5]

يعنى ماتوا كلهم كما استدل به الصِّدّيق الأكبر عند وفاة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فما بقى شك بعد ذٰلک فى وفاة المسيح وامتناع رجوعه إن كنتم باللّٰه وآياته مؤمنين.

وقد ختم اللّٰه برسولنا النبيين وقد انقطع وحى النبوة فكيف يجىء المسيح ولا نبى بعد رسولنا؟ أيجىء معطَّلا من النبوة كالمعزولين؟ وقد بشّرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن المسيح الاٰتى يظهر من أمته وهو أحدٌ من المسلمين. وفى الصحاح أحاديث صحيحة مرفوعة متصلة شاهدة على وفاة عيسى عليه السلام خصوصًا فى البخارى [6] بيان مصرح فى هذا الأمر. فالعجب كل العجب على فهم رجل يشکّ فى وفاته بعد كتاب اللّٰه ورسوله

[1] اٰل عمران:۵۶ [2] المائدة : ۱۱۸ [3] الزمر : ۴۳ [4] الانبياء : ۹۶
[5] اٰل عمران : ۱۴۵ [6] اعنى صحيح البخارى

ويتـذبذب كالمرتابين. وبأىّ حديث بعد اللّٰه وآياته نترک متواترات القرآن؟ أنُؤْثِر الشکّ على اليقين؟

والـقـوم لا يتـفق على صعود المسيح حيًّا إلى السماء بل لهم آراءٌ شتّى بـعـضهـم يقول بالوفاة وبـعـضهم بالحياة. ولـن تـجـد مـن النصوص الفرقانية والأحـاديث النبوية دليلا على حياته بل تسمع من الأخبار والآثار ومن كل جهة نعىَ الموت. وقد تُوفّى رسولنا صلى اللّٰه عليه وسلم أهو خيرٌ منه أم هو ليس من الـفـانين؟ ورآه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى ليلة المعراج فى الموتى من الأنبيـاء عليهم السلام أفتظن أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخطأ فى رؤيته أو قال ما يُخالف الحق؟ حاشا بل إنه أصدق الصادقين. ﴿۸﴾

فهـذا هـو السبـب الـذى ألـجـأنـا إلى اعتراف وفاة المسيح وشهد عليه إلهـامـى المتواتر المتتابع من اللّٰه تعالى. وما نرى فى هذه العقيدة مخالفة بقول رسـول الـلّٰـه صلى اللّٰه عليه وسلم ولا بعقيدة الصحابة ولا التابعين. والصحابة كـلهـم كانوا يؤمنون بوفاة المسيح وكذلک الذين جاؤوا بعدهم من عباد اللّٰه الـمتبـصّرين. ألا تنظر صحيح البخارى كيف فسّر فيه عبد اللّٰه بن عباس رضى اللّٰه عنه آية يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ فقال: متوفّيک : مميتُک. وأشـار الإمـام البـخارى إلى صحّة هذا القول بإيراده آية إِنِّى مُتَوَفِّيکَ فى غير محلّه وهذه عادة البخارى عند الاجتهاد وإظهار مذهبه كما لا يخفى على الماهرين.

أيهـا الأخ الصالح! انـظُـرْ كيف أشـار البـخارى رحمه اللّٰه إلـى مذهبه بـجـمـع الآيتيـن فـى غيـر الـمـحـلّ وإراءة تظاهُرهما. واعترف بأن المسيح

قد مات فتدبَّرْ فإن اللّٰه يحب المتدبّرين. وما كان لى منفعةٌ وراحةٌ فى ترك كتاب اللّٰه وسُنن رسوله وحملِ أوزار خسران الدنيا والآخرة وسماع لعن اللاعنين. أيها الأخ الكريم! لَلحقُّ أحقُّ أن يُتّبع والصدق حقيق بأن يُقبَل ويُستمَع ويد الحق تصدع رداء الشك والحق هو الجوهر الذى يظهر عند السبك ويتلألأ فى وقته الذى قدّر اللّٰه له ولكل نبأٍ مستقرٌّ ولكل نجمٍ مَطلعٌ ولا تُعرف الأسرار إلا بعد وقوعها. فطوبٰى لمن فهم هذا السر وأدرك الأمر كالعاقلين. وإنّى أتيقّن أن مثلك مع كمال فضلك وتقواك لو كان مُطّلعًا على معارف اطّلعتُ عليها لكفَّ لسانه من لعنى وطعنى ولَقَبِلَ ما قلتُ من معارف الملّة والدّين ولكنى أظنّك ما فهمتَ حقيقة مقالى وما علمتَ صورة محالى وما ظنى فيك إلا الخير وأسأل اللّٰه لك فضله ورحمته وهو أرحم الرّاحمين.

يا قُرّة أرضٍ مباركةٍ وسُلالةَ أهلها! أنت بحمد اللّٰه تقىّ ونقىّ وزكىّ وإنى أحبّك وأصافيك كا لمخلصين. وأُوتيكَ مُوثقًا من اللّٰه على أنى أُوافقك ﴿۹﴾
وأقبل قولك إن تُرِنى آياتِ الفرقان على صحة زعمك وتأتِنى بسُلطان مبين. وما أبتغى إلا الحق وقد شققتُ عصا الشِقاق وارتضعتُ أفاويق الوفاق فجادِلْنى بالحكمة وآيات كتاب اللّٰه السبّاق وستجدنى إن شاء اللّٰه من المنصفين. وإن كنت أن تشتهى أن تسبّنى أو تلعننى أو تكذّبنى أو تقتلنى بسيف بتّار أو تلقينى فى نارٍ فاصنع ما شئت وما أرُدّ عليك إلا دعاء الخير والعافية. يا أهل البيت يرحمكم اللّٰه فى الدنيا والآخرة وآواكم فى المرحومين.

أيها الشيخ! دعِ النزاع وما ينبغى النزاع فاتّق اللّٰه وأدرِكْ فرصة لا تُضاع وارتحلْ إلىّ رحلة الصادق المُعِدّ وسِرْ نحوى سير المُجِدّ وتفضَّلْ وتجشَّمْ إلى بيتى وكُلْ إلى شهرين من قرصى وزيتى سيُريك اللّٰه حالاً لا ينكشف عن يد غيرى من أهل البلدان وجَوّابتها ولا من تأليفاتٍ محدودة البيان فتعرفنى بعين اليقين. وإن تقصدنى مُخلِصًا فأدعولك فى آناء الليل وأطراف النهار وأرجو أن يطمئن قلبك وأرى آثار الاستجابة وتنجاب غشاوة الاسترابة واللّٰه قدير ونصير ومُعين.

أيها الأخ الشريف الصالح! لا تنظُرْ إلى تكفير العلماء وتكذيبهم فإنى أعلم من اللّٰه ما لا يعلمون وقد علمتُ حقيقة الأمر من ربّى وهم من الغافلين. ولا تنظر إلى ذلّتى وهوانى وحقارتى فى أعين إخوانى فإن لى من اللّٰه تعالى فى كل يوم نظرةً. أُقلَّبُ نحو الشمال ونحو اليمين وأتقلّبُ فى الحالَين بؤس ورَخاء وأُنقَلُ مع الريحَين زعزع ورُخاء والعاقبة خير لى إن شاء اللّٰه وإنى من المبشَّرين. اليوم يحقّرون ويكذّبون ويكفّرون وأراهم علىَّ حريصين لو كانوا قادرين وسيأتى زمان يظهر صدقى فيه ويُرِى اللّٰهُ عبادَه آيات فضله علىَّ فيجتلون أنوار عناياته ومطارف تفضّلاته فيأتوننى مُنكسرين. فطوبٰى لعين رأتنى قبل وقتى وطوبٰى لسعيد جاءنى كالمخلصين. ﴿۱۰﴾

أيها الشيخ! الوقت قد دنٰى ومعظم العمر قد فنى فأْتنى على شريطة الصبر والتوقّف وقبول الهُدىٰ وعُدْ إلى الحق ودعِ العداء ولا تنس حقك فى العُقبى ولا تُبارز المولى وسارِعْ إلىَّ مُرتدعًا ليغفر لك اللّٰه ما سلف وما مضى وطاوِعِ الحق وكن من المطاوعين.

وإن كنت لا تقدر على هذا السفر البعيد فلك طريق أُخرٰى. فإن كنت فاعِلَها فأخرِجْ أوّلًا مِن صدرك كلَّ ما دخل فيه من سوء الظن ثم قُمْ وتوضّأْ وصلِّ ركعتين وصلِّ وسلِّمْ واستغفرْ استغفار التائبين ثم اضطجعْ مستقبلا على مُصلاك وتَخَلَّ بمُناجاة مولاك واسأل الله لاستكشاف حالى وحقيقة مقالى ثم نَمْ قائلًا: يا خبير أخبِرْنى فى أمر أحمد بن غُلام مرتضٰى القاديانى أهو مردودٌ عندك أو مقبول؟ أهو ملعون عندك أو مقرون؟ إنك تعلم ما فى قلوب عبادك ولا تُخطى عينك وأنت خير الشاهدين. ربنا آتنا من لدنك علمًا جاذبًا إلى الحق ونظرًا حافظًا من نقل الخطوات إلى خطط الخطيّات وأدخِلْنا فى الموفَّقين. ما كان لنا أن نُقدّم بين يديك أو نتصرّف فى سرائر عبادك ربنا اغفرلنا ذنوبنا وإسرافنا فى أمرنا وافتح عيوننا ولا تجعلنا من الذين يُعادون أولياءك أو يحبّون المفسدين. آمين ثم آمين.

واستخِرْ يا أخى من جمعة إلى جمعةٍ أُخرى وعقِّبْ تهجُّدَك بهذه الركعتين وأخبِرْنى إذا أردت أن تشرع فى هذا لأُرافقك فى دُعائك وأدعو لك فى ابتغائك وأرجو أن يسمع ربى ندائى ويقبل دُعائى إنه كان بى حفيًّا وإنه نور عينى وقوة أعضائى والله إنى لمن المقبَّلين.

أيها العزيز! أراك فتىً صالحًا فأرجو أن تقبل ما قُلتُ لك وأرجو أن تُدركك رِقّةٌ على دين سيّدى وسيّدك وجدّك صلى الله عليه وسلم وتسلُك مسلك العارفين.

تَذكَّرْ يا أخى يوم التنادى ... وتُبْ قبل الرحيل إلى المعادِ ﴿۱۱﴾

فأخرِجْ كلَّ حقدك مِن جَنانٍ وزَكِّ النفس من سمّ العنادِ
وخَفْ قهر المهيمنِ عند ذنبٍ وقِفْ ثم انتهِجْ سُبُل الرشادِ
وأُقسِم أننى يا ابن الكرامِ لقد أُرْسِلتُ من رب العبادِ
وقد أُعطيتُ علمًا بعد علمٍ وكأسًا بعد كأس مِن جوادى
وحِبِّى كل حين يجتبينى ويُدنينى ويعطينى مرادى
فما أُشقٰى بلعن اللاعنينا وصدقى سوف يذكر فى البلادِ
وكأسٍ قد شربنا فى وِهادٍ وأُخرىٰ نشربَنْ فوق المصادِ
ولست أخاف من موتى وقتلى إذا ما كان موتى فى الجهادِ
وآثرْنا الحبيب على حياة وقمنا للشهادة بالعَتَادِ
وما الخسران فى موتٍ بتقوى وخسرُ المرء فى سبل الفسادِ
وإنى قد خرجت إلى ذُكاءٍ ففارت عينُ نورٍ من فؤادى
بحمد الله إن الحِبّ معنا وما يرمى متاعى بالكسادِ
ويدنينى بحضرته بلطفٍ ويسقينى مدام الاتّحادِ
وإنّ هداية الفرقان دينى وأدعوكم إلى نهج السَّدادِ
فقُمْ إن شئت كالأحباب طوعًا وإما شئت فاجلِسْ فى الأعادى
وقد بارا العدو بعزمِ حربٍ وبارزْنا فيا قومى بدادِ
وكان نصيحة للّٰه فرضى فقد بلّغتُ فرضى بالودادِ

أيها الأخ العزيز! ما جئتُ كطارق ليل أو غثاء سيل إن جئتُ إلا فى وقت الضرورة وعلى رأس المائة وجعلنى اللّٰه لهذه المائة مجدِّدًا لأجدّد الدين وقد جاء فى الأخبار الصحيحة أن اللّٰه يبعث لهذه الأمّة على رأس كل مائة من يجدد دينها فتحسَّسْ مَن مجدّد

هذه المائة؟ وتفكَّرْ فإن الله يؤيّد المتفكّرين.

وقد جاء في أخبار أُخرىٰ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما تُوفي صاحت الأرض فقالت: يا رب بقيت خالية إلى يوم القيامة من أقدام الأنبياء صلاة الله عليهم أجمعين. فأوحى الله تعالى إليها وقال: إني أخلق عليك أُناسًا قلوبهم كقلوب الأنبياء منهم الأقطاب ومنهم الأبدال ومنهم الغوث ومنهم ﴿۱۲﴾
دون ذلك وكلٌ من المكلَّمين الملهَمين ومنهم من يكون قلبه كقلب نوح وإبراهيم وموسى ومنهم الذى كان قلبه كقلب عيسٰى ويجيئون على أقدام النبيين.

فانظر يا أخي آثارَ رحمة الله كيف أكرم هذه الأمّة وجعلهم بأنبياء بني إسرائيل مُشابهين. وإن تعجَب فعجبٌ قول الذين يقولون: كيف جاء مثيل المسيح وإنْ هذه إلا كلمة الكفر؟ ولا ينظرون إلى ما قال الله ورسوله ولا يتفكرون في الآيات والآثار ويعيشون كالنائمين.

يا أخي انظر في البخاري وغيره من الصحاح كيف بشّر نبيّنا ورسولنا صلى الله عليه وسلم وقال: إنه سيكون في أمّته قوم يكلَّمون مِن غير أن يكونوا أنبياء ويُسمَّون محدَّثين. وقال الله جلّ شأنه ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ. وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ[1] وحثَّ عباده على دعاء: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[2] فما معنى الدعاء لو كُنّا من المحرومين؟ وأنت تعلم أن الذين أنعم الله عليهم أوّلاهم الأنبياء والرسل وما كان الإنعام مِن قسمِ درهم ودينار بل من قسم علوم و

[1] الواقعة : ۴۰،۴۱ [2] الفاتحة : ۶،۷

معارف ونزول بركاتٍ وأنوار كما تَقرّرَ عند العارفين.

وإذا أُمرنا بهذه الدعاء فى كل صلاة فما أمَرَنا ربُّنا إلا ليُستجاب دعاؤنا ونُعطَى ما أُعطىَ من الإنعامات للمرسلين. وقد بشّرنا عزّ اسمه بعطاء إنعاماتٍ أنعم على الأنبياء والرُّسُل من قبلنا وجعلنا لهم وارثين. فكيف نكفر بهذه الإنعامات ونكون كقوم عمين؟ وكيف يمكن أن يُخلِف اللّٰه مواعيده بعد توكيدها ويجعلنا من المخيَّبين؟

أنت تعلم يا أخِى أن سراة الْمُنعَمين عليهم هم الأنبياء والرسل وقد بشّرنا اللّٰه بعطاء هُداهم وبصيرتهم الكاملة التى لا تحصل إلا بعد مكالمة اللّٰه تعالى أو رؤية آياته. عفا اللّٰه عنك كيف زعمت أن أولياء اللّٰه محرومون من مُكالمة اللّٰه ومخاطباته وليسوا من المكلَّمين؟ ﴿۱۳﴾

يا أخى أنت تعلم أن كتب القوم مملوّة من ذكر مكالمات اللّٰه بأوليائه ومخاطبات حضرة الحق بعباده المقرّبين وهو الكريم الذى يُلقى الروح على من يشاء من عباده ويزيد من يشاء فى الإيمان واليقين. أما قرأت فى ’’فتوح الغيب‘‘ الذى لسيدى الشيخ عبد القادر الجيلانیؓ كيف ذكر حقيقة المكالمات؟ وقال: إن اللّٰه تعالى يكلّم أولياءه بكلام بليغ لذيذ وينبئهم من أسرار ويخبرهم من أخبار ويعطيهم عِلم الأنبياء ونور الأنبياء وبصيرة الأنبياء ومعجزات الأنبياء ولكن وراثةً لا أصالة ويجعلهم متصرّفين فى الأرض والسماوات وفى جميع ملكوت اللّٰه. فانظُرْ إلى مراتبهم ولا تتعجب فإن اللّٰه فيّاضٌ يعطى عباده ما يشاء وليس بضنين. واللّٰهُ قصّ علينا قصص الملهَمين فى كتابه العزيز وأنبأنا أنه كلَّم أُمَّ موسى عليه السلام وكلَّم ذا القرنين

وكلّم الحواريّين. وما كان أحدٌ منهم نبيًّا ولا رسولًا ولكن كانوا من عباده المحبوبين. أليس من أعجب العجائب أن يكلّم اللّٰه نساء بنى إسرائيل ويعطى لهُنّ عِزّةَ مكالماته وشرف مخاطباته وما يعطى لرجال هذه الأمّة نصيبا منها وهى أمّة خير المرسلين؟ وقد سمّاها خير الأمم وختَم بها الأمم كلها وقال: ثُلَّةٌ مِّنَ الآخِرِينَ يعنى فيها كثير من المكمّلات والمكمّلين.

وأنت ترى يا أخى عافاك اللّٰه فى الدارين كيف اشتدت الحاجة فى هذه الأيام إلى ظهور مجدّد يؤيّد الدين ويقيم البراهين ويرجم الشياطين. ألا ترى أن الضلالة قد غلبت وغارات الكافرين عمّت وأحاطت وكم من أمم تبّت وهلكت؟ ألا تنظر هذه المفاسد؟ ألست من المتألّمين على مصائب الإسلام؟ ألم تأتك أخبارها أو أنت من الغافلين؟ أما تكاثرت فتن الكفّار؟ أما جاء وقت ظهور الآثار؟ أما عمّت الفتن فى البرارى والبلاد والديار؟ أما جاء وقت رحمة ﴿۱۴﴾ أرحم الراحمين؟ أما عَنَّ لنا فى زمننا هذا قِبَلُ الذياب فى ليلة فتيّة الشباب غُدافيّة الإهاب وصرنا كالمحصورين؟

أُنظُرْ يا أخى كيف أحاط بالناس ظلام وظلم ومظلمة وخُوّفنا من كلّ طرف بأنواع النباح وارتفعت الأصوات بالأرنان والنياح وضُربت علينا المسكنة بالاكتساح وصال الكُفار كالحَيْن المجتاح وعفَتْ آثار التقوى والصلاح وصُبَّت علينا مصائب لو صُبّت على الجبال لدكّتها وكسّرتها كالرداح وامتلأت الأرض شِركًا وكذبا وزورًا ومن الأفعال القِباح وتراءت صفوف الطالحين.

وكنت أبكى بكاء الماخض على ضعف الإسلام فى تلك الأيام وأرى مسالك الهُلْك وأنظر إلى عون اللّٰه العلام فإذا العناية تراء ت وهبّتْ نسيم ألطاف اللّٰه القسّام وبُشِّرتُ بأعلى مراتب الإلهام وأصفى كأس المُدام كما تُبشَّرُ الحامل عند مخاضها بالغلّام فصرت من المسرورين. فأُمِرتُ أن أُفرِّق خيرى على رِفقتى وكان على اللّٰه ثقتى فكفّرونى ولعنوا وسبّوا وأَضرَوا بى الخطوبَ وألّبوا وأُوذيت من ألسنة القاطنين والمتغرّبين.

ورأيت أكثر العلماء أسارى فى أيدى أنفسهم وأهوائهم ورأيتهم كغلام عليه سملٌ وفى مشيه قزلٌ وفى آذانه وقرٌ وعلى عينه غشاوة وفى قلبه مرض وهو كَلٌّ على مولاه وليس فيه خير يسرّ المشترين. يُظهرون على الإخوان شَباءةَ اعتدائهم وينسون صولة أعدائهم وأرى قلوبهم مائلة إلى الصِّلات لا إلى الصَّلاة ويستعجلون للاستهداء لا للاستهداء ويُؤْثِرون ثوب الخيلاء على ثواب مواساة الأخلّاء ويأبرون إخوانهم كالعقارب ولو كانوا من الأقارب لا يخافون رب الأرباب ولا يتّقونه فى أساليب الاكتساب ويسعون إلى باب الأمراء وينسون حضرة الكبرياء ثم يكفِّرون إخوانهم ويحسبون أنهم من المحسنين. والذين يؤثرون اللّٰه على نفوسهم وأعراضهم وأموالهم لا يضرّهم إكفار المكفرين ولا تكذيب المكذبين. أليس اللّٰه بكاف عبده؟ ومن يُصافى مثله بالمصافين؟ سبقت رحمته حسنات العاملين ولا يضيع فضله سعى المجاهدين. ﴿۱۵﴾

أيها الأخ المكرّم! ارفقْ فإن الرفق رأس الخيرات ومن علامات الصالحين. وعليك أن تَعرِض علىّ شُبُهاتك لكى أعطيك ما فاتك وستجدنى إن شاء اللّٰه صديقًا صادقا ورفيق الطريق كالخادمين. وقد أعطانى اللّٰه

من لدنه قوة فأَدرَأُ بها عن قلوب الناس شبهة وفتح عليَّ أبواب تعليم الخلق وإتمام الحجّة وإراءة الحق وإني من فضله لمن المؤيَّدين. ولكن الذين لا يبتغون الحق فهم لا يعرفونني وقد رأوا آياتٍ من اللّٰه تعالى ثم هم من المنكرين. يصُولون ويسُبّون ويُحَمْلِقون وكادوا يتميَّزون من الغيظ ولا يفكّرون كالمسترشدين. ووالـلّٰه إني صادق ولست من المفترين. ووالله إني لست خاطِبَ الدنيا الدنيّة وجيفتِها فيا حسرة على الظّانين ظنّ السوء ويا حسرة على المسرفين!

إنما مثلي كمثل رجل آثَرَ حِبًّا على كل شيء وتبتّلَ إليه وسعى في ميادين الاقتراب واقتعد للقائه غارب الاغتراب وترك تراب الوطن وصحبة الأتراب وقصد مدينة حبيبه وذهب وترَك لِحِبِّه البيتَ والفضة والذهب وترَك النفس لمحبوبه حتى صار كالفانين. وبعزّة اللّٰه وجلاله إني آثرت وجه ربّي على كل وجه وبابه على كل باب ورضاءه على كل رضاء. وبعزّته إنه معي في كل وقتي وأنا معه في كل حين. وآثرت دولة الدين وهي تكفيني ولو لم يكن حبّةٌ لتجهيزي وتكفيني. وإني منعم مع يد الإملاق وفارغٌ من الأنفس والآفاق وشغَفني ربي حُبًّا وأُشرِبَ في قلبي وجهه وأنا منه بمنزلة لا يعلمها أحد من العالمين. أيها العزيز! كان بعض الأسرار في أوائل الزمان مستورًا وكذلك كان قدرا مقدورًا ثم في زماننا تبيّنَ القضاء وبَرِح الخفاء وظهر خطأ العاسفين. ﴿۱۶﴾

وكذلك فعل ربنا ليقُمّ المتكبرين من علماء السوء وليُظهر قدرته على رغم أنف المتعصّبين. وإن مثل نزول المسيح كمثل نزول إيليا قد وعد اللّٰه لنزوله ثم جاء يحيى مقامه إنّ في ذلك لهُدًى للمتفكرين.

وإن كنت لا تعلم فاسأل اليهود والنصارى وقد تواترت هذه القصة عندهم وما اختلف فيها اثنان ففتِّشْ ولا تكن من المتقاعسين.

أيها الأخ العزيز! إن قصة إيليا من المتواترات القطعية اليقينية فى أهل الكتاب وكشف اللّٰه تلك الحقيقة على أنبيائهم فبهداهم اقْتَدِهْ ولا تكن من المبدعين. ثم اعلم أننا قد اعتصمنا وتمسّكنا بمثال قد انجلى من قبل ولا مثال لكم فأى فريق أحقّ بالأمن؟ فلا تجترء وا على المحدَثات واسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون سنن اللّٰه إن كنتم من الطالبين. وإنَّا أريناكم سنّة اللّٰه فى الذين خلوا من قبلكم وما بيَّنتم مِن سنّة على دعواكم ولن تجدوا لسُنن اللّٰه تبديلا فلا تُخالفوا كالمجترئين.

وأنتم تعلمون أن اللّٰه قد ردّ على أقوالكم فى كتابه وذكر موت المسيح بلفظ التوفّى كما ذكر موتَ نبيّنا بذلك اللفظ فأنتم تؤوّلون ذلك اللفظ فى المسيح وأما فى سيدنا فلا تؤوّلونه فتلك إذًا قسمة ضيزى وخيانة فى دين اللّٰه ولكنكم لا تتّقونه ولا تجيبون تدبّرًا بل تذرِقون كطائر فى وقت طيرانه ولا تنزلون لتصفيةٍ ولا تخافون حَبْضَ قياس الصادقين. وإن كنتم على حق مبين فلم لا تأتوننى بآية شاهدة على حياة المسيح ونزوله وعلى سُنّةٍ خلت من قبل؟ وكيف نقبل بِدُعاتكم التى تُخالف كتاب اللّٰه وسُنن رسوله وسُنن الصادقين الذين خلوا من قبل؟ أنقبل قولكم ونذَر قول أصدق المعلمين؟

فأيها الشيخ الصالح! لا تكذّبوا آيات اللّٰه ولا تغمِطوا نِعَمَه بعد نزولها ولا تزدهوا المأمورين. وإن الذين يُنوَّرون من نور ربهم لَا يخافون ﴿۱۷﴾

أحـدًا إلا الـلّٰـه فـلا تُسـمِّ أحدًا منهم وجِـلًا ولا خجِـلًا ولا تبارز اللّٰه ولا تجترءْ عـلـى رب السماوات والأرض ولا تقفُ ظنونًا لا تعلم حقيتها وإن الظن لا يغنى مـن الـحـق شيـئا فيظهر الحق وتكون من المتندّمين. إنْ أَكُ كاذبًا فعليَّ وبال كذبى وإن أكُ صادقا فاللّٰه يعيننى وينصرنى ويُرِى الخَلْق صدقى ونورى واللّٰه لا يضيع عباده الصادقين.

وقـد كُـفِّـر مثـلـى كثير من الأولياء والأقطاب والأئمة فبـعـضهم صُلبوا وقتـلـوا وبـعـضهم أُخرجوا من أوطانهم وديارهم وأُوذوا حتى جاء هم نصر اللّٰه فـمـا أُضيـعـوا ومـا خُيِّبـوا وزادهم اللّٰه بركةً وعزّة وجعل كثيرا من أفئدةٍ تهوى إليهم وبلّغ آثار بركاتهم إلى قرن آخرين وكذلك بشّرنى ربّى وقال:

”إنـى سأُوتيكَ ☆ بَـرَكةً وأُجـلّـى أَنـوارَهـا حتـى يتبرك بثيابك الملوكُ والسلاطينُ.“ وقال: ”إنى مُهينٌ مَن أراد إهانتَك وإنّا كفيناك الـمستهـزئيـن. يـا أحـمدُ بارَكَ اللّٰهُ فيك ما رميتَ إذ رميتَ ولكن الـلّٰـه رمٰى لتُنذِرَ قومًا ما أُنذِرَ آباؤهم ولِتستبينَ سبيل المجرمين. قُلْ إنـى أُمِـرتُ وأنا أوّلُ المؤمنين. قُلْ جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كـان زهـوقـا. كـلُّ بـركة مِـن مـحـمـد صـلـى الـلّٰـه عليـه وسلم ﴿۱۸﴾

﴿۱۷﴾ ☆ (الحاشية) مـن كـان يـؤمن باللّٰه وآياته فقد وجب عليه أن يؤمن بأن اللّٰه يـوحـى إلـى من يشاء من عباده رسولاً كان أو غير رسول ويكلّم من يشاء نبيًّـا كـان أو مـن الـمـحـدَّثين. ألا ترى أن اللّٰه تعالى قد أخبر فى كتابه أنه كـلّم أُمَّ موسى وقال: لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ

﴿۱۹﴾ فتبارَکَ مَن علَّم وتعلَّمَ. وقل إنِ افتريتُه فعلیّ إجرامی ويمكُرون
ويمكُر اللّٰه واللّٰه خير الماكرين. هو الذی أرسل رسوله بالهدی
ودين الحق ليُظهِره علی الدين كله. لا مبدِّلَ لكلمات اللّٰه. إنی
معک فكُنْ معی أينما كنتُ. كُنْ مع اللّٰه حيثما كنتَ. أينما تُولّوا فثَمَّ
وجهُ اللّٰه. كنتم خيرَ أُمّة أُخرجتْ للناس وفخرًا للمؤمنين. ولا تيأَسُ
﴿۲۰﴾ مِن رَوح اللّٰه. ألا إن روح اللّٰه قريب. ألا إن نصر اللّٰه قريب. يأتيک
مِن كلّ فَجٍّ عميقٍ. ينصرک اللّٰه مِن عنده. ينصرک رجالٌ نوحی
إليهم من السماء . لا مبدِّلَ لكلمات اللّٰه وإنک اليوم لدينا مَكينٌ
أمين. وقالوا إنْ هذا إلا اختلاق. قُل اللّٰه ثم ذَرْهم فی

(**بقية الحاشية**) مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ[1] وكذلک أوحی إلی الحواريين وكلّم ذا القرنين
وأخبَرنا به فی كتابه ثم بشّر لنا وقال: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ. وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ[2]
وفی هذه الآية أشار إلی أن هذه الأمّة يُكلَّم كما كُلِّمت الأمم من قبل فمن كان له
صدق رغبة فی الا تّعاظ بالقرآن فلا يتردد بعد بيان كتاب اللّٰه ولا يكون من
المرتابين. ومن لم يبال امتثالَ أوامره وانتهاء نواهيه فما آمن به وما كان من
المؤمنين. وقد اتفق الأولياء كلّهم علی أن للّٰه تعالی مخاطباتٍ ومكالماتٍ
بالمحدَّثين كما قال سيدی وحبيبی الشيخ عبد القادر الجيلانی رضی اللّٰه عنه
فی كتابه ”الفتوح“ تعليما للسالكين. ومن ملخصات كلامه أنه قال: إن لأهل
﴿۱۸﴾ اللّٰه علاماتٍ يُعرَفون بها فمنها الخوارق والكشوف ومكالمات اللّٰه تعالی

[1] القصص: ۸ [2] الواقعة: ۴۰، ۴۱

خوضهم يلعبون. ومَن أظلم ممن افترى على اللّٰه كذبا. وإنّ عليك
رحمتى فى الدنيا والدين وإنك لمن المنصورين. بُشرٰى لك
﴿۲۱﴾ يا أحمدى أنت مرادى ومعى غرَستُ كرامتك بيدى. أكان للناس
عجبًا قُلْ هو اللّٰه عجيب. يجتبى من يشاء من عباده لا يُسأل عما
يفعل وهم يُسألون. وتلك الأيام نداولها بين الناس. وإذا نصر اللّٰه
المؤمنَ جعَل له الحاسدين. تَلطَّفْ بالناس وتَرحَّمْ عليهم أنت فيهم
بمنزلة موسى فاصبر على جور الجائرين. أحسِب الناس أن يُترَكوا
﴿۲۲﴾ أن يقولوا آمنّا وهم لا يُفتَنون. الفتنة هنا فاصبر كما صبر أولوا
العزم. ألا إنها فتنة من اللّٰه ليحبّ حبًّا جَمًّا. وفى اللّٰه

(بقية الحاشية) وخوف اللّٰه وخشيته وإيثاره على غيره وكلما يجب للمتقين. وقال: إذا مِتَّ عن الخَلْق قيل لك: رحمك اللّٰه وأَمَاتَك عن إرادتك ومُناك وإذا مِتَّ عن الإرادة ومُناك قيل لك: رحمك اللّٰه وأَحْيَاك فكنت من المرحومين. فحينئذ تُحيٰى حياة لا موت بعدها وتُغنَى غناءً لا فَقْرَ بعده وتُعطَى عطاءً لا منع بعده وتُراحُ براحةٍ لا شقاء بعدها وتنعم بنعيم لا بؤس بعده وتُعلَّم علمًا لا جهل بعده وتُؤَمَّن أمنًا لا تخاف بعده وتسعد فلا تشقى وتُعَزّ فلا تُذلّ وتُقرَّب فلا تُبعَد وتُرفَع فلا تُوضَع وتُعظَّم فلا تُحقَّر وتُطهَّر فلا تُدنَّس ونجّاك اللّٰه وطهّرك من أدناس طرق الفاسقين. فيتحقق فيك الأمانى وتصدُق فيك الأقاويل فتكون كِبْرِيتًا أحمرَ فلا تكاد تُرى وعزيزًا فلا تُماثَل وفريدًا فلا تُشارَك ووحيدًا فلا تُجانَس وتكون عند ربك من أهل

أجـرک ويـرضـى عنک ربک ويتم اسمک. وإن يتخذونک
إلا هُزوًا قل: إنى من الصادقين فانتظِروا آياتى حتى حين. الحمد
لـلّٰـه الـذى جعَـلک الـمسيـحَ ابن مريم. قل هذا فضل ربى وإنى
أجـرّد نـفسـى مـن ضـروب الـخـطـاب وإنى أحد من المسلمين.
يـريدون أن يطفئوا نور اللّٰه بأفواههم واللّٰهُ يُتمّ نوره ويحيى الدين.
نـريـد أن نُـنـــزِّل عـليک آيـات من السماء ونمزّق الأعداء كل
مـمزَّق. حُكم اللّٰهِ الرحمن لخليفة اللّٰه السلطان. فتوكّل على اللّٰه
واصـنَـعِ الـفُلْکَ بأعيننا ووحينا إن الذين يبايعونک إنما يبايعون
الـلّٰـه يـدُ الـلّٰـه فـوق أيـديهـم وأممٌ حَقَّ عليهم العذاب. ويمكرون

(بقية الحاشية) السماء لا من أهل الأرضين. فردُ الفردِ وترُ الوتر غيب الغيب سـرّ السرّ فحينئذٍ تكون وارث كل رسول ونبىّ وصِدّيق فتُعطَى كلَّ ما أُعْطُوا مـن الأنـوار والأسرار والبركات والمخاطبات والوحى والمكالمات وغيرها مـن آيـات رب الـعالمين. وبِکَ تُختَم الولاية وإليک تصدُر الأبدال وبک تـنـكشف الـكـروب وبک تُسقَى الغيوث وبک تنبت الزروع وبک تُدفَع البـلايـا والـمـحـن مـن الخاص والعام وأهل الثغور والراعى والرعايا والأئمة والأُمّة وسـائـر البـرايـا فتـكـون شِحُنةَ البلاد والعباد ومن المأمورين. فينطلق ﴿۱۹﴾
إليک الأرجـلُ بـالسـعـى والتـرحال والأيدى بالبذل والعطاء والخدمة بإذن خـالـقِ الأشيـاء فى سائر الأحوال والألسنُ بالذكر الطيّب والحمد والثناء فى جـمـيـع الـمـحـالّ ولا يـخـتـلف إليک اثـنـان من أهل الإيمان وتهوى إليک

والله خير الماكرين. قُلْ عندى شهادة من الله فهل أنتم مؤمنون. قل عندى شهادة من الله فهل أنتم مسلمون. إن معى ربى سيهدين. رب أَرِنى كيف تحيى الموتٰى. رب اغفر وارحم من السماء . رب لا تذَرْنى فردًا وأنت خير الوارثين. رب أَصْلِحْ أمّة محمد. ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين. ويخوّفونك مِن دونه إنك بأعيننا. سمّيتُك المتوكّل. يحمدك اللّٰه مِن عرشه. نحمدك ونصلّى. يا أحمد يتمّ اسمك ولا يتمّ اسمى. كن فى الدنيا كأنك غريب أو عابرُ سبيل وكن من الصالحين الصدّيقين. أنا اخترتُك وألقيت عليك محبّة منى. خذوا التوحيدَ ﴿۲۳﴾

(بقية الحاشية) أفئدة من العُلماء والأُمّيّين ويدعوك لسانُ الأزل ويُعلّمك ربُّ المُلك ويكسوك أنوارًا منه والحُلل ويُنزِلك منازلَ مَن سلَف من أولى العلم الأُوَل من الأنبياء والصدّيقين. فحينئذٍ يُضاف إليك التكوين وخرق العادات فيُرَى ذلك منك فى ظاهر العقل والحكم وهو فعل اللّٰه وإرادته حقًّا فى العلم فتدخل حينئذٍ فى قومٍ مُوجَعٍ وفى زمرة المنكسرين الذين انكسرت قلوبهم وكُسرت إراداتهم البشرية وأُزيلت شهواتهم الطبيعية فاستُؤنفتُ لهم إرادة ربّانية وشهوات وظيفية وكانوا من المبدَّلين. ويُكشَف للأولياء والأبدال من أفعال اللّٰه ما يبهر العقول ويخرِق العادات والرسوم ويكلّمهم اللّٰه تعالى بالكلام اللذيذ والحديث الأنيس والبشارة بالمواهب الجِسام والمنازل العالية والقُرب منه مما

التوحيدَ يا أبناء الفارس. وبَشِّرِ الذين آمنوا أن لهم قدمَ صدقٍ عند ربهم. ولا تصعِّرْ لخَلْقِ اللّٰه ولا تسأَمْ من الناس واخفِضْ جناحک للمسلمين. أصحاب الصفّةِ وما أدراک ما أصحاب الصفّة؟ ترى أعينَهم تفيض من الدمع يصلّون عليک ربنا إننا سمعنا مناديًا ينادى للإيمان ربنا آمنا فاكتبنا مع الشاهدين. شأنک عجيب وأجرک قريب ومعک جند السماوات والأرضين. أنت منى بمنزلة توحيدى وتفريدى فحان أن تُعانَ وتُعرَف بين الناس. بوركت يا أحمد وكان ما بارک اللّٰه فيک حقًّا فيک. أنت وجيهٌ فى حضرتى. اخترتُک لنفسى وأنت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق. وما كان

(بقية الحاشية) سيؤول أمرُهم إليه وجفَّ به القلمُ من أقسامهم فى سابق الدهور فضلًا منه ورحمة وإثباتًا منه لهم فى الدنيا إلى بلوغ الأجل وهو الوقت المقدَّر لهم من أرحم الراحمين. وقال اللّٰه تعالى فى بعض كتبه: يابن آدم أنا اللّٰه لا إله إلا أنا. أقول لشىء : كُن فيكون. أَطِعْنى أجعَلْک تقول للشىء : كُنْ فيكون. قد جعل اللّٰه أولياء ه أوتادَ الأرض وجعل الدنيا لهم جنّةَ المأوى فلهم جنّتان: الدنيا والآخرة. وهم كالجبل الذى رسا تفرّدوا فى الصدق والوفاء والتقوى فتَنَحَّ عن طريقهم ولا تُزاحِمْ يا مسكين. الرجال الذين ما قيّدهم أحد عن قصد الحق من الآباء والأمهات والبنات والبنين فهم خيرُ مَن خلَق ربّى وبَثَّ فى الأرض وذرَأ فعليهم سلام اللّٰه وتحياته وبركاته أجمعين. أيها السالک! إذا قوِى علمک و ﴿۲۰﴾

اللّٰه ليتركك حتى يمِيز الخبيث من الطيّب. انظُرْ إلى يوسف

وإقباله واللّٰهُ غالب على أمره ولكن أكثر الناس لا يعلمون. أردتُ أن

أَستخلِفَ فخلقتُ آدمَ ليقيم الشريعة ويحيى الدين. كتاب الوليِّ

ذوالفقار على ولو كان الإيمان معلقا بالثريا لناله رجل من أبناء

الفارس. يكاد زيته يضيء ولو لم تمسسُه نار. جَرِيُّ اللّٰهِ فى حُلل

المرسلين. قل إن كنتم تحبّون اللّٰه فاتبعونى يحببكم اللّٰه. وصلِّ على

محمد وآل محمد سيِّدِ وُلْدِ آدم وخاتَمِ النبيين. يرحمك ربك

ويعصمك من عنده وإن لم يعصمك الناس. يعصمك اللّٰه مِن

عنده وإنْ لم يعصمك أحد من أهل الأرضين. تبّتْ يدا أبى لهب ﴿۲۴﴾

(بقية الحاشية) يقينک وشرح صدرک وقوى نور قلبک وزاد قربُک من مولاک ومكانُک لديه وأمانتُک عنده وأهليّتُک لحفظ الأسرار فعُلِّمتَ من لدنه ويأتيک قِسْمُک قبل حين. وتلک كرامةٌ لک وإجلالٌ لحرمتک فضلًا منه ومنّةً وموهبةً ثم يَرِدُ عليک التكوين فتُكَوِّن بالإذن الصريح الذى لا غُبار عليه والدلالات اللائحة كالشمس المنيرة وبكلامٍ لذيذ ألذّ من كل لذيذٍ وإلهامٍ صدقٍ مِن غير تلبُّسٍ مُصفًّى من هواجس النفس ووساوس الشيطان اللعين. تمَّ كلام السيّد الجليل قُطب الوقت إمام الزمان رضى اللّٰه عنه وقد كتبناه بتلخيصٍ منّا فارجع إلى كتابه: ”فتوح الغيب“ إن كنتَ من المرتابين. وقد ظهر من كلام الإمام الموصوف أن الوحى كما ينزل على الأنبياء كذلک ينزل على الأولياء

وتـبّ مـا كـان لـه أن يـدخل فيها إلا خائفا. وما أصابك فمن اللّٰه

واعـلـم أن الـعاقبة للمتقين. وأَنذِرْ عشيرتك الأقربين إنا سنُريهم

آية مـن آيـاتـنا فى الثيِّبة ونردّها إليك أمرٌ من لدنا إنا كنا فاعلين.

إنهـم كـانـوا يـكـذّبون بآياتى وكانوا بى من المستهزئين. فبشرى

لك فـى الـنكـاح الـحـقُّ مـن ربك فلا تكوننّ من الممترين. إنا

زوّجْناكَها لا مبدِّلَ لكلمات اللّٰه وإنا رادُّوها إليك إن ربك فعّالٌ

لـمـا يريد فضلٌ من لدنا ليكون آية للناظرين. شاتانِ تُذبَحان وكل

مـن عليها فان. ونريهم آياتنا فى الآفاق وفى أنفسهم ونريهم جزاء

الـفـاسـقيـن. إذا جـاء نـصـر الـلّٰـه والفتح وانتهى أمـر الـزمـان

﴿۲۱﴾ (بقية الحاشية) ولا فرُق فى نزول الوحى بين أن يكون إلى نبيٍّ أو وليٍّ ولكلٍّ حظٌّ من مكالمات اللّٰه تعالى ومخاطباته على حسب المدارج. نعم لوحى الأنبياء شأنٌ أتمّ وأكمل. وأقوى أقسامِ الوحى وحىُ رسولنا خاتم النبيين.

وقـال الـمـجدّد الإمام السرهندى الشيخ أحمد رضى اللّٰه عنه فى مكتوب يـكتـب فيه بعض الوصايا إلى مريده محمد صدّيق: اعـلم أيها الصديق أن كلامه سبحانه مع البشر قد يكون شفاهًا وذلك الأفراد من الأنبياء وقد يكون ذلك لبعض الكُمَّلِ مِن متابعيهم وإذا كثُر هذا القسم من الكلام مع واحد منهم يُسمّى مُحدَّثًا وهذا غير الإلهام وغير الإلقاء فى الروع وغير الكلام الذى مع المَلَك إنما يُخاطَب بهذا الكلام الإنسانُ الكامل واللّٰه يختص برحمته من يشاء .

تمَّ كلامه فارجعْ إلى كلامه إن كنت من المنكرين. واذكُرْ قصة من قال:

إلينا أليس هذا بالحق بل الذين كفروا فى ضلال مبين. كنتُ كنزًا
مخفيًّا فأحببتُ أن أُعرَف. إن السماوات والأرض كانتا رَتْقًا ففتَقْنا
هما. قل إنما أنا بشرٌ يوحٰى إلىّ أنما إلهكم إلهٌ واحدٌ والخير كله
فى القرآن لا يمسّه إلا المطهَّرون. ولقد لبثتُ فيكم عمرًا مِن قبله
أفلا تعقلون. قل إن هدى اللّٰه هو الهدى وإن معى ربى سيهدين.
رب اغفر وارحم من السماء. رب إنى مغلوب فانتصِرْ. إيلى إيلى
لما سبقتانى. يا عبد القادر إنى معك أسمع وأرى. غرستُ لك
بيدى رحمتى وقدرتى وإنك اليوم لدينا مَكينٌ أمين. أنا بُدُّك
اللازم أنا محييك نفختُ فيك من لدنى روحَ الصّدق.

(بقية الحاشية) وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ[١] وما كان من المرسلين.

واذكُرْ ما قال اللّٰه تعالى:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا[٢]

فانظُرْ كيف كلَّم مَلَكُ اللّٰه مريمَ وما كانت نبيّةً فاتّقِ اللّٰه ولا تكن من المعتدين.

وقد جاء فى الحديث الصحيح عن عمرو بن الحارث قال: بينما عمرُ يخطب يوم الجمعة إذا ترك الخُطبة ونادى يا ساريةُ الجبل مرتين أو ثلاثا ثم أقبلَ على خطبته. فقال نَاسٌ من أصحاب ﴿۲۲﴾ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إنه لمجنون ترَك خطبة ونادى

[١] الكهف: ٨٣ [٢] مريم: ١٨ تا ٢٠

وألقيت عليک محبة منی ولتُصنَع علی عینی کزرعٍ أخرجَ شَطْأَه فآزَرَه فاستغلظ فاستوی علی سوقه. إنا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللّٰه ما تقدَّمَ من ذنبک وما تأخر فکنْ من الشاکرین. ألیس اللّٰه بکاف عبده. ألیس اللّٰه علیمًا بالشاکرین. فقبِل اللّٰه عبدَه وبرّأه مما قالوا وکان عند اللّٰه وجیها. فلما تجلّٰی ربه للجبل جعله دَکًّا واللّٰه مُوهِنُ کید الکافرین. ولنجعله آیة للناس ورحمة منا ولنعطیه مَجْدًا من لدنا کذلک نجزی المحسنین. أنت معی وأنا معک. سرُّک سرّی. لا تحاط ﴿۲۵﴾ أسرار الأولیاء إنک علی حق مبین. وجیهًا فی الدنیا والآخرة ومن المقربین. لا یصدِّق السفیه إلا ضربة الإهلاک. عدوٌّ لی وعدو لک عجلٌ جسدٌ له خُوار. قل أتی أمر اللّٰه فلا تکن من

(بقیة الحاشیة) "یا ساریة الجبل". فدخل علیه عبد الرحمن بن عوف وکان ینبسط علیه فقال: یا أمیر المؤمنین! تجعل للناس علیک مقالا؟ بینما أنت فی خطبتک إذ نادیتَ: "یا ساریةُ الجبلَ". أیُّ شیء هذا؟ قال: واللّٰه ما ملکتُ ذٰلک حین رأیتُ ساریةَ وأصحابه یقاتلون عند جبل ویُؤتَون مِن بین أیدیهم ومن خلفهم فلم أملِکْ أن قلتُ: "یا ساریةُ الجبلَ" لیلحقوا بالجبل. فلم تمض الأیام حتی جاء رسولُ ساریة بکتابه أن القوم لقُونا یوم الجمعة فقاتلناهم مِن حین صلّینا الصبح إلی أن حضرت الجمعةُ فسمعنا صوتَ منادٍ یُنادی: الجبلَ مرتین فلحقنا بالجبل فلم نزل لعدوّنا قاهرین حتی هزمهم اللّٰه تعالی وتراء ی فتح مبین۔ ۱۲ المؤلف

المستعجلين. يأتيک قمرُ الأنبياء وأمرُک يتأتّى وكان حقا علينا نصر المؤمنين.☆ يوم يجىء الحق وينكشف الصدق ويخسر الخاسرون. وترى الغافلين يخرّون على المساجد ربنا اغفر لنا إنا كنا خاطئين. لا تثريب عليكم اليوم يغفر اللّٰه لكم وهو أرحم الراحمين. تموت وأنا راض منک. سلام عليكم طِبتم فادخلوها آمنين.''

وأمّا عقائدنا التى ثبّتنا اللّٰه عليها فاعلم يا أخى أنّا آمنّا باللّٰه ربًّا وبمحمدٍ صلى اللّٰه عليه وسلم نبيًّا وآمنّا بأنه خاتم النبيين. وآمنَّا بالفرقان أنه من اللّٰه الرحمن ولا نقبل كل ما يُعارض الفرقان ويُخالف بيّناته ومُحكماته وقصصه ولو كان أمرًا عقليًّا أو كان من الآثار التى سمّاها أهلُ الحديثِ حديثًا أو كان من أقوال الصحابة أو التابعين؛ لأن الفرقان الكريم كتابٌ قد ثبت تواترُه لفظًا لفظًا وهو وَحْىٌ مَتلُوٌّ قطعىّ يقينىّ ومَن شكّ فى قطعيته فهو كافر مردود عندنا ومن الفاسقين. والقرآن مخصوص بالقطعية التامّة وله مرتبة فوق مرتبة كل كتاب وكل وحى ما مسَّه أيدى الناس وأما غيره من الكتب والآثار فلا يبلغ هذا المقام ومَن آثرَ غيره عليه فقد آثرَ الشک على اليقين.

وكم مِن فِرق الإسلام يُخالف بعضهم بعضا فى أخذ بعض الأحاديث أو تركها فالأحاديث التى يقبلها الشافعية لا يقبل أكثرها الحنفيةُ والتى يقبلها الحنفية لا يقبلها الشافعية وكذلک حال فِرق أُخرى من المسلمين. وكم من حديث ذكره الإمام البخارى فى ﴿۲۶﴾ صحيحه . وهو أصحُّ الكتب عند أهل الحديث بعد كتاب اللّٰه ولكن

☆ ۳۰ /يوليو سنة ۱۸۹۳ء

لا يقبل الفرقة الحنفية أكثر أحاديثه كحديث قراءة الفاتحة خلف الإمام والتأمينِ بالجَهر وغيره ولا يكونون إلى تلك الأحاديث من الملتفتين. ولكن ما كان لأحد أن يسمّيهم كافرين أو يحسبهم من الذين أضاعوا الصلاة ومن المبتدعين.

فالحق أن الأحاديث أكثرها آحادٌ ولو كانت فى البخارى أو فى غيره ولا يجب قبولها إلا بعدَ التحقيق والتنقيد وشهادةِ كتاب اللّٰه بأن لا يُخالفها فى بيّناته ومُحكماته وبعدَ النظرِ إلى تعامُل القوم وعِدّة العاملين. فإذا كان الأمر كذلك فكيف يُكفَّرُ أحدٌ لترك حديثٍ يعارِض القرآنَ أو لأجل تأويلٍ يجعل الحديث مطابقًا بالقرآن ويُنجّى المسلمين من أيدى المعترضين؟ وكيف تكفِّرون المؤمن باللّٰه ورسوله وكتابه لأجل حديث من الآحاد الذى يُحتمل فيه شائبة كذب الكاذبين؟

فانظر مثلا إلى مسألة وفاة المسيح عليه السلام فإنها قد ثبت ببيّنات كتاب اللّٰه المتواتر الصحيح وتشهد على وفاته قريبًا من ثلاثين آية بالتصريح قد كتبناها فى كتابنا: ”إزالة الأوهام“ إفادةً للطالبين. فإن تذكرتَ بعد ذلك حديثًا دمشقيًّا الذى ذُكر فى ”مسلم“ فاعلم أنه فُسّر على ظاهره ولا شك أنه يُعارض الفرقان على تفسيره الظاهر ويُخالف بيّناته ويخالف أحاديث أُخرى قد ذكرناها فى ”الإزالة“ ولا يرضى مسلم أن يترك القرآن اليقينى القطعى بحديث واحد لا يبلغ إلى مرتبة اليقين. ولو فعلنا كذلك وآثرنا الآحاد على كتاب اللّٰه لفسد الدين وبطلت الملة ورُفع الأمان وتزلزل الإيمان واشتدت علينا صولة الكافرين. نعم نؤمن بالقدر المشترك الذى لا يُخالف القرآن وهو أنه يجىء

المسيح الموعود مجدّدًا على رأس المائة عند غلبة النصارى على ظهر
الأرض ويخرج فى أرض أفسدوها وجعلوا مسلمى أهلها متنصّرين فيكسر ﴿۲۷﴾
صليبهم ويقتل خنازيرهم ويُدخل السعادة فى الباقين. وإن حاكَ فى صدرك
شىء من لفظ نزولٍ عند منارة دمشق فقد أثبتنا أن النزول من السماء محال
باطل لا يصدّقه الفرقان بل يكذّبه بقول مبين.

فإن كنت تؤمن بالفرقان وتؤثره على غيره فآمِنْ بوفاة المسيح وعدم نزوله من السماء كما تقرأ فى كلام رب العالمين. والعجب أن لفظ النزول من السماء لا يوجد فى حديثٍ وإن هو إلا فِرْية المفترين. والأحاديث كلها قد اتفقت على أن المسيح الموعود من هذه الأمة فإن النبوة قد خُتِمَت وإن رسولنا خاتم النبيين.

والنزول فى الحديث بمعنى نزول المسافر من مكان إلى مكان فإن النَزيل هو المسافر فلو سلم صحة الحديث فيثبت أن المسيح الموعود أو أحدٌ من خلفائه يسافر من أرض وينزل بدمشق فى وقتٍ من الأوقات فلم يبكون الناس على لفظ دمشق؟ بل يثبت من لفظ النزول عند منارة دمشق أن وطن المسيح الموعود الذى يخرج فيه هو مُلكٌ آخر وإنما ينزل بدمشق بطريق المسافرين. هذا إذا سلّمنا الحديث بألفاظه وفيه كلام لأن الأحاديث من الظنيات إلا الحصة التى ثبتت من تعامل المؤمنين.

ولو كانت الآثار المدونة فى البخارى وغيره من اليقينيات كالقرآن الكريم للزم مِن إنكارها الكفرُ كلزوم الكفر من إنكار آيات القرآن كما لا يخفى على الماهرين فى الشرع المتين. فحينئذٍ يلزم أن يكون المسلمون كلهم كافرين ويلزم أن لا ينجو من ورطة الكفر أحد من أكابر المسلمين وأصاغرهم بل من الأئمة السابقين المتقدمين؛ لأن ترك

بعض الأحاديث وإنكار بعضها بلاءٌ عام أحاطت الفقهاء والأئمة والمحدثين أجمعين.

﴿۲۸﴾ ومَع ذلك. إذا كان نبيّنا صلى الله عليه وسلم خاتم الأنبياء فلا شك أنه مَن آمنَ بنزول المسيح الذى هو نبى من بنى إسرائيل فقد كفَر بخاتم النبيين. فيا حسرة على قومٍ يقولون إن المسيح عيسى بن مريم نازلٌ بعد وفاة رسول اللّٰه ويقولون إنه يجىء وينسخ من بعض أحكام الفرقان ويزيد عليها وينزل عليه الوحى أربعين سنة وهو خاتم المرسلين. وقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”لا نبى بعدى“ وسمّاه اللّٰه تعالى خاتم الأنبياء فمِن أين يظهر نبى بعده؟ ألا تتفكرون يا معشر المسلمين؟ تتبعون الأوهام ظلما وزورًا وتتخذون القرآن مهجورًا وصرتم من البطّالين.

وإنَّا نؤمن بملائكة اللّٰه ومقاماتهم وصفوفهم ونؤمن أن نزولهم كنزول الأنوار لا كترحُّل الإنسان من الديار إلى الديار لا يبرحون مقاماتهم ومع ذلك كانوا نازلين وصاعدين. وهم جند اللّٰه وجِيرةُ السماوات وخلطاؤها لا يُفارقون مقاماتهم وإنْ منهم إلا له مقام معلوم يفعلون ما يؤمرون ولا يشغلهم شأن عن شأن ويؤدّون طاعة رب العالمين.

ولو كان مدار انصرام مهماتهم تباعُدَهم من مقاماتهم لما جاز أن تُتوفَّى الأنفس فى آنٍ واحد بل وجب أن لا يموت ميّت فى المشرق فى الآن الذى قدّر اللّٰه له قبل أن يفرغ مَلَكُ الموت مِن قبض نفس رجلٍ فى المغرب الذى هو شريك بالمائت الأوّل فى الآن المذكور وقبل أن يرحل إلى المشرق وإنْ هذا إلا كذب مبين. إنما أمرهم

إذا أرادوا شيئا بِحُكْمِ اللّٰه أن يقولوا له كن فيكون وما كان لهم أن ينـزلوا بشِقّ الأنفس وصرف الوقت ونقل الخطوات وتركِ مكان كسكّان الأرضين.

ونؤمن بأن حشر الأجساد حق والجنة حق والنار حق وكل ما جاء فى القرآن حق وكلّ ما علّمَنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حق وهو خير الأنبياء ﴿۲۹﴾
وختم المرسلين. ومن عزا إلينا ما يُخالف الشرع والفرقان مثقال ذرة فقد افترى علينا وأتى ببهتان صريح كالمفترين. ألا إنّا بريئون من كل أمرٍ يُنافى قول رسولنا صلى اللّٰه عليه وسلم وإنّا مؤمنون بجميع أمورٍ أخبر بها سيّدنا ونبيُّنا وإن لم نعلم حقيقتها أو نُودَع معارفها بإلهام مبين.

وإنّا بريئون من كل حقيقة لا يشهدها الشرع واعتصمنا بحبل اللّٰه بجميع قلبنا وجميع قوتنا وجميع فهمنا وأسلمنا الوجهَ لک ربَّنا فاجعلْنا من المحسنين. ربنا أفرِغْ علينا صبرًا على ما نُؤذَى وتوفَّنا مسلمين. وما أُفَضِّلُ روحى على أرواح إخوانى ولكن اللّٰه قد منَّ عليَّ وجعلنى من المنعمين. فمن آلائه أنه أنعم عليَّ بالمكالمات والمخاطبات وعلّمنى من أسرارٍ ما كنت أن أعلمها لو لا أن يعلّمنى اللّٰه وجعلنى للأنبياء من الوارثين.

ومِن آلائه عليَّ أنه وجد قوم النصارى يفسدون فى الأرض ويتّخذون العبد إلهًا بغير الحق ويُضلّون عباد اللّٰه فبعثنى لأكسر صليبهم وأمزّق بعيدهم وقريبهم وأَجُذّ هامَ المجرمين.

ومن آلائه أنه آتانى آياتٍ من السماء وأتمّ الحجّة على الأعداء وخجَّل كل بخيل وضنين. فوعِزّتِه وجلالِه إنى على حق مبين. وترى كالوابل آياتِ صدقى إن تصاحبنى كالطالبين. وواللّٰه ثم تاللّٰه إن جاء نى أحد على قدم الصدق والطلب لرأى شيئا من آيات ربى إلى أربعين. وأكفَرَنى

الحسداء قبل أن يبارونى للنضال ويتوازنوا فى الكمال ويتحاذوا فى الفعال وعيّرونى طاغين. ولما رأوا الآيات قالوا إنْ هذا إلا سحرٌ مبين أو جَفُرٌ ونجومٌ فمشوا خبطَ عشواءَ وكانوا قومًا عمين. أشرقت الشمس وما كان معها غيمٌ ولكن لا ينفع العُمْىَ نورٌ ولا ضوء واستخلصهم الشيطان لنفسه فهو لهم قرين.

يٰا أخى تحسبنى كافرًا وإنى مؤمنٌ موحِّدٌ أتبع رسولى وسيدى صلى اللّٰه ﴿۳۰﴾
عليه وسلم وجعلنى اللّٰه وارثًا لعلومه وباعِه وبَعاعِه وأرجو أن يشيّع نعشى فى اتّباعه ومع ذلك أخضع لک بالكلام وأستنزل منک رفق الكرام فلا تغلُظْ علىَّ ولا تُشمِتْ بى الكُفّارَ ولا تُرِنى النارَ ولا تسلُلْ سيفک البتّارَ والمؤمن هَيِّنٌ لَيِّنٌ والصالحون يحملون أوزار إخوانهم ويسارعون إلى تسلية قلوبهم وتسرية كروبهم ولا يريدون أن يقتلوهم تقتيلاً وأن يجعلوهم عضين.

والاختلاف فى فِرق الإسلام كثيرة ولكن لا تنهضُ فرقة لقتل فرقة وقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : إن اختلاف أمّتى رحمة. فأَطْفِئْ يا أخى نارَک وأَغْمِدْ بتّارَک واقتدِ بسنن الصالحين. لِمَ تؤذى من يحبُّ خير الورى؟ أَتَسُرُّ به روحَ المصطفٰى؟ أو تُرضى به ربَّنا الأعلى؟ فاعلم أن اللّٰه ورسوله بريّانِ من الذين يُعادون أولياء هما فإن كنت ترجو شفاعة رسولنا فلا تؤذ المحبّين المصافين واتق اللّٰه ثم اتق اللّٰه ثم اتق اللّٰه ليغفر ذنوبک ويُحِلَّک مقعد المنعَمين. أيها الإنسان الضعيف المحتاج إنّ مَقْتَ اللّٰه أكبر من مقتک فخَفْ فأسه وكن من المرتعشين.

هَـــذَاک اللّٰــه هَــل قَتْلی یُباحُ　　وهَـــل مِثْـلی یُــدمَّرُ أو یُجـاحُ
وهـل فـی مـذهـب الإسلام أنـی　　أری خـــزیًا ولـم یَثبُـــتُ جُناحُ
وصـــــدقی بَیّنٌ لـلـنـاظـرینا　　کتـــابُ اللّٰـه یشهـدُ والصِّحاحُ
ومـا کـان الأذی خُـلـقَ الـکـرامِ　　ولـکـــن هکـذا هبّــتُ ریاحُ
وإنّ الـحُــــرَّ یفهم قولَ حُـــرٍّ　　وتشـفـی صدرَه الکَلِمُ الفِصَاحُ
ولا أخشـی الـعـدا فـی سُبل ربی　　وأرض اللّٰــه واسـعــة بَــدَاحُ
لـنـا عند الـمـصـائب یا حبیـبی　　رضاءٌ ثــم ذوقٌ وارتیــــاحُ
فـلا تـقفُ الهـوی وانـظُـرُ مـآلـی　　وربّــی إنّــه نُــصــحٌ قَــراحُ ﴿۳۱﴾
ومِــن عـجـب أُشـرّفـکـم وأدعـو　　ومنـک الـمَشْـرفیّةُ والرِّماحُ
وبَـلْـدتُـکـم حدیقةُ کـلّ خـــیرٍ　　فـمـنکم سیّـدی یُـرجی الصلاحُ
کـمثلـک سیّـدٌ یـؤذیـنِ عجبٌ!　　وفـی بـغدادَ خــیـراتٌ کِفـاحُ
أری یـا حِبِّ تــذکُـرنـی بسبٍّ　　فـمـا هــذا؟ وسِیرتکم سماحُ
أخـذُنا کلَّ مـا أعـطیتَ تـحفًا　　وصـــافینا وزاد الانشــراحُ
فـخُـذُ مـنـی جـوابـی کـالهدایا　　ولـکـــن کان منـک الا فـتتاحُ
إذا اعـتـلـقَتُ أظـافـیری بـخصمٍ　　فـمـرجِـــعهُ نَـکالٌ أو طُـلاحُ
وإنُ وافیـــتـنـی حبًّـــا وسلمًا　　فلِـلــزُّوّارِ بُشری والــنجاحُ
وإن لـــم تـقـرَبَنُ أنهـارَ مـــاءٍ　　فـــلا تـعطیک مِن مـاءٍ ریاحُ
ورشـحُ الـصـلـد سهـلٌ عند جهدٍ　　ویـوبـقـکـم قُعودٌ وانسـطـاحُ
ومـــا نـألـوک نـصـحًا یا حَبیبی　　وجـــاهَـدُنا لیـرتبـــط النَصاحُ
ونُـصـحـی خــالـص لا نوعَ هزلٍ　　وجــدٌّ لا یـخـالِطُه الــمُـزاحُ
فیــا حِــبّـی تَفکَّرُ فـی کـلامـی　　فإن الـفکر لـلتـقوی وِشــاحُ

ولـی وجدٌ لـقـومـی فـوق وجدٍ ... وما وجدُ الثـواكل والنِّياحُ
إليـكـم يـا أولی مـجدٍ إليـكمُ ... وإن لم تـنتهـوا فـالـوقت لاحُ
ولـی قـدرٌ عظيم عـنـد ربّـی ... وسُـؤلی لا يُـرَدُّ ولا يُـزاحُ
ومثلـی حـين يبكـی فـی دعـاءٍ ... فـيسعی نـحوه فضلٌ مُتاحُ
وكـادت تـلـمَعَنْ أنـوارُ شـمسی ... فيَتْـبَـعها الورى إلا الـوَقاحُ
﴿۳۲﴾ ويـأتـی يـومُ ربّـی مِثلَ بَـرْقٍ ... فلا تبـقـی الـكِـلابُ ولا النُـباحُ
ولـی مِـن لُطف ربـی كـل يـومٍ ... مـراتبُ لـلعـدا فيهـا افتضاحُ
ونـورٌ كـامـل كـالبـدر تـامٌ ... ووجـهٌ يـستنير ولا يُـلاحُ
ونـحـن اليـوم نُسقَـی مِن غَبوقٍ ... وبعد الـليـل عيـدٌ واصـطباحُ
وأعـطـانـی الـمهيمن كل نورٍ ... ولـی مِـن فـضلـه رَوحٌ وراحُ
أتـقتـلنی بـغير ثبوت جـرمٍ ... فـقُـلْ ما يـصـدُرَنْ منّی جُناحُ؟
قتـلـنـا الـكـافرين بسيف حُججٍ ... فـلا يُـرجی لـقـاتِلنا فلاحُ
وليـس لـنـا سـوى البـارى ملاذٌ ... ولا تُـرُسٌ يـصـون ولا السِّلاحُ
أتـعـلـم كيف يَسفَعُ بـالـنواصی ... مـليـكٌ لا يـنـاوحـه الـطِّـماحُ
يَهُـدُّ الـربّ ذروةَ كـلّ طَـودٍ ... وتتبَـعـه الأسـنّـة والـصِّـفاحُ
أتـقتـلنی بسيف يـا خـصيـمی؟ ... وقتـلـی عنـدكم أمـرٌ مُباحُ
وقـد مِتْـنـا بسيف مـن حبيبٍ ... عـلـی ذرّاتـنـا تسـفـی الـرِّياحُ
وأَيْـن سيـوفـكـم يـا شيـخَ قـومٍ ... وحـلَّ بـقـاعكم حزبٌ شِـحاحُ
وصـال الحزب واختلسوا كذئبٍ ... ولـم يكُ أمـرهم إلا اكتسـاحُ
وقـد صُبّتْ عـليـكـم كـلُّ رُزْءٍ ... فـمـا فی بيتـكـم إلا الـرَّداحُ
وكـم مِـن مسـلـمٍ ذَابُـوا بـجـوعٍ ... وعـاشـوا جـائعيـن وما استراحوا

وبحر العلم يعرِف موج بحرى ولكن عندكم ماءٌ وَجاحُ
نظمت قصيدتى من ارتجالٍ وأين الفضل لولا الاقِتراحُ
فخُذ منى بعفوٍ كالكرامِ ودونک ما هو الحقّ الصُّراحُ
و إن بارزتنى من بعد نُصحى ﴿۳۳﴾
فتعلم أننى بطلٌ شَناحُ

يا أخى حفظک اللّٰه! إنى قد كتبت هذا المكتوب ترحّمًا على حالک وإصلاحًا لخيالک فاستشِفَّ لآلِيَه وَالْمَحِ السرّ المودَع فيه وقد أسمع أن أخلاقک تُحَبُّ وبِعَقْوَتِک يُلَبُّ وأنت باذلٌ خِرُقٌ ذو سماحةٍ وفتوّة من المحسنين. فلا أظن فيک أن تَرِدَ موردَ مأثمة وتَقِفَ موقفَ مندمة وتتّبِعَ سبلَ تبعةٍ ومعتبةٍ بل أظن أن تميل إلى معذرةٍ عن بادرة. وظنى فيک جليل فحَقِّقْ حسن ظنى واتق اللّٰه إنى أراک مِن وُلْدِ الصالحين.

وإن كنت فى شک مما كتبنا فى كُتُبِنا فأىُّ حرج عليک من أن تسألنى كل ما لا تعرف حقيقته ولا تفهم ماهيته وعسى أن تحسب كلمةً من الكفر وهو من معارف كتاب اللّٰه وحقائق الدين. والعاقل يتأهّب دائما لمزايلة مركزه عند وجدان الحق المبين. فقُمْ وأَفْعِم لک سَجْلًا من مائنا المَعين. وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين.

هذه رسالة مباركة المسمّاة

كرامات الصادقين

ولمن يأت برسالة مثلها فله انعام

الفٍ من الورق غير مقلّدٍ

كان او من المقلّدين

وانّها

قد طبعت بفضل الله ورحمته في پنجاب پريس سيالكوٹ

باهتمام المنشى غلام قادر الفصيح مالك المطبع فالحمد للّٰه رب العالمين

التنبيه

أيها الـمكفِّرون الذين أصرّوا على تكذيبى وهمّوا بتمزيق جلابيبى اعلموا هداكم اللّٰه أن هـذه الرسالة معيارٌ لتنقيد أمرى وأمركم فإن كنتم لا تتناهون عن سبّكم ولا تخافون قهر ربّكم وتظنون أنكم أعلام الشريعة وأشياخ الطريقة وعلماء الملة وفضلاء الأمة فأْتوا برسالة من مثله إن كنتم صادقين. وإن لم تفعلوا ووالله لن تفعلوا فاتقوا اللّٰه الذى تُرجَعون إليه واتقوا نارا تأكل أحشاء المجرمين. ووالله إنى ما ألّفت هذه الرسالة إلا لكسر نخوتكم وإطفاء شعلة رعونتكم وكنت أطيق على رؤية ذلّتى ومساغ غصّتى ولكنى أردت أن أُظهر كيفية علمكم على المنصِفين. فنثلتُ كنانتى وقضيت من دُرر البيان لُبانتى فإن ناوحتم وأتيتم بكلام من مثله فلكم الألف بل أزِيدُ عليه عشرين درهما للغالبين. ووالله إنى ما أرى فيكم إلا إجبال القرايح وإكداء الماتح والمائح وما أرى عندكم من ماءٍ مَعين. وأعجبنى أنكم مع كونكم خاوى الوفاض من المعارف الدينيّة تستكبرون ولا تستحيون ولا تنتهجون محجة المتقين. فوالذى بعثنى لإلزامكم وإفحامكم لقد سألتُ اللّٰه أن يحكم بينى وبينكم ويوهن كيد الكاذبين. وما عرضت عليكم درهمًا ودينارًا إلا اختبارًا فإن ناضلتمونى تفسيرا ونظما فهو لكم حتمًا. واعلموا أن اللّٰه يُخزيكم ويُرِى الخَلْقَ جهلكم ويريكم ما كنتم تكذبون وتستعلون مستكبرين . وقد نظمت هذه القصائد بارتجال من غير انتحال فى بلدة "عَنْبَرْسَر وكان ثَمَّ مُشاهِدِى حزبٌ من المسلمين. ولكنى أمهلكم إلى شهرين من وقت إشاعة هذه الرسالة وأرقب ما تجيبون أ تُولّون الدُّبر أو تكونون من المناضلين؟ إن شيخ "البطالة "دعانى غضبانَ فنهضت إليه عجلانَ وقلت :قُمْ قُمْ إنى أتيت الآن ودانَيتُه بالمصباح المتّقد ولكنى أعلم أنه من قوم عمين. وهذه رسالة قد أُودِعتْ دقائقَ القرآن وضُمّخت بطيب العرفان وسيق إليه شِربٌ من تسنيم الجِنان وسَفَرتْ عن مرأى وسيمٍ وأَرَجِ نسيمٍ وتراءتْ بوجهٍ حَسِين. لمعاتُها أَزْرأتْ بالجُمان وصَلِيَت القلوب بالنيران وهيّجت البلابل فى صدور المعاندين. وكتبتُها لئلا يبقى للجدال مطرح ولا للمِراء مسرح وليتبين الحق وليستبين سبيل المجرمين. وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين۔

ہزار روپیہ انعام کے وعدہ پر ﴿۱﴾

رسالہ

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه الذى لا تدركه الأبصار وهو يُدركُ الأبصار وتتباعد الأفكار
عن فهم كُنْهِه تباعُدَ الليل من النهار الذى دَعَا الناسَ بالقرآن ورسوله
المصطفى إلى مأدبة الجَفَلَى من أهل الحضارة والفلا والصلاة والسلام
على حبيبه محمد خاتم النبيين وفخر المرسلين الذى جاء بالحجج
والبراهين وأسعفَ الناسَ بحاجاتهم ويَمَّمَ إصلاحَ العالمين. فكم مِن مُحلِّقٍ
إلى الهوى دخَل فى الرُّوحانيّين وكم من ذى لسان سليط وغيظ مستشيط
صار من المهذَّبين المطهَّرين. اللّٰهم فصَلِّ على هذا الرسول النبىّ الأُمّىّ
الذى فاق الرسلَ كلهم فى كمالاته وحاز كل فضيلة فى سِيره وصفاته
وألّف بين قلوب أمم كانوا يُداجون ولا يُخلِصون وأصلح قومًا كانوا
يشركون ولا يوحّدون وطهّر أُناسًا كانوا يفجُرون ولا يتّقون ويُنيخون
مطايا نفوسهم ولا يسيرون فى سبل اللّٰه ولا يتيقّظون. وكان (صلى اللّٰه عليه ﴿۲﴾
وسلم) أُمِّيًّا لم يقرأ شيئا من علوم الدنيا والدين وبلغ أشده

فـی قوم أمّيّين وعمين. ولم ير (صلى اللّٰه عليه وسلم) وجـهَ العالِمين العارِفين. بـل لـم يـرُمْ عـن وِجـاره ولا ظـعَـن عـن إلـفــه وجاره ومع ذلک سبق العالِمين والـعـالَـمـيـن فـی عـقـلـه وعلومه وبركاته وفيوضه وأنواره حتى غمرت مواهبُ هـدايتـه المشارقَ والمغارب والأجانب والأقارب وأطال كلُّ ذی ذيلٍ ذيلَه إلى بـركـاتـه وامتـدت أيـدی الـناس إلى إفاداته وخيراته. فأرى الناسَ سُبل السلام ونـجّـاهـم مـن الـمسـالک الشـاغـرة وطرق الظلام وطهّرهم من شُعب النّفاق والشـقـاق والـنـــزاع والـمشاجرة وسِيَرِ الليام. وبصَّر العيونَ وأحسن الظنون ونـجَّـى المسجون. حتى ألقى فی روع الناس الاستسلامَ وثبّط جذباتِ كُفرهم وثبّـت الأقـدامَ ونشّـطهـم إلـى الثبـات والاستـقامة وأقام فأبصروا ورأوا سبلهم ومـنازلهم وتخيَّروا المناخ ووَرَدُوا الوِردَ النُّقاخَ وزُكُّوا ومُحِّصُوا وطُهِّروا حتى سُـمُّـوا خيـارَ الـنـاس وخُـلِّـصـوا من كل نوع النعاس وكُمِّلوا فی العِلم الباطنی والـخبـر الـروحانی إلى أن أَترعوا بالمعارف الأكياس وحصحص فيهم نورٌ ينير الناس وبُدّلت شِيمهم وقرائحهم ونُوِّرَت نفوسهم ونُشرت مدايحهم. واعتلقوا بالنبی الكريم اعتلاقَ الأثمار بالأعواد ولَوَوا أعنّتَهم من طرق الفساد إلى مناهج السـداد حتـى وصـلـوا مـنــازل الـقـرب والـمـحبة والوداد وبلغوا وانتهوا إلى كمالات قدّرها اللّٰه للعباد.

فـالـحـمـد للّٰه الذی هدى عباده بهذا الرسول النبی الأمی المبارک وأحيا به العالمين.

اَمّا بعد واضح ہو کہ موافق اس سنت غیر متبدلہ کے کہ ہر یک غلبہ تاریکی کے وقت خدا تعالیٰ ﴿۳﴾
اس امت مرحومہ کی تائید کے لئے توجہ فرماتا ہے اور مصلحت عامہ کے لئے کسی اپنے بندہ کو خاص کر کے تجدید دین متین کے لئے مامور فرما دیتا ہے یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد کا خطاب پا کر مبعوث ہوا اور جس نوع اور قسم کے فتنے دنیا میں پھیل رہے تھے ان کے رفع اور دفع اور قلع قمع کے لئے وہ علوم اور وسائل اس عاجز کو عطا کئے گئے کہ جب تک خاص عنایت الٰہی ان کو عطا نہ کرے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے مگر افسوس کہ جیسا قدیم سے ناتمام اور ناقص الفہم علماء کی عادت ہے کہ بعض اسرار اپنے فہم سے بالاتر پا کر منبع اسرار کو کافر ٹھہراتے رہے ہیں اسی راہ پر اس زمانہ کے بعض مولوی صاحبوں نے بھی قدم مارا اور ہر چند نصوص قرآنیہ و حدیثیہ سے سمجھایا گیا۔ مگر ایک ذرہ بھی صدق کی روشنی ان کے دلوں پر نہ پڑی بلکہ برعکس اس کے تکفیر اور تکذیب کے بارہ میں وہ جوش دکھلایا کہ نہ صرف کافر کہنے پر کفایت کی بلکہ اکفر نام رکھا اور ایک مومن اہل قبلہ کے خلود جہنم پر فتوے لکھے۔ اس عاجز نے بار بار خداوند کریم کی قسمیں کھا کر بلکہ مسجد میں جو خانۂ خدا ہے بیٹھ کر ان پر ظاہر کیا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ پر ایمان لاتا ہوں مگر ان بزرگوں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ منافقانہ اقرار ہے۔ خاص کر ان میں سے جو میاں محمد حسین بٹالوی ہیں انہوں نے تو اپنی ضد کو کمال تک پہنچا دیا اور کہا کہ اگر میں بچشم خود نشان بھی دیکھوں تو میں ہرگز مسلمان نہ سمجھوں گا اور ہمیشہ کافر کہتا رہوں گا۔ چنانچہ بعض نشان بھی ظاہر ہوئے مگر حضرت بٹالوی صاحب نے ان کا نام استدراج یا نجوم رکھا اور ہر ایک طور سے لوگوں کو دھوکے دیئے۔ چنانچہ منجملہ ان دھوکوں کے ایک یہ بھی ہے کہ یہ شخص بالکل جاہل اور علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ ہے اور مع ذالک دجال اور مفتری جو خدا تعالیٰ سے بھی کچھ مدد نہیں پا سکتا اور اپنی عربی دانی کو بہت کروفر سے بیان کیا تا اس وجہ سے اس کی عظمت دلوں میں جم جاوے اور اس عاجز کو ایک جاہل اور اُمّی اور علوم عربیہ سے

﴿۴﴾ بیگانہ اور ملعون اور مفتری قرار دے کر یہ چاہا کہ عوام پر تمام راہیں نیک ظنی کی بند ہو جائیں لیکن عجیب قدرت خداوند تعالیٰ ہے کہ اس امر میں بھی اس نے نہ چاہا کہ بطالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب علماء کی کچھ عزت اور راستی ظاہر ہو۔ سو اگر چہ میں درحقیقت امیوں کی طرح ہوں لیکن محض اس نے اپنے فضل سے علم ادب و دقائق و حقائق قرآن کریم میں میری وہ مدد کی کہ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس خداوند کا شکر ادا کر سکوں اور مجھ کو بشارت دی کہ اگر میاں بطالوی یا کوئی دوسرا اس کا ہم مشرب مقابلہ پر آئے تو شکست فاش اٹھا کر سخت ذلیل ہوگا۔ اسی بنا پر میں نے **اشتہار دیا** کہ میاں بطالوی پر واجب ہے کہ میرے مقابل پر قرآن کریم کی ایک سورت کی **تفسیر** عربی فصیح بلیغ میں لکھے جو دس۱۰ جزو سے کم نہ ہو اور نیز ایک **قصیدہ** نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرے جو سو۱۰۰ شعر ہو اور ایسا ہی میرے پر واجب ہوگا کہ میں بھی اسی سورۃ کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں لکھوں اور نیز سو۱۰۰ شعر کا قصیدہ بھی نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تیار کروں اور پھر اگر عند المقابلہ والموازنہ میاں بٹالوی صاحب کی تفسیر اور ان کا قصیدہ میری تفسیر اور قصیدہ سے افصح اور ابلغ اور اتم اور اکمل ثابت ہوا تو میں اپنے دعوے سے توبہ کروں گا اور سمجھ لوں گا کہ خدا تعالیٰ نے بٹالوی صاحب کی تائید کی اور اپنی کتابیں جلا دوں گا۔ اور اگر میں غالب ہوا تو بٹالوی صاحب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ اپنے ان بیانات میں سراسر کاذب اور دروغ گو تھے کہ یہ شخص مفتری اور دجال اور کافر اور ملعون ہے اور نیز علوم عربیہ سے ایسا جاہل کہ ایک صیغہ بھی درست طور پر نہیں آتا اور ساتھ اس کے میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص ہم میں سے اس مقابلہ سے منہ پھیرے یا بیجا حجتوں اور حیلوں سے اس طریق آزمائش کو ٹال دیوے تو اس پر خدا تعالیٰ کی **دس۱۰ لعنتیں** ہوں۔ مگر افسوس کہ بٹالوی صاحب نے ان لعنتوں کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ اور کئی عہد اور وعدے توڑ کر آخر حیلہ جوئی کے طور پر یہ جواب دیا کہ اول ہم آپ کی عربی تالیفوں کو آزمائش کی نظر سے

دیکھیں گے کہ وہ سہو اور نسیان سے مبرّا ہیں یا نہیں اور کوئی غلطی صَرف اور نحو کی رو سے ان میں ﴿۵﴾
پائی جاتی ہے یا نہیں اگر نہیں پائی جائیگی تو پھر بالمقابل تفسیر لکھنے اور سنو اشعر کا قصیدہ بنانے میں
کچھ عذر نہ ہوگا۔ مگر دانشمندوں نے سمجھ لیا کہ بطالوی صاحب نے اپنی جان بچانے کیلئے یہ
حیلہ نکالا ہے کیونکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ عربی یا فارسی کی کوئی مبسوط تالیف سہو اور غلطی سے
خالی نہیں ہوسکتی اور حیلہ جو کیلئے کوئی نہ کوئی لفظ گو سہو کاتب ہی سہی حجت پیش کرنے کیلئے ایک
سہارا ہوسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہاتھ پَیر مار کر اور مثل مشہور مرتا کیا نہ
کرتا پر عمل کر کے یہ شرمناک عذر پیش کر دیا اور اپنے دل کو اس بازاری چال بازی سے خوش
کرلیا کہ کسی ایک سہو کاتب یا فرض کرو اتفاقاً کسی غلطی کے نکلنے سے یہ حجت ہاتھ آجائے گی کہ
اب غلطی تمہاری کسی کتاب میں نکل آئی اسلئے اب بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن افسوس کہ
بطالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم
ہونے کا دعویٰ ہے۔ جو شخص عربی یا فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا ممکن ہے کہ حسب مقولہ
مشہورہ **قلّما سلم مکثار** کے کوئی صرفی یا نحوی غلطی اُس سے ہوجائے اور بباعث خطاء نظر
کے اُس غلطی کی اصلاح نہ ہوسکے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے
اور بباعث ذہول بشریت مؤلف کی اسپر نظر نہ پڑے پھر اس یکطرفہ نکتہ چینی میں دونوں فریق
کی علمی طاقتوں کا موازنہ کیونکر ہو۔ غرض بطالوی صاحب کے ایسے بیہودہ جوابات سے یقینی طور
پر معلوم ہوگیا کہ علم تفسیر اور علم ادب میں قسّام حقیقی نے ان کو کچھ بھی حصّہ نہیں دیا اور بجز لعن وطعن
اور چال بازی کی مشق کے اور کچھ بھی اُن کے دل اور دماغ اور زبان کو لوازم انسانیت نہیں ملی
اسی وجہ سے اوّل مجھے اُن کے اِس قسم کے تعصّبات کو دیکھ کر دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اب
ہمیشہ کے لئے ان سے اعراض کیا جائے۔ لیکن عوام کا یہ غلط خیال دُور کرنے کے لئے کہ گویا میاں
محمد حسین بطالوی یا دوسرے مخالف مولوی جو اِس بزرگ کے ہم مشرب ہیں علم ادب اور حقائق تفسیر

﴿۶﴾ کلام الٰہی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اب آخری دفعہ **اتمام حجّت** کے طور پر بطالوی صاحب اوران کے ہم مشرب دوسرے علماء کی عربی دانی اور حقائق شناسی کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے یہ رسالہ شائع کیا جائے اور واضح رہے کہ اس رسالہ میں **چار قصائد** اور ایک تفسیر **سورۃ فاتحہ** کی ہے اور اگر چہ یہ قصائد صرف ایک ہفتہ کے اندر بنائے گئے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ **چند ساعت** میں لیکن بطالوی صاحب اوران ہم مشرب مخالفوں کے لیے محض اتمام حجت کی غرض سے پوری ایک ماہ کی مہلت دیکر یہ اقرار شرعی قانونی شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس رسالہ کی اشاعت سے ایک ماہ کے عرصہ تک اسکے مقابل پر اپنا فصیح بلیغ رسالہ شائع کر دیں جس میں اسی تعداد کے موافق اشعار عربیہ ہوں جو ہمارے اس رسالہ میں ہیں اور ایسے ہی حقایق اور معارف اور بلاغت کے التزام سے سورہ فاتحہ کی تفسیر ہو جو اس رسالہ میں لکھی گئی ہے تو اُن کو **ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا** ورنہ آئندہ اُن کو یہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوگی کہ وہ ادیب اور عربی دان ہیں یا قرآن کریم کی حقایق شناسی میں کچھ بھی اُن کو مس ہے۔ اور مَیں نے سنا ہے کہ یہ گروہ علماء کا اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ کر اِس عاجز کو ایک طرف تو کاذب اور دجّال اور کافر ٹھہراتے ہیں اور ایک طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص سراسر جاہل ہے اور علم عربی سے بکلی بیخبر۔ سو اس مقابلہ سے بتمامتر صفائی ظاہر اور ثابت ہو جائے گا کہ اِس بیان میں یہ لوگ کاذب ہیں یا صادق۔ اور چونکہ اِن لوگوں کے دِلوں میں دیانت اور خداترسی نہیں اِس لئے اَب مَیں نہیں چاہتا کہ بار باراُن کی طرف توجہ کروں۔ اور اگر چہ مَیں ایک صریح کشف کے رُو سے ایسے متعصب اور کج دل لوگوں کے ساتھ مباحثات کرنے سے روکا گیا ہوں جس کا ذکر میری کتاب **آئینہ کمالات اسلام** میں چھپ چکا ہے لیکن یہ مقابلہ نشان نمائی کے طور پر ہے اور بلحاظ تورّع وتقویٰ آئندہ یہ عہد بھی کرتا ہوں کہ اگر اب میاں محمد حسین بطالوی یا کسی دوسرے مولوی نے

﴿۷﴾ بغیر کسی حیلہ وحجت کے میرے اِن قصائد اور تفسیر کے مقابل پر عرصہ ایک ماہ تک اپنے قصائد اور تفسیر شائع نہ کی تو پھر ہمیشہ کے لئے اس قوم سے اعراض کرونگا۔ اور اگر اِس رسالہ کے مقابل پر میاں بطالوی یا کسی اور اُنکے ہم مشرب نے سیدھی نیت سے اپنی طرف سے قصائد اور تفسیر سورہ فاتحہ تالیف کر کے بصورت رسالہ شائع کر دی تو مَیں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ثالثوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اِن کے قصائد اور انکی تفسیر جو سورہ فاتحہ کے دقائق اور حقائق کے متعلق ہو گی میرے قصائد اور میری تفسیر سے جو اسی سورہ مبارکہ کے اسرار لطیفہ کے بارہ میں ہے ہر پہلو سے بڑھ کر ہے تو میں **ہزار روپیہ** نقد اُن میں سے ایسے شخص کو دُوں گا جو روزِ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر ایسے قصائد اور ایسی تفسیر بصورت رسالہ شائع کرے اور نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ بعد بالمقابل قصائد اور تفسیر شائع کرنے کے اگر اِن کے قصائد اور اِن کی تفسیر نحوی وصَرفی اور علم بلاغت کی غلطیوں سے مُبرّا نکلے اور میرے قصائد اور تفسیر سے بڑھ کر نکلے تو پھر باوصف اپنے اِس کمال کے اگر میرے قصائد اور تفسیر بالمقابل کے کوئی غلطی نکالیں گے تو فی غلطی **پانچ روپیہ** انعام بھی دوں گا۔ مگر یاد رہے کہ نکتہ چینی آسان ہے ایک جاہل بھی کر سکتا ہے مگر نکتہ نمائی مشکل۔ تفسیر لکھنے کے وقت یہ یاد رہے کہ کسی دوسرے شخص کی تفسیر کی نقل منظور نہیں ہو گی بلکہ وہی تفسیر لائق منظوری ہو گی جس میں حقائق ومعارف جدیدہ ہوں بشرطیکہ کتاب اللہ اور فرمودہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالف نہ ہوں۔ اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم کی تعریف میں صاف فرماتا ہے کہ اس میں ہر یک چیز کی تفصیل ہے پھر معارف اور حقائق کا کوئی حصہ کیونکر اُس سے باہر رہ سکتا ہے۔ ماسوا اِس کے خدا تعالیٰ کا قانون قدرت بھی یہی شہادت دے رہا ہے کہ جو کچھ اُس سے صادر ہوا ہے خواہ ایک مکھی ہو وہ بے انتہا عجائبات اپنے اندر رکھتا ہے پھر کیا ایک ایماندار یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ ایک مکھی یا مچھر کی بناوٹ تو ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ اگر قیامت تک تمام فلاسفر اُسکے خواص عجیبہ کے دریافت

﴿۸﴾ کرنے کے بارہ میں سوچتے چلے جائیں تب بھی ان کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ جس قدر اُن میں خواص تھے انہوں نے معلوم کر لیے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی عبارتیں صرف سطحی خیالات تک محدود ہیں جو ایک جاہل مُلّا اُنپر سرسری نظر ڈال کر دعویٰ کر سکتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں تھا مَیں نے معلوم کرلیا۔ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہرگز بدل نہیں سکتا اور اسکی مخلوقات میں سے ایک پتّہ بھی ایسا نہیں جسکو چند معلومہ خواص میں محدود کہہ سکیں بلکہ اسکی ہر یک مخلوق خواص غیر محدودہ اپنے اندر رکھتی ہے اور اسی وجہ سے ہر یک مخلوق میں صفت بے نظیری پائی جاتی ہے اور اگر تمام دنیا اُسکی نظیر بنانا چاہے تو ہرگز اُن کے لیے میسر نہ ہو جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ فرما دیا ہے کہ مکھی بنانے پر بھی کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔ کیوں قادر نہیں ہو سکتا اِسکی یہی تو وجہ ہے کہ مکھی میں بھی اِس قدر عجائبات صنعت صانع ہیں کہ انسانی طاقتوں بلکہ تمام مخلوق کی قوتوں سے بڑھ کر ہیں پھر خدا تعالیٰ کا کلام کیوں ایسا گرا ہوا اور ادنیٰ درجہ کا سمجھا جاوے کہ جو اپنے خواص اور حقائق کے رُو سے مکھی کے درجہ پر نہیں ۔ کیا یہ وہی کلام نہیں جسکے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [۱] یعنی اگر جن واِنس اس بات پر اتفاق کرلیں کہ اِس قرآن کی نظیر بناویں تو ہرگز بنا نہیں سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ بعض نادان مُلّا اخزاھم اللّٰہ کہا کرتے ہیں کہ یہ بے نظیری صرف بلاغت کے متعلق ہے لیکن ایسے لوگ سخت جاہل اور دِلوں کے اندھے ہیں اِس میں کیا کلام ہے کہ قرآن کریم اپنی بلاغت اور فصاحت کے رُو سے بھی بے نظیر ہے۔ لیکن قرآن کریم کا یہ منشاء نہیں ہے کہ اُس کی بے نظیری صِرف اسی وجہ سے ہے بلکہ اُس پاک کلام کا یہ منشاء ہے کہ جن جن صفات سے وہ متصف کیا گیا ہے اُن تمام

[۱] بنی اسرائیل: ۸۹

صفات کے رُو سے وہ بینظیر ہے مگر یہ حاجت نہیں کہ وہ تمام صفات جمع ہو کر بینظیری ﴿۹﴾
پَیدا ہو بلکہ ہر یک صفت جُدا گانہ بینظیری کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اب ضروری سمجھ کر قرآن کریم کی وہ صفات کاملہ جو اس پاک کلام میں مندرج ہیں جن کی رُو سے قرآن کریم بینظیر کہلاتا ہے بطور نمونہ کسی قدر ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ [1] ۔ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ [2] ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ [3] ۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ [4] ۔ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ [5] ۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۔ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۔ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [6] ۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ [7] ۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ [8] ۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ [9] ۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ [10] ۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ [11] ۔ وَمُهَيْمِنًا [12] ۔ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ [13] ۔ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ [14] ۔ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ [15] ۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ [16] ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [17] ۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [18] ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا [19] ۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [20] ۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [21] ۔ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ [22] ۔ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ [23]

[1] یونس:۲ [2] الاحقاف:۳۱ [3] التکویر:۲۸، ۲۹ [4] الانعام:۳۹ [5] الجاثیة:۲۱ [6] الواقعة:۷۶تا۸۰ [7] ابراھیم:۲۵ [8] بنی اسرائیل:۱۰ [9] الطارق:۱۴ [10] البقرة:۳ [11] القمر:۶ [12] المائدة:۴۹ [13] البقرة:۱۸۶ [14] الحاقة:۴۹ [15] الحاقة:۵۲ [16] التکویر:۲۵ [17] المائدة:۱۶، ۱۷ [18] الصف:۱۰ [19] النسآء:۱۷۵ [20] المائدة:۴ [21] الزمر:۲۴ [22] یونس:۳۶ [23] الشوریٰ:۱۸

﴿۱۰﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا [۱]۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا
لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ [۲]۔ هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ
لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [۳]۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ [۴]۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا
اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ [۵]۔ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا [۶]۔ وَكُلَّ شَىْءٍ فَصَّلْنٰهُ
تَفْصِيْلًا [۷]۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ [۸]۔ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا
يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ [۹]۔ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ
نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا [۱۰]۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ [۱۱]۔ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا [۱۲]۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
مُّبِيْنٍ [۱۳]۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ [۱۴]۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى
اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
ظَهِيْرًا [۱۵]۔

خلاصہ ترجمہ ان تمام آیات کا یہ ہے کہ قرآن حکیم ہے یعنی حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ راہ راست کی تمام منازل طے کرا دیتا ہے اور ذکر للعالمین ہے یعنی ہر ایک قسم کی فطرت کو اُسکے کمالات مطلوبہ یاد دلاتا ہے اور ہر یک رتبہ کا آدمی اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے جیسے ایک عامی ویسا ہی ایک فلسفی۔ یہ اُس شخص کیلئے اُترا ہے جو انسانی استقامت کو اپنے اندر حاصل کرنا چاہتا ہے یعنی انسانی درخت کی جس قدر شاخیں ہیں یہ کلام اُن سب شاخوں کا پرورش کرنیوالا اور حدّ اعتدال پر لانے والا ہے۔ اور انسانی قویٰ کے ہر یک پہلو پر اپنی تربیت کا اثر ڈالتا ہے۔ کوئی صداقت اس سے باہر نہیں۔ اسکی تعلیمیں بصیرت بخشتی ہیں اور ایمان لانیوالوں کو وہ راہ دکھاتی ہیں جس سے ایمان قوی ہوتا ہے اور رحمانیت اور رحیمیت الٰہی اُن کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ ایمان سے عرفان کے درجہ تک پہنچتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مواقع النجوم کی قسم کھاتا ہوں اور یہ بڑی قسم ہے اگر تمہیں علم ہو۔ اور قسم اِس بات پر ہے کہ یہ قرآن عظیم الشان کتاب ہے اور اسکی تعلیمات سنت اللہ کے مخالف نہیں۔

[۱] الرعد:۱۸ [۲] النحل:۶۵ [۳] الحدید:۱۰ [۴] یونس:۵۸ [۵] صٓ:۳۰ [۶] مریم:۹۸ [۷] بنی اسرائیل:۱۳ [۸] بنی اسرائیل:۱۰۶
[۹] حٰمٓ السجدۃ:۴۲۔۴۳ [۱۰] الشوریٰ:۵۳ [۱۱] النحل:۹۰ [۱۲] الشوریٰ:۵۳ [۱۳] الشعراء:۹۶ [۱۴] البینۃ:۴ [۱۵] بنی اسرائیل:۸۹

بلکہ اسکی تمام تعلیمات کتاب مکنون یعنی صحیفہ فطرت میں لکھی ہوئی ہیں اور اسکے دقائق کو وہی لوگ ﴿۱۱﴾
معلوم کرتے ہیں جو پاک کئے گئے ہیں (اِس جگہ اللہ جلّ شانہٗ نے مواقع النجوم کی قسم کھا کر
اِس طرف اشارہ کیا کہ جیسے ستارے نہایت بلندی کی وجہ سے نقطوں کی طرح نظر آتے ہیں مگر وہ
اصل میں نقطوں کی طرح نہیں بلکہ بہت بڑے ہیں ایسا ہی قرآن کریم اپنی نہایت بلندی اور علو
شان کی وجہ سے کم نظروں کے آنکھوں سے مخفی ہے اور جن کی غبار دور ہو جاوے وہ اُن کو دیکھتے
ہیں اور اِس آیت میں اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم کے دقائق عالیہ کیطرف بھی اشارہ فرمایا
ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں سے مخصوص ہیں جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پاک کرتا ہے
اور یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اگر علم قرآن مخصوص بندوں سے خاص کیا گیا ہے تو دوسروں سے
نافرمانی کی حالت میں کیونکر مواخذہ ہوگا کیونکہ قرآن کریم کی وہ تعلیم جو مدار ایمان ہے وہ عام فہم
ہے جس کو ایک کافر بھی سمجھ سکتا ہے اور ایسی نہیں ہے کہ کسی پڑھنے والے سے مخفی رہ سکے اور اگر
وہ عام فہم نہ ہوتی تو کارخانہ تبلیغ ناقص رہ جاتا۔ مگر حقائق معارف چونکہ مدار ایمان نہیں صرف
زیادت عرفان کے موجب ہیں اِس لئے صرف خواص کو اُس کوچہ میں راہ دیا کیونکہ وہ دراصل
مواہب اور رُوحانی نعمتیں ہیں جو ایمان کے بعد کامل الایمان لوگوں کو ملا کرتی ہیں۔) پھر بعد
اس کے فرمایا کہ کلمات قرآن کے اس درخت کی مانند ہیں جس کی جڑھ ثابت ہو اور شاخیں
اُس کی آسمان میں ہوں۔ اور وہ ہمیشہ اپنے وقت پر اپنا پھل دیتا ہے یعنی انسان کی سلیم فطرت
اُس کو قبول کرتی ہے اور آسمان میں شاخوں کے ہونے سے یہ مراد ہے کہ بڑے بڑے معارف
پر مشتمل ہے جو قانون قدرت کے موافق ہیں اور ہمیشہ پھل دینے سے یہ مراد ہے کہ دائمی طور پر
روحانی تاثیرات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ قرآن اُس سیدھی راہ کی ہدایت دیتا
ہے جس میں ذرا کجی نہیں اور انسانی سرشت سے بالکل مطابقت رکھتی ہے اور درحقیقت قرآن
کی خوبیوں میں سے یہ ایک بڑی خوبی ہے کہ وہ ایک کامل دائرہ کی طرح بنی آدم کی تمام قویٰ

﴿۱۲﴾ پُرمحیط ہو رہا ہے اور آیت موصوفہ میں سیدھی راہ سے وہی راہ مراد ہے کہ جو راہ انسان کی فطرت سے نہایت نزدیک ہے یعنی جن کمالات کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے اُن تمام کمالات کی راہ اُس کو دکھلا دینا اور وہ راہیں اُسکے لئے میسر اور آسان کر دینا جن کے حصول کیلئے اُسکی فطرت میں استعداد رکھی گئی ہے اور لفظ **اَقْوَم** سے آیت یَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ [1] میں یہی راستی مراد ہے۔ پھر بعد اِسکے فرمایا کہ قرآن کریم تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور یہ قول بھی اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں تمام اقسام حکمت الٰہی کے موجود ہیں۔ کیونکہ جو کتاب خود ناقص اور بعض معارف سے خالی ہو وہ عام طور پر الٰہیات کے مخطیوں اور مصیبوں کیلئے قاضی اور حَکَم نہیں ٹھہر سکتی بلکہ اُسی وقت حَکَم ٹھہرے گی کہ جب جامع جمیع علوم حکمیہ ہوگی۔ اور پھر فرمایا کہ یہ قرآن تمام شکوک سے پاک ہے اور اسکی تعلیمات میں شک اور شبہ کو راہ نہیں یعنی علوم یقینیہ سے پُر ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ قرآن وہ حکمت ہے جو اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور تمام الٰہی کتابوں پر حاوی ہے اور تمام معارف دینیہ کا اُسمیں بیان موجود ہے وہ ہدایت کرتا ہے اور ہدایت پر دلائل لاتا ہے اور پھر حق کو باطل سے جُدا کر کے دکھلا دیتا ہے اور وہ پرہیزگاروں کو اُنکی نیک استعدادیں جو اُن میں موجود ہیں یاد دلا دیتا ہے اور اُسکی تعلیم یقین کے مرتبہ پر ہے اور وہ غیب گوئی میں بخیل نہیں ہے یعنی اُس میں امور غیبیہ بہت بھرے ہوئے ہیں اور پھر صرف اتنا نہیں کہ اپنے اندر ہی امور غیبیہ رکھتا ہے بلکہ اس کا سچا پَیرو بھی منجانب اللہ الہام پا کر امور غیبیہ کو پا سکتا ہے اور یہ فیض اسی پاک کتاب کا جو بخیل نہیں ہے۔ اور دُوسری کتابیں اگرچہ منجانب اللہ بھی ہوں مگر اب وہ بخیل کا ہی حکم رکھتی ہیں جیسے انجیل اور توریت کہ اب ان کی پَیروی کرنے والا کوئی نور حاصل نہیں کر سکتا بلکہ انجیل تو عیسائیوں سے ایک ٹھٹھا کر رہی ہے کیونکہ جو عیسائی ایمانداروں کی علامتیں انجیل نے ٹھہرائی ہیں کہ وہ نا قابل علاج بیماروں یعنی مادرزاد اندھوں اور مجذوموں اور لنگڑوں اور بہروں کو اچھا کریں گے اور پہاڑوں کو حرکت دے دینگے اور زہر کھانے سے نہیں مرینگے یہ علامتیں

[1] بنی اسرائیل:۱۰

عیسائیوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ حضرت عیسیٰ نے یہ بات کہہ کر کہ اگر رائی کے دانہ کے ﴿۱۳﴾
برابر بھی تم میں ایمان ہوتو یہ تمام کام جو مَیں کرتا ہوں تم کرو گے بلکہ مجھ سے زیادہ کرو گے
اِس بات پر مہر لگادی کہ تمام عیسائی بے ایمان ہیں اور جب بے ایمان ہوئے تو اُن کو یہ
حق بھی نہیں پہنچتا کہ کسی سے سچائی دین کے بارے میں بحث کریں جب تک پہلے اپنی
ایمانداری ثابت نہ کرلیں کیونکہ ان کی حالت یہ گواہی دے رہی ہے کہ بوجہ نہ پائے
جانے قراردادہ علامتوں کے یا تو وہ بے ایمان ہیں اور یا وہ شخص کاذب ہے جس نے ایسی
علامتیں اِن کے لئے قرار دیں جو انمیں پائی نہیں جاتیں اور دونوں طور کے احتمال کی رُو
سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی لوگ سچائی سے بکلّی دور ومہجور و بے نصیب ہیں مگر قرآن کریم
نے اپنے پَیروؤں کے لئے جو علامتیں قرار دی ہیں وہ صدہا مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں
جس سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا برحق کلام ہے لیکن اگر عیسائیوں کو
ایماندار مان لیا جاوے تو ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ انجیل موجودہ کسی ایسے شخص کا کلام ہے کہ جو
جھوٹی پیشگوئیوں کے سہارے سے اپنے گروہ کو قائم رکھنا چاہتا ہے مگر یاد رہے کہ اِس تقریر
سے حضرت مسیح علیہ السلام پر ہمارا کوئی حملہ نہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر یہ باتیں
حضرت مسیح کی طرف سے ہیں تو انہوں نے ایمانداروں کی یہ نشانیاں لِکھ دیں۔ پھر اگر
کوئی ایمانداری کو چھوڑ دے تو حضرت مسیح کا کیا قصور۔ بلکہ حضرت مسیح نے اِن علامات
کے لباس میں عیسائیوں کے بے ایمان ہوجانے کے زمانہ کی ایک پیشگوئی کردی ہے یعنی
یہ کہہ دیا ہے کہ جب اے عیسائیو تمہارے پر ایسا زمانہ آوے کہ تم میں یہ علامتیں نہ پائی
جاویں تو سمجھو کہ تم بے ایمان ہوگئے اور ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی تم میں ایمان نہ
رہا۔اس میں شک نہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے عیسائیوں کے بعض
خواص افراد میں یہ علامتیں پائی جاتی تھیں اور خوارق اُن سے ظہور میں آتے تھے لیکن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت میں جب وہ لوگ بہ باعث نہ قبول کرنے اُس آفتاب

﴿۱۴﴾ صدّاقت کے بے ایمان ہو گئے اور ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ رہا۔ تب عموماً بے ایمانی کی علامتیں اُن میں ظاہر ہو گئیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ جب تک عیسائی **اقامو االتوراة والانجیل** کا اپنے تئیں مصداق ثابت نہ کریں یعنی ایمانداری کی علامتیں نہ دکھلائیں تب تک بار بار اُن سے یہی مواخذہ کریں کہ وہ اُن علامات قرارداده انجیل کے رُو سے اپنا ایماندار ہونا ہمیں دکھلا دیں اُن سے یہ پوچھنا چاہئے کہ تم کس دین کی طرف بلاتے ہو۔ آیا اِس انجیلی دین کی طرف جس کے قبول کرنیوالوں کی یہ یہ علامتیں لکھی ہیں کہ رُوح القدس اُن کو ملتی ہے اور ایسے ایسے خوارق وہ دکھاتے ہیں اگر وہی دین ہے تو بہت خوب وہ علامتیں دکھلاؤ۔ اور اول اپنے تئیں ایک ایماندار عیسائی ثابت کرو اور پھر اُس روشن اور مُدلّل ایمان کی طرف دوسروں کو بلاؤ اور جبکہ اُس ایمان کی علامتیں ہی موجود نہیں تو نجات جس کا ملنا اسی ایمان پر مبنی ہے اسی طرح باطل ہو گی جیسا کہ تمہارا ایمان باطل ہے۔ اور جھوٹے ایمان کا ثمرہ سچی نجات نہیں ہو سکتی بلکہ جھوٹی نجات ثمرہ ہو گی جو جہنم سے بچا نہیں سکتی۔ غرض کوئی عیسائی بحیثیت عیسائی ہونے کے بحث کرنے کا حق نہیں رکھتا جب تک انجیلی نشانیوں کے ساتھ اپنی تئیں سچا عیسائی ثابت نہ کرے۔ **و انّی لھم ذالک۔**

پھر ہم بقیہ آیات کا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن اور رسول ایک نور ہے جو تمہاری طرف آیا یہ کتاب ہر یک حقیقت کو بیان کرنیوالی ہے خدا اِسکے ساتھ اُن لوگوں کو سلامتی کی راہ دکھلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں اور وہ اُن کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ جو اُس تک پہنچتی ہے اُن کو دکھلاتا ہے۔ وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اس ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا اِس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اے لوگو! قرآن ایک بُرہان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہے اور ایک کھلا کھلا نور ہے جو تمہاری طرف اُتارا گیا ہے۔ آج تمہارے لئے دین کامل کیا گیا اور تم پر سب نعمتیں پُوری کی گئیں۔

اور میری رضا مندی اِسمیں محدود ہوگئی کہ تم دین اسلام پر قائم ہو جاؤ۔ خدا نے نہایت کامل اور ﴿۱۵﴾
پسندیدہ کلام تمہاری طرف اُتارا اِس کتاب میں یہ خاصیت ہے کہ یہ کتاب متشابہ ہے یعنی اسکی
تعلیمات نہ باہم اختلاف رکھتی ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت سے منافی ہیں بلکہ جو
کمال انسان کے لئے اسکی فطرت اور اُس کے قویٰ کے لحاظ سے ضروری ہے اسی کمال کے
مناسب حال اِس کتاب کی تعلیم ہے اور یہ صفت توریت اور انجیل کی تعلیم میں نہیں پائی جاتی۔
توریت میں حد سے زیادہ سختی اور انتقام پر زور ڈالا گیا ہے اور وہ سختی مطیع اور نافرمان اور دوست
اور دشمن دونوں کے حق میں ایسے طور سے تجویز کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت کی
تعلیم کو خاص قوم اور خاص زمانہ کے لحاظ سے یہ مجبوری پیش آ گئی تھی کہ سیدھے اور عام قانون
قدرت کے موافق توریت کے احکام اُن قوموں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اِسی لحاظ
سے توریت نے اندرونی طور پر یعنی اپنی قوم کے ساتھ یہ سختی کی کہ انتقامی احکام پر زور ڈال دیا
اور عفو اور درگذر گویا یہودیوں کے لئے حرام کی طرح ہو گئے اور دانت کے عوض اپنے بھائی کا
دانت نکال ڈالنا داخل ثواب سمجھا گیا اور حقوق اللہ میں بھی بہت سخت اور گویا فوق الطاقت
تکلیفیں جن سے معیشت اور تمدن میں حرج ہو رکھی گئیں۔ ایسا ہی بیرونی احکام توریت کے
بھی زیادہ سخت تھے جن کی رُو سے مخالفوں اور نافرمانوں کے دیہات اور شہر پُھو نکے گئے اور
کئی لاکھ بچے قتل کئے گئے اور بڈھوں اور اندھوں اور لنگڑوں اور ضعیف عورتوں کو بھی تہ تیغ کیا
گیا۔ اور انجیل کی تعلیم میں حد سے زیادہ نرمی اور رحم اور درگذر فرض کی طرح ٹھہرائے گئے۔
چنانچہ بیرونی طور پر اگر دشمن دین حملہ کریں تو انجیل کی رُو سے مقابلہ کرنا حرام ہے گو وہ اُن کے
رُوبرو اُن کے قوم کے غریبوں اور ضعیفوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اُنکے بچوں کو قتل کر ڈالیں
اور اُن کی عورتوں کو پکڑ کر لیجائیں اور ہر طرح سے بے حرمتی کریں اور اُن کے معابد کو پُھونک
دیں اور اُنکی کتابوں کو جلا دیں غرض کیسے ہی اُنکی قوم کو تہ و بالا کر دیں مگر دشمن مذہب کے

﴿۱۶﴾ ساتھ لڑائی کا حکم نہیں۔ ایسا ہی اندرونی طور پر بھی انجیل میں قوم کی باہمی حفظ حقوق کیلئے یا مجرم کو پاداش جرم کے لئے کوئی سزا اور قانون نہیں۔ اور صرف رحم اور عفو اور درگذر کے پہلو پر اگرچہ جَبین مَت سے بہت کم مگر تاہم اِس قدر زور ڈال دیا گیا ہے کہ دوسرے پہلوؤں کا گویا خیال ہی نہیں۔ اگرچہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دُوسری بھی پھیر دینا ایک نادان کی نظر میں بڑی عمدہ تعلیم معلوم ہوگی مگر افسوس کہ ایسے لوگ نہیں سمجھتے کہ کیا کسی زمانہ کے لوگوں نے اِسپر عمل بھی کیا اور اگر بفرض محال عمل کیا تو کیا یہی آبادی رہی اور لوگوں کی جان و مال اور امن میں کچھ خلل نہ ہوا۔ کیا یہ تعلیم دنیا کے پَیدا کرنے والے کے اُس قانون قدرت کے مطابق ہے جس کی طرف انسانوں کی طبائع مختلفہ محتاج ہیں کیا نہیں دیکھتے کہ تمام طبائع جرائم کی سزا دینے کی طرف بالطبع جُھک گئیں اور ہر یک سلطنت نے انسداد جرائم کے لئے یہی قانون مرتب کئے جو مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے اور کسی ملک کا انتظام بجز قوانین سزا کے مجرد رحم سے چل نہ سکا۔ آخر عیسائی مذہب نے بھی اس رحم اور درگذر کی تعلیم سے بیزار ہو کر وہ خونریزیاں دکھلائیں کہ شاید اُن کی دنیا میں نظیر نہیں ہوگی اور جیسے ایک پُل ٹوٹ کر ارد گرد کو تہ آب کر دیتا ہے ایسا ہی عیسائی قوم نے درگذر کی تعلیم کو چھوڑ کر کام دکھلائے۔ سو اِن دونوں کتابوں کا ناتمام اور ناقص ہونا ظاہر ہے لیکن قرآن کریم اخلاقی تعلیم میں قانون قدرت کے قدم بہ قدم چلا ہے۔ رحم کی جگہ جہاں تک قانون قدرت اجازت دیتا ہے رحم ہے اور قہر اور سزا کی جگہ اسی اصول کے لحاظ سے قہر اور سزا اور اپنی اندرونی اور بیرونی تعلیم میں ہر یک پہلو سے کامل ہے اور اس کی تعلیمات نہایت درجہ کے اعتدال پر واقعہ ہیں جو انسانیت کے سارے درخت کی آبپاشی کرتی ہیں نہ کسی ایک شاخ کی۔ اور تمام قویٰ کی مُربّی ہیں نہ کسی ایک قُوت کی۔ اور درحقیقت اسی اعتدال اور موزونیت کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا ہے۔ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا [۱]۔ پھر بعد اس کے مَثَانِیَ کے لفظ میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات معقولی اور

[۱] الزمر:۲۴

رُوحانی دونوں طور کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ پھر بعد اس کے فرمایا کہ قرآن میں اِس قدر ﴿۱۷﴾
عظمت حق بھری ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی آیتوں کے سُننے سے اُن کے دِلوں پر قشعریرہ پڑ جاتا ہے اور پھر اُن کی جلدیں اور اُن کے دل یاد الٰہی کے لئے بہ نکلتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ کتاب حق ہے اور نیز میزان حق یعنی یہ حق بھی ہے اور اِس کے ذریعہ سے حق شناخت بھی ہوسکتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے پانی اُتارا۔ پس اپنے اپنے قدر پر ہر یک وادی بہ نکلی یعنی جس قدر دنیا میں طبائع انسانی ہیں قرآن کریم اُنکے ہر یک مرتبہ فہم اور عقل اور ادراک کی تربیت کرنیوالا ہے اور یہ امر مستلزم کمال تام ہے کیونکہ اِس آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم اِس قدر وسیع دریائے معارف ہے کہ محبت الٰہی کے تمام پیاسے اور معارف حقّہ کے تمام تشنہ لب اسی سے پانی پیتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم کو اِسلئے اُتارا ہے کہ تا جو پہلی قوموں میں اختلاف ہو گئے ہیں اُن کا اظہار کیا جائے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ قرآن ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور اُس میں تمام بیماریوں کی شفا ہے اور طرح طرح کی برکتیں یعنی معارف اور انسانوں کو فائدہ پہنچانے والے اُمور اس میں بھرے ہوئے ہیں اور اس لائق ہے کہ اِس کو تدبّر سے دیکھا جائے اور عقلمند اس میں غور کریں اور سخت جھگڑالو اِس سے مُلزم ہوتے ہیں اور ہر یک شے کی تفصیل اِس میں موجود ہے اور یہ ضرورت حقہ کے وقت نازل کیا گیا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اُترا ہے اور یہ کتاب عزیز ہے باطل کو اِس کے آگے پیچھے راہ نہیں اور یہ نور ہے جس کے ذریعہ سے ہدایت دی جاتی ہے اِس میں ہر یک شے کا بیان موجود ہے اور یہ رُوح ہے اور یہ کتاب عربی فصیح بلیغ میں ہے اور تمام صداقتیں غیر متبدل اِس میں موجود ہیں ان کو کہدے کہ اگر جن وانس اس کی نظیر بنانا چاہیں یعنی وہ صفات کاملہ جو اس کی بیان کی گئی ہیں اگر کوئی ان کی مثل بنی آدم اور جنّات میں سے بنانا چاہیں تو یہ اُن کیلئے ممکن نہ ہوگا اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

﴿۱۸﴾ اب اس مقام میں ثابت ہوا کہ قرآن کریم صرف اپنی بلاغت وفصاحت ہی کے رو سے بینظیر نہیں بلکہ اپنی ان تمام خوبیوں کی رُو سے بینظیر ہے جن خوبیوں کا جامع وہ خود اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور یہی صحیح بات بھی ہے کیونکہ خداتعالیٰ کی طرف سے جو کچھ صادر ہے اُس کی صرف ایک خوبی ہی بیمثل نہیں ہونی چاہیئے بلکہ ہر یک خوبی بیمثل ہوگی۔ بلاشبہ جو لوگ قرآن کریم کو غیر محدود حقایق اور معارف کا جامع نہیں سمجھتے وہ ماقدروا القراٰن حق قدرہ میں داخل ہیں۔ خداتعالیٰ کی پاک اور سچی کلام کو شناخت کرنے کی یہ ایک ضروری نشانی ہے کہ وہ اپنی جمیع صفات میں بے مثل ہو کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز خداتعالیٰ سے صادر ہوئی ہے اگر مثلاً ایک جَو کا دانہ ہے وہ بھی بینظیر ہے اور انسانی طاقتیں اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتیں اور بے مثل ہونا غیر محدود ہونے کو مستلزم ہے یعنی ہر یک چیز اُسی حالت میں بے نظیر ٹھہر سکتی ہے جبکہ اُس کی عجائبات اور خواص کی کوئی حد اور کنارہ نظر نہ آوے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں یہی خاصیت خداتعالیٰ کی ہر یک مخلوق میں پائی جاتی ہے مثلاً اگر ایک درخت کے پتّے کی عجائبات کی ہزار برس تک بھی تحقیقات کی جائے تو وہ ہزار برس ختم ہو جائیگا مگر اس پتّے کے عجائبات ختم نہیں ہونگے اور اس میں سرّ یہ ہے کہ جو چیز غیر محدود قدرت سے وجود پذیر ہوئی ہے اس میں غیر محدود عجائبات اور خواص کا پَیدا ہونا ایک لازمی اور ضروری امر ہے اور یہ آیت کہ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا[۱]۔ اپنے ایک معنے کی رو سے اسی امر کی مؤید ہے کیونکہ مخلوقات اپنے مجازی معنوں کی رُو سے تمام کلمات اللہ ہی ہیں اور اسی کی بناء پر یہ آیت ہے کہ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ[۲]۔ کیونکہ ابن مریم میں دوسری مخلوقات میں سے کوئی امر زیادہ نہیں اگر وہ کلمۃ اللہ ہے تو آدم بھی کلمۃ اللہ ہے اور اس کی اولاد بھی کیونکہ ہر یک چیز کن فیکون کے کلمہ سے پَیدا ہوئی ہے اِسی طرح مخلوقات کی صفات اور خواص بھی کلمات ربّی ہیں یعنی مجازی معنوں کی رو سے کیونکہ وہ تمام کلمہ کن فیکون سے نکلے ہیں۔

[۱] الکہف:۱۱۰ [۲] النساء:۱۷۲

سو اِن معنوں کے رو سے اس آیت کا یہی مطلب ہوا کہ خواص مخلوقات بیحد اور بے نہایت ہیں اور جبکہ ہر یک چیز اور ہر یک مخلوق کے خواص بیحد اور بے نہایت ہیں اور ہر یک چیز غیر محدود عجائبات پر مشتمل ہے تو پھر کیونکر قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہے صرف اِن چند معانی میں محدود ہوگا کہ جو چالیس پچاس یا مثلاً ہزار جزو کی کسی تفسیر میں لکھے ہوں یا جس قدر ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانہ محدود میں بیان کئے ہوں۔ نہیں بلکہ ایسا کلمہ مُنہ پر لانا میرے نزدیک قریب قریب کفر کے ہے۔ اگر عمداً اُس پر اصرار کیا جائے تو اندیشہ کفر ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے معنے بیان فرمائے ہیں وہی صحیح اور حق ہیں مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ جو کچھ قرآن کریم کے معارف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے اُن سے زیادہ قرآن کریم میں کچھ بھی نہیں۔ یہ اقوال ہمارے مخالفوں کے صاف دلالت کر رہے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی غیر محدود عظمتوں اور خوبیوں پر ایمان نہیں لاتے اور ان کا یہ کہنا کہ قرآن کریم ایسوں کے لئے اُترا ہے جو اُمّی تھے اور بھی اِس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ قرآن شناسی کی بصیرت سے بکلّی بے بہرہ ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محض اُمّیوں کے لئے نہیں بھیجے گئے بلکہ ہر یک رُتبہ اور طبقہ کے انسان اُن کی اُمّت میں داخل ہیں اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا [1] پس اس آیت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم ہر یک استعداد کی تکمیل کے لئے نازل ہوا ہے اور درحقیقت آیت وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ [2] میں بھی اِسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے بارہ میں بیان فرمایا اُس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہی البطلان ہے۔ ہم نہایت قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کلام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عجائبات غیر محدود اور نیز بے مثل ہوں۔ اور اگر یہ اعتراض ہو کہ ﴿۱۹﴾

[1] الاعراف:۱۵۹ [2] الاحزاب:۴۱

﴿۲۰﴾ اگر قرآن کریم میں ایسے عجائبات اور خواص مخفیہ تھے تو پہلوں کا کیا گناہ تھا کہ اُن کو اِن اسرار سے محروم رکھا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بکلی اسرار قرآنی سے محروم تو نہیں رہے بلکہ جس قدر معلومات عرفانیہ خدا تعالیٰ کے ارادہ میں ان کے لئے بہتر تھے وہ اُن کو عطا کئے گئے اور جس قدر اس زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اِس زمانہ میں اسرار ظاہر ہونے ضروری تھے وہ اس زمانہ میں ظاہر کئے گئے۔ مگر وہ باتیں جو مدار ایمان ہیں اور جن کے قبول کرنے اور جاننے سے ایک شخص مسلمان کہلا سکتا ہے وہ ہر زمانہ میں برابر طور پر شائع ہوتی رہیں۔ میں متعجب ہوں کہ اِن ناقص الفہم مولویوں نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ خدا تعالیٰ پر یہ حق واجب ہے کہ جو کچھ آئندہ زمانہ میں بعض آلاء و نعماء حضرت باری عزّ اسمہٗ ظاہر ہوں پہلے زمانہ میں بھی ان کا ظہور ثابت ہو بلکہ اس بات کے ماننے کے بغیر کسی صحیح الحواس کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ بعض نعماء الٰہی پچھلے زمانہ میں ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ان کا اثر اور وجود نہیں پایا جاتا۔ دیکھو جس قدر صدہا نباتات جدیدہ کے خواص اب دریافت ہوئے ہیں یا جس قدر انسانوں کے آرام کے لئے طرح طرح کے صناعات اور سواریاں اور سہولت معیشت کی باتیں اب نکلی ہیں پہلے اُن کا کہاں وجود تھا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ایسے حقائق دقائق قرآنی کا نمونہ کہاں ہے جو پہلے دریافت نہیں کئے گئے تو اِسکا جواب یہ ہے کہ اِس رسالہ کے آخر میں جو سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے اِسکے پڑھنے سے تمہیں معلوم ہوگا کہ اِس قسم کے حقائق اور معارف مخفیہ قرآن کریم میں موجود ہیں جو ہر یک زمانہ میں اُس زمانہ کی ضرورتوں کے موافق ہیں۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قصائد اور یہ تفسیر کسی غرض خود نمائی اور خود ستائی سے نہیں لکھی گئی بلکہ محض اس غرض سے کہ تا میاں بطالوی اور اُن کے ہم خیال لوگوں کی نسبت منصف لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے اِس اصرار میں کہ یہ عاجز مُفتری اور دجّال اور ساتھ اِس کے بالکل علم ادب سے بے بہرہ اور قرآن کریم کے حقائق و معارف سے بے نصیب ہے

﴿۲۱﴾ اور وہ لوگ بڑے اعلیٰ درجے کے عالم فاضل ہیں کس قدر کاذب اور دروغگو اور دین اور دیانت سے دور ہیں اگر میاں بطالوی اپنے ان بیانات اور ہذیانات میں جو اُس نے اِس عاجز کے نادان اور جاہل اور مُفتری ہونے کے بارہ میں اپنے **اشاعة السنة** میں شائع کئے ہیں دیانتدار اور راست گو ہے تو کچھ شک نہیں کہ اب بلا حجت وحیلہ اِن قصائد اور تفسیر کے مقابلہ پر اپنی طرف سے اسی قدر اور تعداد اشعار کے لحاظ سے چار قصیدے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اور نیز سورۃ فاتحہ کی تفسیر بھی شائع کرے گا۔ تا سیہ رُوئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ اور ایسا ہی وہ تمام مولوی جن کے سر میں تکبر کا کیڑا ہے اور جو اِس عاجز کو باوجود بار بار اظہار ایمان کے کافر اور مُرتد خیال کرتے ہیں اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتے ہیں اِس مقابلہ کیلئے مدعو ہیں چاہے وہ دہلی میں رہتے ہوں جیسا کہ میاں شیخ الکل اور یا لکھوکے میں جیسا کہ میاں محی الدین بن مولوی محمد صاحب اور یا لاہور میں یا کسی اور شہر میں رہتے ہوں اور اب ان کی شرم اور حیا کا تقاضا یہی ہے کہ مقابلہ کریں اور ہزار روپیہ لیویں ان کو اختیار ہے کہ بالمقابل جوہر علمی دکھلانے کے وقت ہماری غلطیاں نکالیں ہماری صرف ونحو کی آزمائش کریں اور ایسا ہی اپنی بھی آزمائش کرادیں لیکن یہ بات بے حیائی میں داخل ہے کہ بغیر اِسکے جو ہمارے مقابل پر اپنا بھی جوہر دکھلاویں یکطرفہ طور پر اُستاد بن بیٹھیں۔

اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ شیخ بطالوی نے جس قدر اس عاجز کی بعض عربی عبارات سے غلطیاں نکالی ہیں اگر ان سے کچھ ثابت ہوتا تو بس یہی کہ اب اس شیخ کی خیرگی اور بے حیائی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ صحیح اس کی نظر میں غلط اور فصیح اس کی نظر میں غیر فصیح دکھائی دیتا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ یہ نادان شیخ کہاں تک اپنی پردہ دری کرانا چاہتا ہے اور کیا کیا ذِلّتیں اِسکے نصیب ہیں بعض اہلِ علم ادیب اِس کی یہ باتیں سن کر اور اس کی اس قسم کی نکتہ چینیوں پر اطلاع پاکر اس پر روتے ہیں کہ یہ شخص کیوں اس قدر جہل مرکب کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ مَیں نے پہلے بھی لکھ دیا ہے اور اب پھر ناظرین کی ﴿۲۲﴾

اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ اگر میاں بطالوی نے میرے ان قصائد اربعہ اور تفسیر سورہ فاتحہ کا مقابلہ کر دکھلایا اور منصفوں کی رائے میں وہ قصائد اور وہ تفسیر اُن کی صرفی نحوی اور بلاغت کی غلطیوں سے مُبرّا نکلی تو میں ہر یک غلطی کی نسبت جو ان قصائد اور تفسیر میں پائی جائے یا میری کسی پہلی عربی تالیف میں پائی گئی ہو پانچ روپیہ فی غلطی شیخ بطالوی کی نذر کرونگا اور میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ شیخ بطالوی علم عربیت سے بکلی بے نصیب ہے غلطیوں کا نکالنا ان لوگوں کا کام ہوتا ہے جو کلام جدید اور قدیم عرب پر نظر محیط رکھتے ہوں اور محاورہ اور عدم محاورہ پر انکو اطلاع ہو۔ اور ہزار ہا اشعار عرب کے ان کی نگاہ کے سامنے ہوں اور تتبع اور استقراء کا ملکہ ان کو حاصل ہو مگر یہ بیچارہ شیخ جس نے اُردو نویسی میں ریش سفید کی ہے علم ادب اور بلاغت فصاحت کو کیا جانے۔ کبھی کسی نے دیکھا یا سنا کہ کوئی دو چار سو شعر عربی میں اس بزرگ نے نظم کر کے شائع کئے ہوں اور مجھے تو ہرگز ہرگز اس قدر بھی امید نہیں کہ ایک شعر بلیغ و فصیح بھی بنا سکتا ہو یا ایک سطر لوازم بلاغت و فصاحت کے ساتھ عربی میں لکھ سکتا ہو ہاں اُردو خوان ضرور ہے۔ ناظرین غور سے دیکھیں کہ اس بزرگ کی عربیت کی حقیقت کھولنے کیلئے اِس عاجز نے پہلے اس سے اپنے اشتہار میں لکھا تھا کہ شیخ مذکور میرے مقابل پر ایک تفسیر کسی سورۃ قرآن کریم کی بلیغ و فصیح عبارت میں لکھے اور نیز سَو شعر کا ایک قصیدہ بھی میرے مقابل پر بیٹھ کر تحریر کرے۔ اگر شیخ مذکور کو عربیت میں کچھ بھی دخل ہوتا تو وہ بڑی خوشی سے میرے مقابلہ میں آتا اور پہلو بہ پہلو بیٹھ کر اپنی عربی دانی کی لیاقت دکھلاتا۔ لیکن اسکے اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کو صفحہ ۱۹۰ سے ۱۹۲ تک بغور پڑھنا چاہئے کہ کیونکر اس نے رکیک شرطوں سے اپنا پیچھا چھوڑایا ہے۔ چنانچہ ان صفحات میں لکھا ہے کہ اس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارت کی غلطیاں ثابت کریں گے اور نیز کتاب فتح اسلام اور توضیح مرام کے کلمات کفر و الحاد ﴿۲۳﴾

پیش کریں گے اور نیز ان پچاسی ۸۵ سوالات کا جواب طلب کریں گے جو مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی نسبت مراسلت نمبر ۲۰ مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء میں ہم لکھ چکے ہیں اور یہ بھی سوال کرینگے کہ کیا تم نجوم نہیں جانتے اور کیا تم رمل اور جفر اور مسمریزم سے واقف نہیں ہو۔ اور پھر جوابات کے جواب الجوابات کا جواب پوچھا جائیگا اور اسی طرح سلسلہ وار جواب الجواب ہوتے جائیں گے اور پھر یہ پوچھا جائیگا کہ بالمقابل عربی میں تفسیر لکھنے کو اپنے ملہم اور مؤید ہونے پر دلیل بتلاویں یعنی عربی دانی سے ملہم ہونا کیونکر ثابت ہوگا اور پھر کوئی دلیل اپنے الہامی اور مؤیّد من اللہ ہونے کی پیش کریں۔ پھر جب ان سوالات سے عہدہ برا ہوگئے تو پھر تفسیر عربی اور نیز قصیدہ نعتیہ میں مقابلہ کیا جائیگا ورنہ نہیں۔

اب اے ناظرین لِلّٰہ خود ان تینوں صفحوں ۱۹۰۔ اور ۱۹۱۔ اور ۱۹۲ اشاعة السنة مذکور کو غور سے پڑھو اور دیکھو کہ کیا یہ جواب اور ایسے طرز کی حیلہ سازیاں ایسے شخص کی طرف سے ہوسکتی ہیں جو حقیقت میں اپنے تئیں عربی دان اور ایک فاضل آدمی خیال کرتا ہو اور اپنے فریق مقابل کو ایسا جاہل یقین رکھتا ہو کہ بقول اس کے ایک صیغہ عربی کا بھی اُس کو نہیں آتا۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے بھی مدد نہیں پا سکتا۔ ہماری اس درخواست کی بنا تو صرف یہ بات تھی کہ اس شیخ چالباز نے جا بجا جلسوں اور وعظوں اور تحریروں اور تقریروں میں یہ کہنا شروع کیا تھا کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز ایک طرف تو اپنے دعویٰ الہام میں مفتری اور دجّال اور کاذب ہے اور دُوسری طرف اس قدر علوم عربیت اور علم ادب اور علم تفسیر سے جاہل اور بے خبر ہے کہ ایک صیغہ بھی صحیح طور سے اِس کے مُنہ سے نکل نہیں سکتا اور جن آسمانی نشانوں کو دیکھا تھا اِن کا تو پہلے انکار کر چکا تھا اور انکو رمل اور جفر قرار دے چکا تھا۔ اِس لئے خدا تعالیٰ نے اِس طور سے بھی اِس شخص کو ذلیل اور رسوا کرنا چاہا۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص اہل علم اور اہل ادب میں سے ہوتا تو اِن ۱ دونوں ۲ شرائط اور ﴿۲۴﴾

حیلوں کی اس جگہ ضرورت ہی کیا تھی۔ تنقیح طلب تو صرف اس قدر امر تھا کہ شیخ مذکور اپنے ان بیانات میں جو جا بجا شائع کر چکا ہے صادق ہے یا کاذب اور یہ عاجز بالمقابل عربی بلیغ اور تفسیر لکھنے میں شیخ سے کم رہتا ہے یا زیادہ۔ کم رہنے کی حالت میں مَیں نے اقرار کر دیا تھا کہ مَیں اپنی کتابیں جلا دوں گا اور توبہ کروں گا اور شیخ مذکور کی رعایت کے لئے اِس مقابلہ کے بارے میں دِن بھی چالیس؎ مقرر کر دئے تھے جن کے معنی شیخ نے خباثت کی راہ سے یہ کئے کہ گویا میرا چالیس دن کے مقرر کرنے سے یہ منشاء ہے کہ شیخ مذکور چالیس دن تک مر جائے گا۔ حالانکہ صاف لکھا تھا کہ چالیس دن تک یہ مقابلہ ہو نہ کہ یہ کہ چالیس دن کے بعد شیخ اِس جہان سے انتقال کر جائے گا۔ اب چونکہ شیخ جی نے اس طور پر مقابلہ کرنا نہ چاہا اور بیہودہ طور پر بات کو ٹال دیا اِس لئے ہمیں اب اِس مقابلہ کیلئے دوسرا پہلو بدلنا پڑا۔ اور ہم فراست ایمانیہ کے طور پر یہ پیشگوئی کر سکتے ہیں کہ شیخ صاحب اِس طریق مقابلہ کو بھی ہرگز قبول نہیں کرینگے اور اپنی پرانی عادت کے موافق ٹالنے کیلئے کوشش کرینگے۔ بات یہ ہے کہ شیخ صاحب علم ادب اور تفسیر سے سراسر عاری اور کسی نامعلوم وجہ سے مولوی کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں مگر اب شیخ صاحب کے لئے طریق آسان نکل آیا ہے کیونکہ اس رسالہ میں صِرف شیخ صاحب ہی مخاطب نہیں بلکہ وہ تمام مکفر مولوی بھی مخاطب ہیں جو اس عاجز متبع اللہ اور رسولؐ کو دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ شیخ صاحب نیازمندی کے ساتھ اُن کی خدمت میں جائیں اور اُن کے آگے ہاتھ جوڑیں اور رو دیں اور اُن کے قدموں پر گریں تا یہ لوگ اس نازک وقت میں اُن کی عربی دانی کی پَردہ دری سے ان کو بچالیں کچھ تعجب نہیں کہ کسی کو اُن پر رحم آجاوے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ اگر حنفی مولوی کے پاس جائیں تو اُسکو کہہ دیں کہ اب میں حنفی ہوں اور اگر شیعہ کی خدمت میں جائیں تو کہہ دیں کہ اب میں شیعیان اہلبیت میں سے ہوں چنانچہ یہی وتیرہ آجکل شیخ جی کا سُنا بھی جاتا ہے لیکن مشکل یہ کہ اس عاجز کو شیخ جی اور ہر یک مکفر بداندیش کی نسبت الہام ہو چکا ہے

کہ انّی مھین من اراد اھانتک اسلئے یہ کوششیں شیخ جی کی ساری عبث ہوں گی اور اگر کوئی مولوی شوخی اور چالاکی کی راہ سے شیخ صاحب کی حمایت کے لئے اُٹھے گا تو مُنہ کے بل گرایا جائیگا۔ خدا تعالیٰ ان متکبر مولویوں کا تکبر توڑے گا اور اُنہیں دکھلائیگا کہ وہ کیونکر غریبوں کی حمایت کرتا ہے اور شریروں کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالتا ہے۔ شریر انسان کہتا ہے کہ میں اپنے مکروں اور چالاکیوں سے غالب آجاؤں گا اور میں راستی کو اپنے منصوبوں سے مٹا دوں گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اسے کہتی ہے کہ اے شریر میرے سامنے اور میرے مقابل پر منصوبہ باندھنا تجھے کس نے سکھایا۔ کیا تو وہی نہیں جو ایک ذلیل قطرہ رحم میں تھا۔ کیا تجھے اختیار ہے جو میری باتوں کو ٹال دے۔ ﴿۲۵﴾

بالآخر پھر مَیں عامہ ناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کہ مَیں کافر نہیں **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ** میرا عقیدہ ہے۔ اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ[1] پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے مَیں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اُسکی غلط فہمی ہے اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اُس سے پوچھا جائیگا مَیں اللہ **جلّ شانہٗ** کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور **میرا ایمان** دوسرے پلہ میں تو **بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔**

---

[1] الاحزاب:۴۱

بسم الله الرحمن الرحيم ﴿۲۶﴾

واعلموا يا معشر المسلمين أن هذا الشيخ قد كذّبنى وأكفرنى بغير علم وهُدى واعتدى فى الإكفار وطفق يسبّنى ويحسبنى من الذين يدخلون جهنم خالدين فيها وليسوا منها بخارجين. فقلتُ ويحک أيها الشيخ الضّال أقَفَوتَ ما ليس لک به علمٌ والله يعلم أنى من المؤمنين. وقد ربّانى ربّى وحبيبى وأدّبنى فأحسن تأديبى ورحمنى وأحسن مثواى وإنّى من المُنعمين. ولم يزل ينتابنى فيضانه ويتواتر علىَّ إحسانه حتى خرجتُ من البيضة البشرية وأُدخِلتُ فى الرُّوحانيين. ومن بعد أنزلَنى ربّى لإصلاح الضالين لأنصر الدين وأرجم الشياطين. وإن كنتَ فى شک من أمرى فسوف يُريک ربى آياته فكن من الصابرين الذين يتقون الله ولا تكن من المستعجلين. فأبٰى واستكبر وأراد أن يكون أول الْمُكَفرين. وما اقتصر على التكفير بل سبّنى ولعننى وحسبنى من الملعونين. واللّٰهُ يعلم قلبى وقلبه وهو خير المحاسبين. ثم دعوتُه للمباهلة ليحكم الله بيننا وهو خير الحاكمين. فلم يُباهل وفرّ وعلى الفرار أصرّ ولم يكن فراره بنية الصلاح بل لتَوَقِّى الافتضاح والافتضاحُ ملاقيه وإن كان من الهاربين. وكان قد ادّعى أنه عالم أديب وأنا من الجاهلين. فدعوته للنضال فى كلام عربى مبين وقلت تعال أُناضلک فى النظم العربى ونثره

وأقول ما تقول وفى كلّ وادٍ معک أجول وإنى إن شاء اللّٰه من الغالبين. فأشاع ﴿۲۷﴾
فى شياطينه أنه قَرْنُ مجالى وقرين جدالى فلزقتُ به كالداء العُضال ليبارزنى
للنضال إن كان من الصادقين. فخاف وأبى ونحت الحِيَلَ وتولّٰى ولا يُفلح
الكاذب حيث أتٰى ـ فألهمنى ربى طريقا آخر ليَهلک من كان من الهالكين
وهو أننى نظمت فى هذه الأيام قصائد وثقفتها فى ثلاثة أيام أو أقل منها واللّٰه
عليه شاهد وهو خير الشاهدين. وزيّنتُها بالنِّكات المهذَّبة والاستعارات
المستعذَبة ملتزما جدّ القول وجزله وأيّدنى ربى وعلّمنى سبلها وإن كنت من
الأُمّيّين. فالآن وجب على الشيخ المذكور أن يُناضلنى فى ذلک وينظم قصيدة
فى تلک الأمور بعِدّةِ أبيات هذه القصائد وأساليب بلاغتها فإن أتم شرطى فله
ألف من الدراهم المروَّجة إنعامًا منى عليه ولكل من ناضلنى من العلماء
المكفِّرين. ومع ذلک أوتيهم موثقا من اللّٰه لأكتب لهم بعد غلبهم كتابا فيه أُقرّ
بأنهم العالمون الأدباء وإنى من الجاهلين الكاذبين المفترين. ولكن لا يجب
علىَّ إيفاء هذا الشرط وأداء هذا الإنعام إلا بعد شهادة فرسان الصناعة وأرباب
البراعة وتصديق من كان جِهْبِذ تنقيدِ الكلام من الأدباء الماهرين. وإن لم
يفعلوا ولن يفعلوا فاعلموا أنّهم من الكاذبين الجاهلين المفندين. وهذا آخر
الحِيَل لسَبْرِ قُليب ذلک الشيخ المضل فإنه أهلک خَلقًا كثيرا بغوائله فظلوا
عُمْيًا وعُورًا وكانوا على علمه متكئين. وأرجو بعد ذلک أن يُنجيهم اللّٰه من
شره وهو خير المنجين. والآن أكتب قصيدتى وما توفيقى إلا باللّٰه الذى هو
ربى وناصرى ومعلّمى فى كل حين.

القَصيدة الأُولٰى ﴿۲۸﴾
فِي
نَعتِ الرّسول صلى الله عليه وسلم

يا قلبي اذكر أحمدا | عينَ الهدى مُفني العدا | برًّا كريما مُحسنا | بحر العطايا والجَدا

بدر منير زاهرٌ | في كل وصفٍ حُمِّدا | إحسانه يصبي القلوب | وحسنه يروي الصدى

الظالمون بظلمهم | قد كذّبوه تمردًا | والحق لا يسَعُ الورى | إنكاره لما بدا

اطلُبْ نظيرَ كماله | فستند مَنّ مُلَدَّدا | ما إن رأينا مثله | للنائمين مُسهّدا

نور من الله الّذي | أحيى العلومَ تجدُّدا | المصطفٰى والمجتبٰى | والمقتدٰى والمجتدٰى

جُمِعتْ مرابيع الهدى | في وَبْله حين الندى | نَسِيَ الزمان رِهامَه | مِن جَوْد هذا المقتدٰى

اليوم يسعى النِكْسُ أن | يُطفي هداه ويُخمِدا | واللّٰهُ يبدي نوره | يومًا و إن طال المَدى

يا قطرَ ساريةٍ وغا | دٍ قد عُصمتَ من الردَا | رٌ بّيت☆ أشجار الأَسِرةِ | بالفيوض وقَرْدَدا

إنا وجدناك الملاذ | فبعد كهفٍ قد بدا | لا نتّقي قوسَ الخُطو | ب ولا نبالي مُرجِدا

لا نتّقي نوب الزمان | ولا نخاف تهدّدا | ونمُدُّ في أوقات آفاتٍ | إلى المولى يدا

كم من منازعة جرت | بيني و أقوام العِدا | حتى انثنيتُ مظفَّرا | وموقَّرا ومؤيَّدا

يا أيها الناس اتقوا | يوما يشيّبُ ثَوْهدا | آلامُه ما تنقضي | وأسيره ما يُفتدَى

واللّٰهِ إني ما ضللتُ | وما عدلتُ عن الهدى | لكنني مُذْ لم أزل | ممن إذا هُدِيَ اهتدٰى

﴿۲۹﴾

للّٰہ حــمـدٌ ثم حـمـد	قد عـرفـنـا الـمقتدىٰ	كــادت تُــعفِّينى ضلا	لاتٌ فـأدركَنى الـهدىٰ
يـــا صـاحِ إن الله قــد	أعــطـى لـنـا هذا جَدا	هـــو لـيـلـة الـقـدر التى	تُعطى نعيمًا مُخْلَدا
أتجول فى حَوْمات نفسك	تــاركــا سـنـن الـهدىٰ	هلا انـتـهـجتَ محجةالا	حــيــاءِ يــا صيدَ الردا
يــا مَـن غـدا لـلـمـؤمنى	نأشــدَّ بــغـضـا كـالـعـدا	اخــتـرتَ لــذّةَ هــذه	ونسـيتَ ما يُعطى غدا
يا خاطِبَ الدنيا الدنيّة	قــد هــلـكتَ تــجَلُّدا	عـاديـتَ أهلَ ولايـة	وقــفـوتَ آثارَ الـعـدا
الـيـوم تُكفِرنـى وتحسبنى	شـــقـــيًّا مـــلحِدا	وتــرى بــوقــت بعده	فـى زىّ احـمـد احمدا
يــا مَن تَظنّى الماءَ مِن	حـمـقٍ سرابا واعتدىٰ	السَّـبُرُ سـهـلٌ هـيِّنٌ	إن كـــان فـهـمٌ أوصدا
واللّٰهِ لـو كُـشِفَ الـغطا	ءِ وجـدتَـنى عينَ الهدىٰ	ونُظِمتَ فى سلكِ الرفا	ق وجئتَنى مسترشدا

القصيدة الثانية

أيا محسنى أُثنى عليك وأشكرُ فدًى لک روحى أنت تُرسى ومأزَرُ
بـفـضـلـک إنا قد غلبنا على العِدا بنصرک قد كُسِرَ الصليب المبطِّرُ
فتـحتَ لـنا فتـحا مبيـنا تـفضُّلا بـفـوجٍ إذا جاءُوا فـزَهق التـنـصُّرُ
قتـلـتَ خـنـازيـر النصارى بـصارمٍ وأردى عِـدانا فـضلُک الـمتكَثِّرُ
بـوجهک مـا أنسى عطاياک بعده وفـى كـل نـادٍ نبأُ فـضلِک أذكُرُ
تـلـبّيک روحـى دائـما كلَّ ساعة وإنک مهـمـا تَحْشُرِ القلبَ يَحْضُرُ
وتـعـصـمـنـى فى كل حرب تَرَحُّمًا فـدًى لک روحـى أنتَ دِرعى ومِغْفَرُ

ینوّر ضوء الشمس وجهَ خلایقٍ ولکن جنانی من سناک یُنوَّرُ ﴿۳۰﴾
تحیط بکُنْهِ الکائنات وسِرِّها وتعلم ما هو مستبانٌ ومُضمَرُ
ونحن عبادک یا إلٰهی وملجأی نخِرُّ أمامک خشیةً ونکبِّرُ
نَصَرتَ لإفحام النصاری قریحتی وهدَّمتَ ما یُعلی الخصیمُ ویعمُرُ
وأخذتَهم وکسرتَ دَأْیًا مُنَضَّدًا وأتممتَ وعدکَ فی صلیب یُکَسَّرُ
فسبحان مَن بارا لنصرة دینه وأخزی النصاری فضلُه المتکَثِّرُ
سقانی من الأسرار کأسًا رَوِیَّةً وإن کنتُ مِن قبل الهدی لا أعثُرُ
غیورٌ یبید المجرمین بسخطه غفورٌ ینجّی التائبین ویغفرُ
وحید فرید لا شریک لذاته قویٌّ علیٌّ مستعان مُقدِّرُ
له الملک والملکوت والمجد کله وکلٌّ له ما بان فینا ویظهَرُ
ودودٌ یحبّ الطائعین ترحّمًا ملیکٌ فیُزعِجِ ذا شِقاق ویحصِرُ
یحیط بکید الکائدین بعلمه فیهلک من هو فاسق ومزوِّرُ
ولم یتخذ ولدًا ولا کفوٌ لهُ وحید فرید ما دناه التکَثُّرُ
ومن قال إن له إلٰهًا قادرا سواه فقد نادی الرّدی ویُدمَّرُ
وبشّرنی قبل الجدال بلُطفهٖ فقال لک البشری وأنت المظفَّرُ
ففاضتُ دموع العین منی تذللا وقصدتُ "عَنبَرْسَر "وقَطْرِیَ یَمْطُرُ
فجئتُ النصاری فی مقام جلوسهم فتخیَّروا منهم خصیما وأنظُرُ
وظلَّ النصاری ینصرون وکیلَهم وکُلٌّ تسلَّحَ صائلًا لو یقدِرُ
رأیتُ مُبارزهم کذئب بظُلمه یصول علی سُبُل الهدی ویزوِّرُ

فخاصمَ ظلما فی ابن مريم واجترٰی — علی اللّٰه فيما كان يهذی ويهجُرُ ﴿۳۱﴾
وقال له ولدٌ مسيحُ ابن مريم — فسبحان ربّ العرش عمّا تصوروا
وقال بأن اللّٰه اسم ثلاثة — أبٌّ وابنه حقًّا ورُوحٌ مطهَّرُ
فقلتُ له اخْسَأْ ليس عيسٰی بخالق — وخالقُنا الرب الوحيد الأكبرُ
أتُثبتُ فی مُلک له مِن بريَّةٍ — من الأرض أو هو فی السماء مُدبِّرُ
وإن علی معبودک الموتَ قد أتٰی — وإلٰهنا حيّ ويبقٰی ويَعْمَرُ
وليس لمستغنٍ إلی الابن حاجةٌ — وحاشاه ما الأولاد شيئًا يوقِّرُ
أعيسی الذی لا يعلم الغيب ذرة — إلٰه وتعلَم أنه لا يَقْدِرُ
فأثنی علی إبليس بالعلم والهدی — وقال هو الشيخ الذی لا يُنكَّرُ
ويؤمن بالابن الوحيد تيقُّنًا — ومذهبه مثل النصاری تنَصُّرُ
فقلتُ له يا أيها الضال مِن هویٰ — أتُثنی علی غولٍ يُضِلّ ويُدخِرُ
وما كان حامِدَه بصيرٌ قبلكم — ولكنكم عُمْیٌ فكيف التبصُّرُ
فما تاب من هذيانه وضلالهِ — وكان كدجّال يُداجی ويمكُرُ
وكم من خرافات وكم من مَفاسدٍ — تقوَّلَ خبثًا ذلک المتنصّرُ
وقال لی إن اللّٰه خَلْقٌ وخالقٌ — ومسيحُنا عبدٌ وربٌّ أكبرُ
فقلتُ له يا تارک العقل والنهٰی — إلٰه وعبدٌ ذاک شیءٌ منكَرُ
إذا قلّ دين المرء قلّ قياسه — ومن يؤمنَنْ يُرشده عقلٌ مطهَّرُ
وإنی أری فی خبطِ عشویٰ عقولَكم — تقولون ما لا يفهم المتفكِّرُ
وإنی أراكم فی ظلام دائم — وما فی يديكم من دليل يُنوِّرُ

﴿۳۲﴾ وإن هو إلّا بدعة غير ثابت و إثباته مستنكرٌ متعذِّرُ
أ تعرف فى الصحف القديمة مثله وقد جاء هدىً بعد هدىً ومنذِرُ
أناجيل عيسى قد عفتْ آثارها وحرّفها قوم خبيث مُعَيِّرُ
نبذتم هدايته وراء ظهوركم وهذا من الشيطانِ هدىً آخرُ
أقمتم جلال اللّٰه فى رُوحِ عاجزٍ وهيهات لا واللّٰه بل هو أحقَرُ
فقير ضعيف كالعبادِ وميّتٌ نعَمْ من عبادِ اللّٰه عبدٌ مُعزَّرُ
وإن شاء رَبّى يُبْدِ ألفًا نظيرَهٗ وأرسلنى رَبّى مثيلًا فتنظُرُ
وقد اصطفانى مثل عيسى ابن مريم فطوبٰى لمن يَأتينِ صدقًا و يُبْصرُ
أنبيُّنا مَيْتٌ وعيسٰى لم يَمُت أَجَزْتم حدودًا يا بنى الغول فاحذروا
تُوفِّى عيسٰى هٰكذا قال ربّنا فلا تهلكوا متجلدين وفكِّروا
أتتخذ العبد الضعيف مهيمنًا أتعبد ميتًا أيها المتنصّرُ
ألا إنّه عبد ضعيف كمثلنا فلا تَتَّبِعْ يا صاحِ قومًا خُسِّروا
وواللّٰه يأتى وقت تصديق كلمتى ويبدى لك الرحمن ما كنت تُضمِرُ
فلا تسمعَنْ مِن بعد ذيبًا وعقربًا يصول بوثبٍ أو تدِبّ وتأْبِرُ
مقامى رفيع فوق فكرِ مفكّر وقولى عميق لا يليه المُصَعِّرُ
إذا قلّ علم المرء قلّ اعتقاده وما يمدَحَنْ حُسْنًا ضريرٌ معذَّرُ
ألا رُبَّ مجد قد يُرى مثل ذلّة إذا ما تعالٰى شأنه المُتَسَتِّرُ
ألم تعلمَنْ أَنّى جَرِیٌّ مبارزٌ وإن كنت فى شكٍ فبارِزْ فنحضُرُ
وبارزتُ أحزاب النصارى كضيغم بأيدى وفى اليمنى حُسامٌ مشهَّرُ

﴿۳۳﴾

وما زلتُ أرميهم برُمحٍ مُذَرَّبٍ إلى أن أبان الحقُ والحقُ أظهَرُ
وإنا إذا قمنا لصيدِ أوابدٍ فلا الظبى متروك ولا العَيْرُ يُنظَرُ
وقتل خنازير البرارى وخَرْشُهم أَشاشٌ لقلبى بل مرام أكبرُ
وفى مُهجتى جيشٌ وأزعم أنه يكافئ جيشَ القِدْرِ أو هو أكثرُ
إذا ما تَكلّمنا وبارَى مخاصمى ولاحت براهينى كنارٍ تزهَرُ
فاوجس مبهوتا وأيقنتُ أننى نُصرتُ وأيّدنى قديرٌ مظفِّرُ
وأدركتُه فى حمئةٍ فدعوتُه إلى مشربٍ صافٍ وماء يُطهِّرُ
فردَّ علىّ بباطلات من الهوى ووالله كان كذى ضلال يزوِّرُ
وقال لعيسٰى حصّةٌ فى التألُّهِ وفى هذه سِرٌّ على العقل يعسُرُ
وإن ابن مريم مَظهرٌ لأب له فنحسبه ربًّا كما هو يُظهِرُ
فقلتُ له هذا اختلاق و فِريةٌ وما جاء فى الإنجيل ما أنت تذكرُ
وإن إلٰهك مات والله سرمدٌ قديم فلا يفنى ولا يتغيرُ
وما لا يُحَدُّ فكيف حُدِّد كالورى ووجه المهيمن مِن مَجالى مُطهَّرُ
وليس تُقاس صفاته بصفاتنا ولا يدركه بصر ولا مَن يُبصِرُ
تعالتْ شؤون الله عن مبلغ النهٰى فكيف يصوِّر كُنهَه متفكِّرُ
وإن عقيدتكم خيال باطل وما فى يديكم مِن دليل يوفَّرُ
وللخَلق خلّاقٌ فتَدَعون ذكرَه وتَدْعون مخلوقا ولم تتفكروا
ومن ذاق من طعم المنايا بقولكم فكيف كَحَيٍّ سرمدٍ يُتصوَّرُ
وقد نوَّر الفرقانُ خَلقا بنوره ولٰكنّكم عُمى فكيف أُبَصِّرُ

﴿۳۴﴾ ألَا إنّـه قد جـاء عـنـد مـفـاسـدٍ إذا ما انتهى الليلاء فالصبح يجشرُ

ترٰی صورةُ الرحمن فی خِدْرِ سُوْرِه فهل من بـصـير بـالتدبر يـنـظُرُ

تراءى لنا الحق المبين بـقوله وآيـاتـه دُرَرٌ ومِسکٌ أَذْفَـرُ

قُـلِ الآن هـل فـی کتبـکم مثل نوره وفـكِّرْ ولا تـعـجل ونـحن نُـذکِّرُ

وإن کـنـتَ تـزعـم أن فيهـا دلائلا فـجهـلک جهلٌ بيّـن ليـس يُستَرُ

وإن قـلـتَ آمـنّـا بـمـا لا نـعقل فهٰذا الهـدٰى عـنـد الـنهى مستنکَرُ

وسَـلِ اليهـودَ وسَـلْ أكـابر قومهم أَسُلِّمَ فيهم ابنُـک الـمتخَيَّرُ

ومهـمـا يكن فی کُتْبکم ذِکْرُ عجزه وإنْ خِـلتَـه يـخفى على الناس يظهَرُ

جِـعـارُک خيـطٌ فاتّقِ البئرَ والردى أألـمـوت يا صيدَ الـردی تتـجَعَّرُ

أقلبک قـلبٌ أو صَلايَةُ حَـرَّةٍ أجهـلُک جهل أو دخـان مُـغبَّـرُ

أكـلـتَ خُشـارةَ كل قوم مُبْـطلٍ فتـأكل مـا أكـلـوا ولا تتـخَـفَّرُ

أبـاريتَ يا مسکين ذا الرمح بالعصا وأنّـی أَجـارِدُنـا وأنّـی مِـحْـمَرُ

أتـرغـب عن دين قـويم مـنوّر وتتبَع ديـنًـا قد دَفـاه التـكـدُّرُ

وإن لم تداور جُشْرَة البخل والهوى فتَهْوِ نحيفًا فی الهُلاس وتخطُرُ

وإني كـمـاءٍ عـنـد سِـلْمٍ وخُلَّة وفی الـحـرب نارٌ جَعْظَرِیٌّ مُثْعُجِرُ

إذا مـا نـصبـنـا فی مـواطنَ خيمةً فـلا نـرجـعَنْ عند الـوغا ونُـجَمِّرُ

ولـو ابهترتَ☆ و قـلـت إنی ضيـغم فـفی أعيـنـی مـا أنـت إلّا جَوْذَرُ

ألا أيهـا الـصيد الركيک الأعورُ إلامَ تُـحـامـی عـنـک سهـمی وتَأفِرُ

أعيسـى الـذی مـات ربٌّ وخـالق؟ أهـذا هُـدى الإنـجيل أو تستـأثرُ؟

☆ درست لفظ ''ابتهرت'' ہے ایڈیشن اوّل میں سہو کتابت ہے۔

أ عيسىٰ إلـهٌ أيها العمىُ من هوًى — وأين ثبوت بل حديث يُؤثَرُ؟ ﴿۳۵﴾
ظننتم فأنتم تعبدون ظنونكم — كشخصٍ مِئَرٍّ عاشق لا يصبرُ
تركتم طريق الحق شُحًّا وخِسَّةً — وسيعلَمُنْ كُلٌّ إذا ما بُعثروا
عسٰى أن يزيل اللّٰه شُحَّ نفوسكم — ولكنه بَغُرٌ شديدٌ مُدمِّرُ
ومن كان ذا حِجْرٍ فيدرى حقيقةً — ومن كان محجوبًا فيهذى ويهجُرُ
ستغلب يا يَحْمورَ قومٍ مُحقَّرٍ — ومِحْضِيرُنا يعدو ولا يتحسّرُ
قد استخمر الشيطان نفسک كلها — فأنتَ لغُول النفسِ عبدٌ مُسخّرُ
ألا إنّ ربّى قد رأى ما صنعتَهٗ — فنفسک سوف تُحَجَّرَنْ وتُحَوَّرُ
أ تُطفئ نورًا قد أُريدَ ظهورُها — لک البُهرُ فى الدارين والنورُ يُبهرُ
وإنّى أرىٰ قد بارَ كيدک كُلّه — ويهتِک ربى كلَّ ما هو تَسْتُرُ
أتترک أعنابا وتنقِف حنظلا — وهذا وبال أنت فيه متبّرُ
تَياهيرُ قَفْرٍ فى عيونک مَرْبَعٌ — وأسرَّكم سِقْطُ اللوىٰ وحَبَوْكَرُ
عقيدتكم قد صار للناس ضُحكةً — ويضحک جمهورٌ عليه ويُنكرُ
رأى الناسُ بالتحقيق ما فى بيوتكم — وإجّارُ بيتٍ مِن بعيد يظهرُ
ولا يُظهِرَنْ إنجيلكم نهجَ الهُدٰى — وهداه جَمْجَمَةٌ وقولٌ مُكوَّرُ
ومَن تبعه ما وجد ريح تيقُّنٍ — ولكن إلى الإلحاد والشّکِّ يُدحَرُ
وما فيه إلا ما يُضلّ قلوبكم — ويهُدُّ ببيت نجاتكم ويدمِّرُ
ومن أين طفل للذى هو أطهرُ — ألِلّهِ زوجٌ أيها المتمَذِّرُ؟
ولكننا لا نعرف اللّٰهَ هٰكذا — وحيدٌ فريدٌ قادرٌ متكبّرُ

﴿۳۶﴾ وذلک للدين القويم كرامة إذا ما تبعتَ هُداه فاللّٰه يؤثِرُ
ويَشغِفک اللّٰه العزيز محبةً ويأخذ قلبَک حُبُّ حِبٍّ ويأطِرُ
فطوبى لمن صافا صراطَ محمد وكمثل هذا النور ما بانَ نَيِّرُ
وصلنا إلى المولٰى بهدى نبيّنا فدَعْ ما يقول الكافر المتنصّرُ
وفى كل أقوامٍ ظلامٌ مدمِّرٌ وإنّ رسول اللّٰه بدرٌ منوّرُ
وإن رسول اللّٰه مُهْجةُ مُهْجتى ومِن ذكره الأحلٰى كأنّى مُتُمِرُ
فدَعْ كلَّ ملفوظ بقولِ محمد وقَلِّدْ رسولَ اللّٰه تَنْجُ وتُغفَرُ
وليس طريق الهدى إلا اتّباعَهٗ ومَن قال قولا غيره فيُتبَّرُ
ومَن ردَّ مِن قِلِّ الحياء كلامَه فقد رُدَّ ملعونا وسوف يُمَذَّرُ
ومن يَرَ تقوًى غيرَ هدى رسولنا فذلكم الشيطان يعتُو ويُشْغَرُ
وما نحن إلّا حزب ربٍّ غالبٍ ألا إنّ حزب اللّٰهِ يعلو ويُنصَرُ
وواللّٰهِ إنّ كتابنا بحرُ الهُدٰى وتاللّٰهِ إنّ نبيّنا مُتَبَقِّرُ
ويبقٰى إلى يوم القيامة دينُه له ملّةٌ بيضاءُ لا تتغيرُ
ونؤثِر فى الدارَينِ سننَ رسولنا وسُنّةُ خيرِ الرسل خيرٌ وأزهَرُ
فلما عرفتَ الحق دَعْ ذكرَ باطلٍ ولو للصداقة مثلَ بَكْرٍ تُنهَرُ
ألا أيها الثرثار خَفْ قهرَ قاهر ويعلم ربى ما تُسِرُّ وتَخْمِرُ
فلا تقْفُ ما لا تعرفَنَّ وُجوهَه وثابِرْ على الحق الذى هو أظهرُ
وواللّٰهِ ما كان ابن مريم خالقا فلا تهلكوا بغيًا وتوبوا واحذروا
ولا تعجَبَنْ مِن أنه ليس من أبٍ وكمثل هٰذا الخَلْقِ فى الدُود تنظُرُ

﴿۳۷﴾

بَلِ الدود أعجبُ خِلقةً من مسيحكم ويـخلق رَبّى مـا يشـاء ويـقدرُ

ألا رُبَّ دُود قـد تـرى فـى مـربعٍ تـكَوَّنُ فى ليل وتـنمو وتـكثرُ

وليسـتْ لهـا أُمٌّ بـأرض ولا أبٌ فـفكِّرْ هداک اللّٰه هادٍ أكبرُ

وإن كـنـتَ لا تَـدَعُ الجدال وتُنكرُ فبـارِزْ لـنا إنا إلى الـحـرب نَعْكِرُ

وإن لـنـا الـمولٰى ولا مـولٰى لـكم فتـنـظر أنَّا نـغلِبَنّ ونُـنـصَرُ

ووالـلّٰه إنى أَكسِرَنَّ صـليبكم ولـو مُـزِّقتْ ذرّاتُ جسمى وأُكسَرُ

ووالـلّٰـه يـأتى وقتُ فتحى ونصرتى ووالـلّٰه إنى فـائز ومُـعزَّرُ

ووالـلّٰه يُثنَى فى البلاد إمـامُنا **إمامُ الأنام الـمصطفى الـمتخيَّرُ**

ومـا فـى يديک بغير قولٍ مـدلَّسٍ تَكَدُّ وتستقرى المحالَ وتَفْجُرُ

وكتبک قَـفْرٌ حشْوُها الكفرُ والردٰى مـحرَّفةٌ فى كل عـامٍ تُـغيَّرُ

فتـلک بـراهينٌ على سَخُفِ دينكم وقـد قـلـتُ تـحـقيقًا ولو أنت تَبْسُرُ

لـقـد زيَّـن الشيطان أقـوالـه لـكم يـوسـوسـكـم فـى كل حين ويمكُرُ

وقـد ذكَّـر الأخيـارُ مـن قبلُ قومَكم ولأُخـرياتِ الـناس نـحن نـذكِّرُ

وكيف يسـاوى ديـنُ عيسٰـى لـديننا ولا يستـوى دخـنٌ ونـجـمٌ أزهَـرُ

وقـد جـاء يوم الـلّٰه فـاليومَ ربُّـنا يـدقّق أجزاء الـصليب ويـكْسِرُ

وقـلـتُ لـه لا تـحسَـبِ العبدَ خالقًا وكـلّ امـرء عن قـولـه يُستـفسَـرُ

وقـلـتُ لـه لا تسترِ الـحق عـامدًا سَيُبـدى المهيمنُ كلّ ما كنتَ تَسترُ

وقـلتُ له لـمّا أبٰى إن شـأننا بلاغٌ فبـلِّغْنـا وإنک مُـنذَرُ

وإن كـنتَ لم تسمع فزِدْ فى تجاسُرٍ لتُسْعِرَ نـار اللّٰـه ثم تُـدمَّرُ

فَزِدُ فی جَراءاتٍ وزِدُ فی تقاعُس ۔۔۔ وزِدُ فی عمایات فتفنٰی وتُبتَرُ ﴿۳۸﴾
ولیس عذاب اللّٰه عَذْبًا کما تری ۔۔۔ سیُحرَق فی نار الّلظی مَن یفجُرُ
غیور فیأخذ مشرکًا بذنوبه ۔۔۔ ولیس له أحدٌ شفیعًا ومَأْزَرُ
رفیعٌ علیٌّ کیفَ یُدرَک کنهُهُ ۔۔۔ إذا ما ترقَّتُ عینُنا تتحیرُ
أتعصون بغیًا مَن به الخَلْقُ آمنوا ۔۔۔ أتنسون یوما ما به الناس أُنذِروا
وکیف یکون العبد کابُنٍ لربّه ۔۔۔ فسبحان ربِّ العرش عما تصوروا
وقد مات عیسی لیس حیًّا وإنّنا ۔۔۔ نردّ علی من قال حیٌّ ونَحُجُرُ
وأخبرَنی ربی بموت مسیحکم ۔۔۔ وکان هو الأولٰی وأکفی وأجدرُ
وکم من دوابّ الأرض یحیی مدّة ۔۔۔ علٰی ظهرها فَاعُجَبُ لهٰذا وفکّروا
وإن جنود الأنبیاء وحزبهم ۔۔۔ ألوفٌ فهل ترَیَنَّ کابنک آخَرُ
فإن کان للرحمٰن ولدٌ کقولکم ۔۔۔ فشجرة نسل اللّٰه تنمو وتکثرُ
أبُدِّلَ سُنّةُ ربّنا بعد مدّة ۔۔۔ أیمکن فی سنن القدیم تغیُّرُ
وقانون سنن اللّٰه فی بعث رسله ۔۔۔ مبین فهل أبصرتَ أو لا تُبصرُ؟
وإن لم تر الیوم الهدی فترٰی غدًا ۔۔۔ ظلامًا مهیبًا فیه تهوی وتُندَرُ
أتخلع جهلًا رِبُقةَ العقل والنهٰی ۔۔۔ لأقوالِ قوم قد أضلّوا و دُمِّروا
أتترک ما جاءت به الرسل من هدی ۔۔۔ ألا تَتُبَعَنُ قوما هُدوا وتبقّروا
علیکم بسبل اللّٰه من قبل ساعةٍ ۔۔۔ تُریکم لظی النار التی هی تُسعَرُ
عذاب ألیم لا انتهاءَ لحرقهٖ ۔۔۔ وإن ینضَجَنُ جِلدٌ فیُخلَق آخَرُ
ینبِّئک العلام ما کنتَ تُضمِرُ ۔۔۔ ویبدی لک النورَ الذی الیوم تُنکِرُ

ألَا أيها الناس اتقوا اللّٰه ربكم وإن عذاب اللّٰه أدهى وأكبرُ ﴿٣٩﴾
ألم يأتكم نُذُرٌ وآياتُ ربكم نرى بَغْيَكم ودموعُنا تتحدرُ
ولكلّ نبأٍ مستقرٌّ ومَظْهَرُ ولكلّ ما يأتيك وقت مُقدّرُ
ويَحكُم ربُّ العرش بينى وبينكم وها أنا قبل عذاب ربّى أُخبرُ
وقوم مضوا من قبل ضالين مِن هوًى فأنتم قبلتم كلَّ ما هُمُ زَوَّروا
أخذتم طريق الشرك والفسق والردى وثَرَّتْ خطاياكم فلم تستغفروا
فأرسلَنى ربى إليكم لتهتدوا ولتقبَلوا ما قال رَبّى وتُغْفَرُ☆
فإن شئتَ ماء اللّٰه فاقصِدْ مَناهلى فيُعْطِك مِن عينٍ وعينٍ تُنوَّرُ
وأغلَظُ حجبٍ ما تُراك على الهدٰى تعالَ على قدم الضلال فتُزهَرُ
وفيك فساد لو علمتَ اجْتنبتَه وذالكم الشيطان يُغوى ويَحصُرُ
ذببتُ عن الدين الحنيفِىْ شكوككم وأزعجتُ أصلَ أصولِكم ثم تُنكِرُ
وقلتم لنا دين بعيد من النهى وهذا فساد ظاهر ليس يُستَرُ
وكلُّ امرء بالعقل يفهم أمره كما بالعيون يشاهِدَنَّ ويُبصِرُ
وعقلُ الفتى نصف ونصفٌ حواسُّه وكصَفْقِ أيدٍ منهما العلمُ يَظهَرُ
تصديتَ فى نصر الضلال تعمُّدا فبارِزْ لحرب اللّٰه إنْ كُنت تقدِرُ
وما أنت إلا عابِد الحرص والهوى تشمِّرُ ذيلَك للحُطام وتهجُرُ
رأيتُ لك الرؤيا وإنك مَيِّتٌ وإنّ كلام اللّٰه لا تتغيَّرُ
وعِدَّةُ وعدِ اللّٰه عشرٌ وخمسةٌ إذا ما انقضتْ فاعلَمْ بأنك مُحضَرُ
وتعمى وتحضر عند ذى العرش مجرمًا وتُسأل عما كنتَ تهذى وتكفُرُ
وما قلتُ مِن تلقاء نفسى تجاسُرا بل الآن نبّأَنى العليم المقدِّرُ ﴿٤٠﴾

☆ سہو کتابت ہے درست تُغْفَرُوا ہے۔ (ناشر)

فبلّغتُ تبليغا وآليتُ حِلْفةً   علٰى صدقٍ ما أظهرتُ فانظُرْ وننظُرُ
فإنْ أكُ صدّيقًا فربّى يعزّنى   وإن أكُ كذّابًا فسوف أُحَقَّرُ
وأعلم أن مهيمنى لا يضيعنى   وأعلم أن مؤيِّدى سوف يَنصُرُ
فتوقَّدَ السفهاء مِن أهل الهوى   وكل امرء عند التخاصم يُسبَرُ
ذووا فطنةٍ يدرُون بحثى وبحثه   وما فى السماء فسوف يبدو ويظهَرُ
وإن يُسلِمَنْ يَسلَمْ وإلّا فميِّتٌ   وهذان منا آيتان ونشكُرُ
ووالله هذا مِن إلٰهى ومَن يعِشْ   إلى أشهر مذكورة فسينظرُ
وتحت رداء الله روحى ومُهْجتى   وما يعرفنى أحد وربّى يُبصِرُ
ولستُ بربّى كاذبا تاركَ الهدى   ولستُ بربى كالذى هو يهذَرُ
وهنَّأنى ربّى بنهجِ محبة   على ما تضوَّعَ مِسْكُ فتحى وعنبَرُ
وذٰلک من برکات روحِ رسولنا   نبىٌّ له نور منير وأزهَرُ
رؤوفٌ رحيمٌ آمرٌ مانعٌ مَعًا   بشيرٌ نذيرٌ فى الكروب مبشِّرُ
له درجات لا شريکَ له بها   له فيضُ خيرٍ لا تضاهيه أبحُرُ
تخيَّرَه الرحمن مِن بين خَلقه   ذُكاءٌ بجلوته وبدرٌ منوّرُ
وكان جلالٌ فى عَرانينِ وَبْلِه   خَفَى الفأرَ مِن أنفاقهن الممطِرُ
رؤوفٌ رحيمٌ كهفُ أممٍ جميعها   شفيعُ الورى سَلَّى إذا ما أُضْجِروا
ألا ما هَرَفْنا فى ثناء رسولنا   له رتبةٌ فيه المدائحُ تُحصَرُ
وإن أمان الله فى سبل هديه   فطوبى لشخص يقتفى ما يؤمَرُ
سقى فَيْهَجَ العرفانِ كلَّ مصاحب   فبنشوة الصهباء سُرُّوا وأُبْشَروا ﴿۴۱﴾

وقد راح والمخلوقُ فی ظلماته وجهلاته مثل الأوابد ينفِرُ
فأكملَهم قولًا و فعلًا و مِيسمًا وأيقظَهم فاستيقظوا وتطهَّروا
رسولٌ كريمٌ ضعَّف اللّٰهُ شأنه وبدرٌ منيرٌ لا يضاهيه نيِّرُ
وكافَحَ أَمْرَ المسلمين بنفسه وعلَّمهم سننَ الهدی فتبصَّروا
بأُمّته أحفَی من الأب بابنه شفيعٌ كريمٌ مشفِقٌ ومُحذِّرُ
فمن جاء ه طوعًا وصدقًا فقد نجا ومَن أعرض عن أحكامه فيُدمَّرُ
ولم يتقدم مثلُه فی كماله وأخلاقِه العليا ولا يتأخّرُ
فدَعْ ذكرَ موسٰی واتركَنْ ابنَ مريمٍ ودَعِ العصا لما تراء ی المفقَّرُ
له رتبةٌ فی الأنبياء رفيعة فطوبٰی لقوم طاوعوه وخَيَّروا
وعسكرُه فی كلّ حرب مبارِزٌ إذا ما التقی الجمعان فانظُرْ وننظُرُ
وجاء بقرآن مجيد مكمَّلٍ منيرٍ فنَوَّرَ عالَمًا وينوِّرُ
كتاب كريم حازَ كلّ فضيلة ويسقی كؤوسَ معارفٍ ويوفِّرُ
وفيه رأينا بيناتٍ من الهدیٰ وفيه وجدنا ما يقی ويبصِّرُ
كعينٍ كَحيلٍ زُيِّنت صفحاته بناظرةٍ مِن عِيْنِ خُلدٍ يَنْظُرُ
طریٌّ طلاوتُه ولم تعفُ نقطةٌ لِما صانَه اللّٰهُ القدير الموقِّرُ
فيا عجبًا مِن حسنه وجماله أری أنه دُرٌّ ومِسكٌ وعنبرُ
وإن سروری فی إدارة كأسه فهل فی الندامی حاضرٌ مَن يُكرِّرُ
وريَّاه قد فاق الحدائق كلها نسيم الصبا من شأنه تتحيَّرُ
إذَا ما تلا من آية طالبُ الهدیٰ يری نوره يجری كعين ويمطُرُ ﴿۴۲﴾

وفيــه من اللّٰـه الـلطيف عـجـائبٌ   أشــاهـدهـا فى كل وقـت وأنـظرُ
أيـعـجـب مِن هذا سـفيـهٌ مشرَّدٌ   وألهــاه عـن نـور ظـلام مـكـدَّرُ
إلى قـوله يرنو الـحكيم تلذذا   ويُعرِض عنه الـجاهل الـمتكبرُ
كتاب جـليل قد تـعـالى شـأنـه   يدافى رؤوسَ الـمـنكرين ويَكسِرُ
هـو السيف فـى أيدى رجالِ مَواطنٍ   فـلـن يَـعـصِـمَ دِرعٌ منه فوجًا ومِغفَرُ
كلامٌ يفُلُّ الـمـرهفاتِ بحدّه   يبشّـرنـا فى كل أمر ويـنذِرُ
يُدَيَّةُ قومٍ مُـنـكِـرٍ مـغـلولةٌ   وهُـدَّت هـراواهم وسُرُّوا وكُسِّروا
يبـاهون مِـرِّيُحِينَ جهلا ونـخوةً   وسوف تـراهم مـدبِـريـن فتُبشِرُ
فدًى لک روحى يا حبيبى وسيدى   فـدًى لک روحـى أنت وِردٌ مُنضَّرُ
ومـا أنـت إلا نـائـب اللّٰه فى الورى   وأعـطاک ربّک هذه ثم كـوثَرُ
ويـعجز عن تحميد حسنک مؤمنٌ   فـكيف مُـحـمِّـدُک الذى هو يُكفِرُ
يــكــفّـرنـى شيـخ وتتـلـوه أُمّةٌ   ومـا إنْ أراه كـعــاقل يتـدبّـرُ
يُـرى ظهـره عـند النضال كثعلبٍ   وكالذئب يعوى حين يهذى ويهجُرُ
غبـىٌّ عَتِىٌّ أضرمَ الـجهلُ غَيْـظَه   كـجُـلـمـودِ صخرٍ جهلُـه لا يُـغيَّرُ
وكـفّرنى بـالحقد مِن غير مرّة   فـقـلـتُ لک الويلات إنّک أكفَرُ
ويسعـى لإيـذائـى ويسعٰى بزوره   عـلـىّ حـريـص كـالعدا لو يـقدرُ
عـجبتُ لـه ما يتـقى اللّٰـهَ ذرّةً   أَشِـقْـوةُ هذا الـمرء أمرٌ مـقدَّرُ
فـطورًا يـردّ البيـنـات وتــارةً   يحرّف قول الـمصطفٰى ويغيِّرُ
قـصدتُ هداه تـرحُّمًا فتـمـايَلا   عـلى الرجس والبلوى فكيف أطَهِّرُ ﴿۴۳﴾

وقال يمين الله ما لک ناصر فآليتُ إنّ اللّٰه معنا فنظفَرُ
ولما أُريدُ علاجه مِن نصيحة يسبُّ ويُبدى كلَّ ما كان يُضمِرُ
وجاهدتُ للّٰهِ الكريمِ لهديه فما قلَّ مِن أوهامه بل تكثُرُ
عجبتُ لختم اللّٰه كيف أضلَّه يردّ النصوصَ كأنه لا يُبصِرُ
خيالاته كالنائمين ضعيفة نَؤُومٌ فيُبغِضُ كلَّ من هو يُسهِرُ
وإنا نسهِّده ودادًا وشفقةً فيهجُونِ مِن جهل ولا يَتَخفَّرُ
له كتب السبُّ والشتمُ حَشْوُها شريرٌ فيستقرى الشرور ويفخَرُ
يغوص كدلوٍ عند خوض فيرجعَنْ بحَمْإٍ وما يسقيه ماءًا تفكُّرُ
بعيد من التقوى فتسمع أنه كباقورة الأضحى بِعيدٍ يُنحَرُ
لقد زيّن الشيطان أقواله له يوسوسه وقتًا ووقتًا يكوِّرُ
و أكفرَنى بخلًا وجهلاً و دَنَأَةً ووافقَه خَلقٌ ضرير مُدَعْثَرُ
يقولون إنا قادرون على الأذٰى فقلنا اخسؤوا إن المهيمن أقدَرُ
فيا علماء السوء ما العذرُ فى غدٍ؟ أيُلْعن مثلى مسلمٌ ويُكفَّرُ؟
وما غيظكم إلا لعيسى واسمه أيدعٰى بهذا الاسم شخص محقَّرُ
وما تعلمون شؤون ربى وفضله ويعلم ربى كل نفس وينظُرُ
أنعمةُ ربّى فى يديكم محاطة؟ ويفعل ربى ما يشاء ويُظهِرُ
أنحن نفرّ من النّبى وَ بَابه خَفِ اللّٰهَ يا صيدَ الردى كيف تجسُرُ
أنترک قرآنا كريمًا و دُررَه فما لک لا تدرى صلاحا وتَفجُرُ
أآخترتَ رجسا بعد خمسين حجّة؟ وقد كنتَ تشهد أن أحمَدَ أطهرُ ﴿۴۴﴾

وتعلم أنى حِذْرَيانٌ ومتقٍى وتعلَم زَأْرِ وبعدهُ تَتنمَّرُ
تبصَّرُ خصيمى هل ترى من دلائلٍ علٰى ما تقول وفكِّرَنْ كيف تَكفُرُ
أنحن تركنا قبلةَ اللّٰه شقوةً؟ أنَنبِذُ صحفَ اللّٰه كفرًا ونهجُرُ؟
أ نرغب عن دين النبى المصطفٰى؟ ودينًا مخالفَ دينه نتخيَّرُ
سيُخزى المهيمن كاذبا تاركَ الهدى كِلانا أمام اللّٰه واللّٰهُ ينظُرُ
وإنى أنا الرحمٰن ناصرُ حِزبه ومَن كان من حزبى فيُعلى ويُنصَرُ
هذا الهام من اللّٰه تعالٰی
وما كان أن تُخفَى الحقائقُ دائما وما يكتم الإنسان فالدهر يُظهِرُ
وليس خفاءٌ مغلَقٌ فى ديننا وما جاء مِن هَدْيٍ مُبينٍ فنؤثِرُ
سيُكشَف سرُّ صدورنا وصدوركم بيوم يقود إلى المليك ويَحْشُرُ
فمن كان يسعى اليوم فى الدين مفسدًا فيُحرَق فى يومٍ لظاه تُسعَّرُ
وإنا على نور وأنتم على اللظى وما يستوى عُمىٌ وقومٌ يُبصِّرُ
ومن كان محجوبًا فيأتى مُوَسْوِسٌ فيَكُبّه فى هوّة ويدمِّرُ
وما يصطفى اللّٰهُ العليمُ مزوّرًا وما يجتبى الفُسّاقَ ربٌّ أطهَرُ
فذَرْنى وخلّاقى ولستَ مصيطرا علىّ و لا حَكَمٌ و قاضٍ فتأمُرُ
وآثرَنى ربّى وأخزاك خالقى فقد ضاع يا مسكين ما كنتَ تَبذُرُ
أليست تقاة اللّٰه شرطا لمؤمن فما لك يومَ الأخذ لا تتذكرُ
وعدوتَ حتى قلتَ :لستُ بآئب وإن الهدى بعد القِلَى مُتوعِّرُ
أتُفتى بما لم يُنزل اللّٰه مِن هدًى وتُكفِر مَن ألقى السلام وتَجسُرُ

﴿۴۵﴾

وَوَاللّٰه بل تاللّٰه لو كنتَ مخلصًا أريتُك آياتٍ ولكن تُزوِّرُ
ولو قبل إكفارى سألتَ أمانة لعمرى هُدِيتَ وصرتَ شيخا يُبصِرُ
ولكن ظننتَ ظنونَ سوءٍ بعجلةٍ كغُولٍ هوًى والغولُ لا يتطهَّرُ
هل العلم شىء غير تعليم ربنا وأىّ حديث بعده نتخيّرُ
كتابٌ كريمٌ أُحكمتْ آياته وحياته يحيى القلوبَ ويُزهِرُ
يدُعُّ الشقىَّ فلا يمسُّ نكاته ويروى التقىَّ هدًى فينمو ويثمرُ
ومتَّعنى مِن فيضه لطفُ خالقى فإنى رضيعُ كتابِه ومُخَفَّرُ
كريمٌ فيؤتى من يشاءُ علومَه قديرٌ فكيف تكذبَنَّ وتَهكِرُ
وإنى نظمتُ قصيدتى من فضله لتعلم فضلُ اللّٰه كيف يُخيِّرُ
تعال بميدان النضال شجاعةً ليظهَرَ علمك فى الجدال وتُسبَرُ
تريدون ذلتنا ونحن هوانَكم فيُكرم ربّى من يشاء وينصُرُ
أتطلب منى آية الخزى والردى و يأتيك أمرُ اللّٰه فَجْأً فتُبْتَرُ
وحمّدتَنى من قبلُ ثم ذمّمتَنى فقد لاح أنك خَيْتَعُورٌ مزوِّرُ
وإنى أنا الخطّار إن كنتَ طاعنا رماحى مثقّفة وسيفى مُذَكَّرُ
وإنا جَهَرْنا بِبُرَ دينِ محمّدٍ وأنت تسبّ هوًى وفى السّبّ تجهَرُ
متى نَدنُ منك ترحمًا تتباعدُ ونريد حل العقد رُحمًا فتَحْتَرُ
وسيلُك صعبٌ لكن أنت غثاؤه وغيثك حِمُرٌ لكن أنت تُدَعْثَرُ
وما إن أرى فيك التخوفَ والتقى وإن الفتى يخشى إذا ما يُذْعَرُ
ومن كذّب الصدّيق هُتّكَ سرُّه ومن أكثر التكفير يومًا سيُكفَرُ

﴿۴۶﴾

وإن تضربَنَّ على الصَّلاة زجاجةً فلا الصخرُ بل إن الزجاجة تُكسَرُ
فهل فى أناس مُكفِرين مدبِّرٌ يدبِّر فى قولى وفى الكتب ينظُرُ
ووالله إنى آيسٌ مِن صلاحهم وما إن أرى شخصا يكفّ ويحذَرُ
وقلتُ لشيخ قد تقدّمَ ذكرُه إلامَ تكفّرنا وتهجو وتصْعَرُ
تعال نباهِلْ فى مقامٍ معيّن ليُهلَك من هو كاذب ومزوِّرُ
حلفتُ يمينا مِن لِعانٍ مؤكّدٍ فإنى بميدان اللعان سأحضرُ
فإذا أتى بعد الترصد يومنا فقمتُ ولم أكسل وما كنت أقصُرُ
خرجنا وخَلقٌ كان يسعى وراء نا لينظر كيف يباهلنْ ويكفِّرُ
فجاء ولكن لم يباهل مخافةً وأعرضَ حتى لام من هو يُبصِرُ
ولم يتمالک أن يباهل كالفَتَى وظل يُرينا ظهرَ جُبنٍ ويُدبِرُ
وجاشت إليه النفس خوفا وخشية وقد خفتُ أن يُغشى عليه ويُحظَرُ
ووجدتُه بحرًا ومُوجِسَ خيفةٍ كأن حسامى يهجُمَنْ ويبتِّرُ
فقلتُ له لما أبى إنّ حجّتى لقد تمّ واللّٰهُ العليم سيأمُرُ
وإن شئتَ سَلْ مَن كان فينا حاضرا وما قلتُ إلا ما هو المتقرِّرُ
وباهلَنى مِن غَزْنَوِيّين مُكفِرٌ وقوفا لَدى شجرات أرض يَشجُرُ
فقمتُ بصحبى لِلدّعاء مباهلًا وكان معى ربى يرانى وينظرُ
فصَعَّد صرخ الصادقين إلى السّما لِما أخذتهم رقّةٌ وتأثُّرُ
فأعجبَ خلقًا جيشُهم وبكاؤهم فبكوا بِمَبْكاهم وقام المحشرُ
وظلّ المباهل يقذِفَنَّ مكفِّرًا فيا عجبًا مِن دينهم كيف كفّروا

وَمَا الكفر إلا ما يسمّيه ربُّنا فذَرْهم يسبّوا كيف شاء وا ويُكفِروا ﴿۴۷﴾

وإنا توكّلْنا على اللّٰه ربّنا وقد شَدَّ أَزْرَ العبد ربٌّ مُبَشِّرُ

وآخر دَعْوانا أَن الحَمْدُ كله

لِربٍّ يرٰى حالى و قالِى و ينصُرُ

القصيدة الثَّالِثَة المباركةُ الطَّيِّبَةُ

فِى

نَعْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عَلَيهِ وسَلم

بِكَ الحَوْلُ يَا قَيّومُ يا منبعَ الهدى فوفِّقْ لى أن أثنى عَليك وأحمدا

تتوب على عبدٍ يتوب تندُّما وتنجى غرِيقًا فى الضَّلَالة مُفسدا

كبير المعاصى عند عفوك تَافهٌ فما لك فى عبدٍ أَلَمَّ تردُّدا

تحيط بكنهِ الكائنات وسِرِّها وتعلم منهاج السِّوٰى ومُحَرَّدا

ونحن عبادك يا إلهى وملجئى نخرّ أمامك خشيةً وتعبُّدا

وما كان أَنْ يخفى عليكَ نُحاسُنا وتعلم ألوان النحاس وعَسْجَدا

وكم مِن دَهِيٍّ أهلكتهم من شرورهم وأخذتَهم وكسرتَ دَأْيًا مُنضَّدا

وكم مِن حقير فى عيونٍ جعلتَهم بأعينِ خَلقٍ لؤلوءًا وزَبرجَدا

وتعمُر أطلالا بفضل ورحمةٍ وتَهُدّ مِن قهرٍ منيفًا مُمَرَّدا

وَمَا كان مِثلُك قدرةً وترحمًا ومثلُك ربّي ما أرٰى متفردا ﴿۴۸﴾
فسبحان مَن خلَق الخلائق كلها وجعل كشيءٍ واحد متبددا
غيورٌ يُبيد المجرمين بسخطه غفور ينجّي التائبين من الردٰى
فلا تأْمَنَنْ مِن سخطه عند رحمه ولا تيئسَنْ من رُحمه إن تَشدَّدا
وإن شاء يبلو بالشدائد خَلْقَه وإن شاء يُعطيهم طريفًا ومُتلَدا
وحيدٌ فريد لا شريكَ لذاته قويٌّ عليٌّ في الكمال توحَّدَا
ومن جاء ه طوعا وصدقا فقد نجا وأُدْخِلَ وِرْدًا بعد ما كان مُلْبَدا
له الملك و الملكوت و المجد كله وكلٌّ له ما لاح أو راح أو غدا
ومن قال إن له إلٰها قادرًا سواه فقد تبع الضلالة واعتدى
هدى العالمين وأنزل الكتب رحمةً وأرسل رسلا بعد رسل وأكّدا
وأنت إلٰهي مأمني ومفازتي وما لي سواك معاونٌ يدفع العدا
عليك توكلنا وأنت ملاذنا وقد مسَّنا ضُرٌّ وجئناك للندى
ولك آيات في عباد حمدتَهم ولا سيما عبدٌ تسمّيه أحمداً
له في عبادة ربه غَلْيُ مِرجَلٍ وفاقَ قلوب العالمين تعبُّدا
ومِن وجهه جَلَّى بعيدًا وأقربَا وأصاب وابلُه تِلاعًا وجَدْجَدا
له آيتا موسٰى وروحُ ابنِ مريمٍ وعرفانُ إبراهيمَ دينًا ومَرْصَدا
وكان الحجاز وما سواه كميّتٍ شفيع الورى أحيا وأدنى المبَعَّدا
وكان مُكاوَحةٌ وفسقٌ شعارَهم يُباهُون مِرِّيحِين في سبل الردى
فلم يبق منهم كافر إلا الذي أصرَّ بشِقْوته على ما تعوَّدا

شــريعتـه الـغـرّاء مَـورٌ مـعـبَّـدٌ غيـورٌ فـأحـرقَ كلَّ دَيُرٍ وجَـلْسَدا ﴿۴۹﴾
وأتـى بـصـحف اللّٰـه لا شـك أنهـا كتاب كريم يرفِد الـمسترفِدا
فـمن جـاء ه ذلا لتـعـظيم شـأنـه فيـعطى له فى حضرة القدس سؤددا
فيـا طـالـبَ الـعـرفان خُذْ ذيلَ شرعه ودَعْ كلَّ متبوع بهذا الـمقتدى
يـزكّـى قـلـوب الـناس مِن كل ظلمة ومـن جـاء ه صـدقا فنوّره الهُدٰى
ولـما تـجلّى نوره التام للورٰى ولَوَّحَ وجـهُ الـمـنـكرين وسوَّدا
تراء ى جمال الحق كالشمس فى الضحٰى ولاح عـليـنـا وجهـه الـطلق سرمدا
وقـد اصطفيتُ بمُهُجتى ذكرَ حمده وكافٍ لـنا هذا الـمتاع تزوُّدا
وفـوّضـنـى ربّـى إلـى فيض نوره فـأصبـحـتُ مِن فيضان أحمدً أحمدا
وهذا من اللّٰه الكريم المحسنِ ومـا كـان من ألـطـافـه مستبعَدا
والـلّٰهِ هذا كـلـه من **مـحمدٍ** ويـعلم ربى أنـه كـان مـرشدا
وفـى مُهُـجتـى فـورٌ وجيـشٌ لأمدحا سُلالةَ أنوار الـكريم **مـحمداً**
كـريـم الـسـجايا أكملُ العلم والنهٰى شـفيـع البـرايا منبع الفضل والهدى
تبـصَّـرْ خصيمى هل ترى مِن مشاكهٍ بتـلـك الـصفات الصالحات بـأحمدا
بشيـر نـذير آمـرٌ مـانع معًـا حكيم بـحكمته الجليلة يُقتدٰى
هـدى الهـائـميـن إلى صراطٍ مقوَّم ونوّر أفـكـار الـعـقول وأيّدا
له طلعةٌ يـجلو الظلامَ شـعاعُها ذُكـاءٌ منير بُـرجُه كان بُـرُجُدا
لـه درجات لـيـس فيها مشارِكٌ شفيع يزكّينا و يُدنى المبَعَّدا
ومـا هـو إلا نــائب اللّٰـه فى الورٰى وفـاق جـميـعًا رحمةً وتودُّدا

﴿۵۰﴾ تخيَّرَه الرحمن مِن بين خلقه وأعطاه ما لم يُعْطَ أحد من النداى
وقد كان وجه الأرض وجهًا مسوَّدا فصار به نورًا منيرا وأغيَدا
وأرسله البارى بآيات فضله إلٰى حزبِ قوم كان لُدًّا ومفسِدا
ومُلْكٍ تأبَّطَ كلَّ شرٍّ قومُه وكلٌّ تلا بغيًا إذا راح أو غدا
بِلُوبَةِ مكةَ ذاتِ حِقْفٍ عَقَنْقَلٍ بلادٌ ترى فيها صفيحا مُصَمَّدا
وما كان فيها من زروعٍ ودوحة تُرى كالظليم ثراه أزعَر أربَدا
تكنَّفَ عَقْوةَ داره ذاتَ ليلة جماعةُ قوم كان لُدًّا ومفسدا
فأدركه تأييدُ ربٍّ مهيمن ونجّاه عونُ اللّٰه من صولة العدا
تذكرتُ يومًا فيه أُخرِجَ سيدى ففاضت دموع العين منى بمنتدٰى
إلى الآن أنوارٌ ببُرقَةِ يثرِبَ نشاهدُ فيها كلّ يوم تجدُّدا
فوجهُ المدينة صار منه منوّرا وبارَكَ حُرَّ الرمل وَطئًا و قَردَدا
حَفافَى جنانى نُوِّرا مِن ضيائه فأصبحتُ ذا فهم سليم وذا الهدى
وأرسلنى ربّى لتأييد دينه فجئتُ لهذا القرن عبدًا مجدِّدا
له صُحُبةٌ كانوا مجانينَ حُبِّه وجعلوا ثرى قدميه للعين إثْمَدا
وأرَوا نشاطًا عند كل مصيبة كعَوْجاءَ مِرقالٍ تُوارى تَخدُّدا
وإذا مُرَبِّينا أهابَ بغنمه فراعُوا إلى صوت المُهيب تودُّدا
وكان وصال الحق فى نيّاتهم وخطراتهم فلأجله مَدُّوا اليدا
ورأوا حياة نفوسهم فى موتهم فجاءوا بميدان القتال تجلُّدا
وجاشت إليهم من كروبٍ نفوسُهم وأنذرَهم قوم شقىٌّ تهدُّدا

فظلوا ينادون المنايا بصدقهم   وما كان منهم مَن أبى أو تردَّدا ﴿۵۱﴾
وفاضت لتطهير الأناس دماؤهم   من الصدق حتى آثر الخَلقُ مَرصَدا
وأحيَوا لياليهم مخافةَ ربهم   وأذابهم يومٌ يُشيِّب ثَوهَدا
تَناهَوا عن الأهواء خوفا وخشية   وباتوا لمولاهم قِيامًا وسُجّدا
تلقَّوا علومًا من كتاب مقدس   حكيم فصافاهم كريم ذو النّدٰى
كنوقٍ كرائمَ ذاتِ خُصْلٍ تجلَّدوا   وتربَّعوا كلاءَ الأسِرَّة أغيَدا
أتعرف قوما كان ميتًا كمثلهم   نَؤومًا كأموات جَهولا يَلَنْدَدا
فأيقظَهم هذا النبى فأصبحوا   منيرين محسودين فى العلم والهدى
وجاء وا ونورٌ من وراءٍ يسوقهم   إليه ونورٌ من أمامٍ مُقوِّدا
ولو كُشف باطنهم نرى فى قلوبهم   يقينًا كطبقات السماء مُنضَّدا
تداركَهم لطفُ الإله تفضلا   وزكّى بروح منه فضلًا وأيّدا
ففاقوا بفضل اللّٰه خَلْقَ زمانِهم   بعلم وإيمان ونور وبالهُدى
وهذا من النور الذى هو أحمدُ ﷺ   فدًى لک روحى يا مُحمّدُ ﷺ سرمَدا
أُمِرتَ من اللّٰه الذى كان مرشدا   فأحرقتَ بدعاتٍ وقوَّمتَ مَرْصَدا
وجئتَ لتنجية الأنام مِن الهوٰى   فواهًا لِمُنجٍ خلّص الخَلق مِن رَدَى
وتورَّمَتُ قدماک للّٰه قائمًا   ومثلک رجلا ما سمعنا تعبُّدا
جذبتَ إلى الدين القويم بقوة   وما ضاعت الدنيا إذا الدين شُيِّدا
وأرسلَک البارى بآيات فضله   لكى تُنقذ الإسلام مِن فتن العِدا
يحبّ جنانى كلَّ أرض وطِئتَها   فيا ليت لى كانت بلادک مولدا

﴿۵۲﴾ وأكفَرَنى قومى فجئتك لاهفًا وكيف يُكفَّرُ مَن يوالى مُحمَّدًا
عجبتُ لشيخ فى البطالة مفسدٍ أضلّ كثيرا بالشرور وبَعَّدا
سَلُوه يمينًا هل أتانى مباهِلا وقد وعَد جزمًا ثم نكث تعمُّدا
فخُذْ يا إلٰهى مثل ہذا المكذِّبِ كأَخْذِك مَن عادى وليًّا وشدّدا
أضلَّ كثيرا من صراط منوّر تباعدَ من حق صريح وأبعدا
قد اختار مِن جهل رضاءَ خلائقٍ وكان رضى البارى أهمَّ وأَوْكَدا
وما كان لى بغضٌ وربّى شاهدٌ وفى اللّٰه عادَيناه إذ حال مَرصَدا
يسبّ وما أدرى على ما يسُبّنى أيُلعَن مَن أحيا صلاحا وجدَّدا
نعَمْ نشهدَنْ أن ابنَ مريم ميّتٌ أهذا مقال يجعل البَرَّ مُلحِدا؟
وهل من دلائلَ عندكم تُؤثِرونها فإن كان فأْتونى بتلك تجلُّدا
أنحنُ نخالف سبلَ دينِ نبينا؟ وقد ضل سعيًا مَن قَلَى دينَ أحمدا
سيُكشَف سِرُّ صدورنا وصدوركم بيومٍ يسوّد وجهَ مَن كان مفسِدا
فمن كان يسعى اليوم فى الأرض مفسدا فيُحرَق فى يوم النشور مُزوَّدا
أليس تقاةُ اللّٰه فيكم كذرّةٍ؟ أتخشون لومةَ حَيِّكم ومُفنِّدا
وقد كان ربّى قدّر الأمرَ رحمةً فَحُصْتُ بإذن اللّٰه ثوبًا مُقدَّدا
رأيتُ تغيُّظكم فلمْ آلُ حجّةً ووطّأتُ ذوقًا أَمْعَزًا متوقِّدا
ولستُ بذى علم ولكن أعاننى عليم رآنى مستهامًا فأيّدا
ووالّٰلـهِ إنى صادق غيرُ مفترٍ وأيّدنى ربى وما ضاعنى سُدًى
وما قلتُ إلا ما أُمِرتُ بوحيه وما كان هَجُسٌ بل سمعتُ مُندِّدا

أأكتُمُ حقًّا كالمُداجى المُخامِرِ مخافةَ قوم لا يريدون مَرصَدا ﴿۵۳﴾
تعالٰى مقامى فاختفى من عيونهم وربى يرى هذا الجَنان المجرَّدا
وفى الدين أسرار وسبلٌ خفيّة يلاحظها من زاده اللّٰه فى الهُدى
وهذا على الإسلام أدهى مَصائبٍ يُكفَّرُ مَن جاء الأنامَ مجدِّدا
أتُكفِرُ رجُلا قد أنار صلاحه ومثلك جهلاً ما رأيتُ ضَفَنْدَدا
أتُكفِر رجلا أيّد الدّينَ حجّةً ودافَا رؤوس الصائلين وأرجَدا
أنحن نفرّ من الرسول ودينه ويبدو لكم آياتُنا اليوم أو غدا
واللّٰه لولا حُبُّ وجهِ محمدٍ لما كان لى حولٌ لأمدح اَحْمَداً
ففى ذاك آياتٌ لكلّ مكذِّبٍ حريص على سبٍّ وألوَى كالعِدا
وكم من مصائب للرسول أذوقُها وكم من تكاليف سئمتُ تودُّدا
وغمٍّ يفوق ظلامَ ليلٍ مظلم وهولٍ كليل السَّلْخ يُبدى تَهَدُّدا
وضُرٍّ كضرب الفأس أصلتَ سيفَه وخوفٍ كأصوات الصراصر قد بدا
فأسأمُ تلك المحنَ مِن ذوق مُهْجتى وأسأل ربّى أن يزيد تشدُّدا
وموتى بسبل المصطفٰى خيرُ مِيتةٍ فإنْ فُزْتُها فسأُحْشَرَنْ بالمقتدى
سأدخلُ مِن عشقى بروضةِ قبره
وما تعلم هذا السرّ يا تاركَ الهدى

﴿۵۴﴾

القصيدة الرابعة

ألا أيها الواشى إلامَ تكذِّبُ وتُكفِّرُ مَن هو مؤمن وتُؤنِّبُ
وآليتُ أنى مسلمٌ ثمّ تُكفِرُ فأين الحيا أنت امرؤٌ أو عقرَبُ؟
ألا إننى تِبرٌ وأنت مُذهَّبٌ ألا إننى أسدٌ وإنک ثعلبُ
ألا إننى فى كل حرب غالبٌ فكِدْنى بما زوّرتَ والحقُّ يغلِبُ
وبشَّرنى رَبّى وقال مبشّرًا ستعرف يومَ العيد والعيدُ أقربُ
ونعَّمنى ربى فكيف أرُدّه وهذا عطاء اللّٰه والخَلقُ يعجَبُ
وسوف ترى أنى صدوقٌ مؤيَّدٌ ولستُ بفضل اللّٰه ما أنت تحسَبُ
ويبدى لک الرحمن أمرى فينجلى أهذا ظلامٌ أو مِن اللّٰه كوكبُ
يرى اللّٰه ما هو مختفٍى فى قلوبنا فيفضَح من هو كاذبٌ ويكذِّبُ
ويعلم ربى من هو الشرّ مَنزِلًا ومن هو عند اللّٰه بَرٌّ مقرَّبُ
إلامَ ترى زُورًا كصدقٍ ممحَّضٍ وتستجلب الحمقٰى إليه وتجذبُ
وقاسمتَهم أن الفتاوى صحيحةٌ وعليک وِزرُ الكذب إن كنت تكذِبُ
وهل لک مِن علمٍ ونصٍّ محكم على كفرنا أو تخرِصَنَّ وتَتعَبُ
كمثلک أممٌ قد أُبيدوا بذنبهم فتَحَسَّسَنْ مِن نبئهم ما أُعقِبوا
أتُغدِف فى حربى قناعًا دوننا وتترک ما أمّمتَ جُبنًا وتهرُبُ

ومـا البـحـث إلا مـا عـلـمتَ وذُقتَـه   و تلک وِهادٌ لـلـمنايا تُقوِّبُ ﴿۵۵﴾
ومـا فـی يـديک بـغير فلسٍ مُذهَّب   تُـضِلّ أُمَيـمًا بـالسَّراب وتـخلُبُ
وشـاهـدتُ أنّک لستَ أهلَ معارفٍ   وتـلهـو وتهـذی کالسکاریٰ وتلعبُ
متـی نُبـدِ أخـلاقًا فتُبـدِ ذميـمةً   وتتـرک مـا هـو مستطـابٌ وأطيبُ
وعـاديتنی وطويتَ کشحًا علی الأذی   ورميـت حـقـدًا کل ما کنتَ تَجعَبُ
وکـنتَ تـقول سـأغلبنّ بـحجّتی   ومـا کـنـتَ تدری أنک اليوم تُغلَبُ
ولسـتُ بعادٍ مسرفٍ بل إنـنی   عَـروفٌ علٰی إيـذائکم أتـحبّبُ
وإنی أمـامَ اللّٰهِ فی کُلّ ساعة   ويـنـظـر ربّـی کلَّ مـا هـو أکسَـبُ
فـإن کـنـتَ عـاديـتَ الـخبيـث تديُّنًا   فتُـکرَمُ عـند مـليکنـا وتُـقرَّبُ
وإن کـنــتَ قـد جـاوزتَ حدَّ تورُّعٍ   وقـفوتَ مـا لم تـعلمنّ فتُـعتَبُ
فســوف تـری فـی هـذه ضـربَ ذلّةٍ   ويـومُ نـکـال اللّٰـه أخـزی وأعطَـبُ
ومَـن کـان لاعِـنَ مـؤمنٍ متعـمـدًا   فـعلـيـه ذِلّةُ لعنةٍ لا تَـنـکُـبُ
أتـأمر بـالتـقوی وتـفـعل ضِدّه   وتـنـکــث عهـدًا بـعد عهدٍ وتهـرُبُ
ولـی لک فی أعشار قـلبی لوعَةٌ   فـکـفِّـرُ وکـذِّبُ إنـنی لست أغضَبُ
ألا أيهـا الشيخ اتـق اللّٰـهَ الـذی   يهدّ عـمـاراتِ الهویٰ ويـخـرّبُ
إذا مـا تـوقَّـدَ قهـره يهلک الوریٰ   فـمـا حِيـصَ مِـن ابـن حُسـام يعضَبُ
أتـعـوی کـمثـل الذئب واللّٰهِ إنـنی   أراک کـأنّک أرنبٌ أو ثـعـلبُ
ومـا إن أریٰ فـی خيـط کيـدک قوةً   ويُـصـلـح ربّی مـا تَهُدُّ وتشـغَبُ
ألـم تـعـرفَـنْ رؤيـای کيف تـحققت   وأصـــدقُ رؤيًـا مـؤمـنٌ لا يُـکـذَّبُ

﴿۵۶﴾ وَ يأتيک من آثار صدقی بكثرة فليرقُبَنْ أوقاتِها المترقِّبُ
فإن كنتُ كذّابًا فأنت منعَّمٌ وإن كنتُ صدّيقًا فسوف تُعذَّبُ
أتُكفِرنی فی أمر عيسٰی تجاسرًا وكذّبتنی خطأً ولستَ تُصوِّبُ
تُوفّی عيسٰی هكذا قال ربّنا صريحًا فصدّقْنا ولا نتريَّبُ
وكيف نكذّب آيةً هی قوله وتصديق كلمته أهمُّ وأوجبُ
نَهى خالقی أن نُحْيِيَنَّ ابنَ مريمٍ وتلک التی كفّرتَ منها وتَنصَبُ
ولم يبق لی فی موته ريحُ ريبة لِما ألهَمَنی ملکٌ صدوقٌ مؤوِّبُ
أقول ولا أخشی فإنی مثيله ولو عند هذا القول بالسيف أُضرَبُ
ووالله إنی جئتُ حين مجيئه وهو فارسٌ حقًا وإنی مُحقِبُ
وقد جاء فی القرآن ذكرُ وفاته وما جاء فيه هو الذی هو أصوَبُ
ولو كان فی القرآن أمرٌ خِلافَه لآثرتُه دينًا و لا أتجنَّبُ
ولكن كتاب الله يشهد أنّهٗ تناوَلَ مِن كأس المنايا فتعجَبُ
أمِن غير منبع هديه نطلب الهدی وكلٌّ من الفرقان يُعطی ويوهبُ
فنؤمن بالله الكريم وكُتبه فأين بحقدک يا مكفِّرُ تذهبُ
ويعلم ربّی كلَّ ما فی عَيبتی عليمٌ فلا يخفی عليه مغيَّبُ
وهذا هدی الله الذی هو ربّنا فإن كنتَ ترغَب عن هدًی لا نرغَبُ
وإن سراجی قوله وكتابه فإن أعْصِه فسناه مِن أين أطلُبُ
وإن كتاب الله بحرُ معارفٍ ونجدنُ فيه عيونَ ما نستعذبُ
وكم من نكات مثل غِيدٍ تمتَّعتُ بها مُهْجتی مِن هدی ربی فجَرِّبوا

إذا ما نظرتُ إلى ضياء جماله ... فإذا الجمال على سنا البرق يغلِبُ ﴿۵۷﴾
رأيتُ بنورٍ نورَه فتبيَّنتُ ... عليَّ حقائقه ففيها أُقلَّبُ
يصدّ عن الطغوى ويهدى إلى التقى ... خفيرٌ إلٰى طرق السلامة يجلِبُ
يجرّ إلى العُليا وجاء من العلٰى ... كما هو أمرٌ ظاهرٌ ليس يُحجَبُ
وسرٌّ لطيفٌ فى هداه ونكتةٌ ... كنجمٍ بعيد نورها تتغيبُ
ومن يأته يُقبَلُ ومن يُهدَ قلبُه ... إلى مأمنِ الفرقان لا يتذبذبُ
يُضىء القلوب ويدفَعنّ ظلامَها ... ويشفى الصدور سوادُه ويهذِّبُ
فقلتُ له لما شربتُ زلاله ... فدًى لک روحی أنت عينى ومشرَبُ
وكم مِن عَمِيٍّ قد كشفتَ غطاء هم ... ونجّيتَهم عما يعفِّى ويَشغَبُ
ألا رُبَّ خصمٍ خاضَ فيه عداوةً ... فألهاه عن خوضٍ سناه المؤنِّبُ
وإن يفتَحنْ عيناک وهّابُ الهدى ... فكايِّنْ ترى مِن سرِّه لک معجِبُ
وأنّى لِعقل الناس نور كنوره ... وإن النُّهى ببيانه يتهذَّبُ
ووالله يجرى تحته نهرُ الهدٰى ... ومَن أكثر الإمعان فيه فيشرَبُ
ومن يمعن الأنظار فى ألفاظه ... فإلى سناه التام يَصُبُ ويُسحَبُ
ومن يطلب الخيراتِ فيه ينَلْنَهُ ... ويرى اليقينَ التام والشكُّ يهرُبُ
ومن يطلُبَنْ سبلَ الهُدٰى فى غيره ... يكُنْ سعيه لعنًا عليه فيُعطَبُ
ومن يعصِ فرقانًا كريمًا فإنه ... يُطعِ السعيرَ وفى الجحيم يُقلَّبُ
وما العقل إلّا خَبُط عشواءَ ما يُصِب ... يجِدْه وما يُخطى فيهذى ويلغَبُ
ومهما تكُنْ من عين ماءٍ باردٍ ... تراه حثيثًا عينُ صادٍ فيشرَبُ

﴿۵۸﴾ وقد جئتُ بالماء المَعين وعَذْبِهٖ ... فأين النهى لا تشربَنْ وتُشرَّبُ
وسوف يريك اللّٰه نورَ تطهُّری ... ويُريك مَنْ منّا صَدوقٌ وطيّبُ
خَفِ اللّٰهَ عند الطعن فی أوليائه ... أولئک قومٌ مَن قلاهم فيُشجَبُ
تعَال وتُبْ مما صنعتَ فإننی ... أُصانِعُ من يتلقَّ حُبًّا وأصحَبُ
ولستُ مُدَعْثِرَ مَن جفا بل إننی ... عَروفٌ على إيذائكم أتحبَّبُ
وفی السلم والإسلام إنی سابقٌ ... وإذا ترامیتم فسهمی مثقِّبُ
وإذا تضاربتم فسيفی قاطعٌ ... وإذا تطاعنتم فرمحی مُذرَّبُ
وإن المزوّر لا ينجّيه مكرُه ... وإن يخفَ فی غار عميق فيُتْغَبُ
تذكَّرْ نصيحةَ غزنویٍّ صالحٍ ... وعليک سبل الرفق والرفقُ أعذَبُ
وكم من أمور الحق قلّبتَ جرأةً ... فسوف ترى يومًا إلى ما تُقلَّبُ
وإن كنتَ ذا علم فأَرنی كماله ... وما ينفَعنْ بعد الغزاة تَصيُّبُ
وإنی علٰی علم وزدتُ بصيرةً ... من اللّٰه فی أمری وأنت مكذِّبُ
خَفِ اللّٰهَ حَزمًا يا ابنَ مَرْءٍ أَحَبَّنی ... فدَعْ ما يلازمه عدوٌّ مخيَّبُ
وما يمنعنَّک من رجوع وتوبةٍ ... أ آليتَ جهلًا حِلفةً فتُثرَّبُ
وإن كنتَ ذا عسرٍ وضَمْر مُعيَّلًا ... فإن شاء ربی تُرزَقنّ فتُحظَبُ
ووالله إن شقاک هيَّج لی البكا ... لدى عينِ إحياءٍ تموت وتُتغَبُ
ألا تعرِفنْ قصص الذين تمرّدوا ... فما لک تدری سمَّ ذنبٍ وتُذنِبُ
أ تُدامُ بين الأقربين كباطرٍ ... وإن غداة البين أدنٰی وأقربُ
ومثلک جافٍ قد خلا ومكذِّبٌ ... فأبادهم ربٌّ قديرٌ معذِّبُ

سیسلب منک الضعفُ والشیب قوةً   وما إن أری عنک الغوایة تُسلَبُ ﴿۵۹﴾
فأکفِرُ وکذِّبُ أیها الشیخ دَائمًا   وإنّی بفضل اللّٰه رجلٌ مهذَّبُ
وألهَمنی ربی وأعطی معارفًا   فبنوره الأجلی إلی الحق أنذُبُ
أتغفل مِن قهر الحسیب وأخذِه   وتُذعِرنا مِن جَور خَلقٍ وتُرعِبُ
نجاتک من جذبات نفسک مشکلٌ   یُزلّ الغلَام الخفرَ بَکُرٌ هَوزَبُ
إلی اللّٰه مرجعنا فیُظهِر خَبأَنا   علی الأشقیاء وکلّ أمر مرتَّبُ
فقد کذّبوا بالحق لما جاء هم   فسوف یُریهم ربنا ما کذّبُوا
وقد کُذّبتْ قبلی عبادٌ ذووا التقٰی   فصبروا علٰی ما کُذّبوا وتَرقّبوا
فلما نسوا فحواءَ ما ذُکّروا بهٖ   أُسِفَّ وجوهُ قلوبهم ما قلَّبوا
تَحامَونِ بالحقد المدمِّر کلّهم   وأَمَّهم الشیخُ السفیه المعجَبُ
وکیف أخاف عنادَ قوم مفنَّدٍ   ویَعُتامُنی ربّی علیهم ویصحَبُ
فأبغی رضا ربّی وما أخشی العدا   ولحربِ أعداء الهدی أتأهبُ
ولکل نبأٍ مستقرٌّ معیّنٌ   وما تُبسَل نفسٌ قبل وقت یُکتَبُ
وإن هُدی اللّٰه العلیم هو الهدی   ویعلم ما ندَعَنُ وما نحن نکسبُ
ویدری أناسًا کفّرونا وکذّبوا   إذا ادّارکوا لنضالهم وتحزَّبُوا
قلا نی الوری حتّی الأقاربُ کلهم   فمنهم کثعبان ومنهم عقربُ
وما نتقی حَرًّا بتلک الهواجرِ   وفی اللّٰه ما نؤذَی ونُرمَی ونُجذَبُ
وإنی بحضرته أموت بفضله   فإن لم ینَلْنا العزُّ فالذلّ أطیبُ
ألا کلّ مجد قد طرحتُ کجیفةٍ   وفی کل أوقاتی إلی اللّٰه أُجلَبُ

﴿٦٠﴾ و إليـه أسعـى مِـن جنانى و مُهُجتى ولـغيره مـنى الـقَلا والتـجـنّبُ
وإنـى أعيــش بهـذه كــمسـافـر وفــى كـل آن مِـن هـوى أتـغـرّبُ
ومــا لـى إلٰى غير الـمهيـمن رغبةٌ وعـن كـل مــا هو غيـر ربّـى أرغَـبُ
ألا أيها الشيـخ الـذى يتـجـنّـبُ تـرى إن تَتُـبْ مِـنّى الهوى و التحبّبُ
ولســتُ بـراضٍ أن ألاعِـنَ لاعــنًـا فـأختـار نهـج الـعفو و القلبُ مغضِبُ
رأيـتُ بســاتين الهدى مِن تـذلُّلٍ وإنـى بــآلامى عُـذَيقٌ مُـرجَّـبُ
تسـبّ وإن أعـذِرُک فيمـا تسبّـنى ولـكـن أمام اللّٰه تـعصى وتُـذنِبُ
تـصـول علىّ لهتكِ عرضى و أعتلى وأعـطـانـىَ الـرحـمن ما كنتُ أطلبُ
تـرى عـزّتـى يـومًــا فيـومًـا فتنشوى وتهـذى كـأنّک بـالهراوى تُضرَبُ
أرى أن نَشُـزِى فيک كالرمح لاعجٌ ويُـلاعجنَّک شـأننا الـمترقَّبُ
ولـو لـم يـكـن فـى الـقلب غير تغيُّظٍ فـلا الـقلب إلا جـمـرةٌ تتـلهبُ
ولا تـحسبـنّ قـلبـى إلى الضغن مائلا تـعاشيـبُ أرضـى خُلّةٌ وتـحبُّبُ
كـمثلک عـادٍ مـا رأيـتُ ولاعـنًـا أقـولُک قـولٌ أم سِـنـانٌ مُـذرَّبُ
أردتَ وبـالى لـكنِ الـلّٰه صـانَـنى تـنـدَّمُ فـقـد فـات الذى كنتَ تطلبُ
ولسـتَ عـلىّ مسيطرًا أو مـحاسبًا ومــا يـعـطيـنّ الـربُّ أفـأنت تسلُبُ
تـرفَّـقْ فإن الـرفق لـلـناس جـوهرٌ ومـا يترُكنُ سيفٌ فبـالـرفـق يُجلَبُ
ولا تشـرَبـنُ جهــلًا أُجاجَ عداوةٍ ووالـلّٰــه إن السـلـم أحلى وأعذبُ
ومـن كــان لا يتــأدبنُ مِـن نــاصح فـلـه دواهـى الدهر نِعمُ الـمؤدِّبُ
أيـا لاعِـنـى مـا كنتُ بدعًا من الهوى لـكـل من الـعـلـمــاء رأىٌ ومذهبُ

عَلَیّ لربّی نعمةٌ بعد نعمة — فلا زلتُ فی نعمائه أتقلّبُ ﴿۶۱﴾
وإن رسول اللّٰه شمسٌ منیرةٌ — وبعد رسول اللّٰه بدرٌ وکوکبُ
جرت عادة اللّٰه الذی هو ربنا — یُری وجهَ نور بعد نور یذهَبُ
کذلک فی الدُّنیا نری قانونه — نجوم السما تبدو إذا الشمس تغرُبُ
خَفِ اللّٰهَ یا من بارزَ اللّٰه مِن هوی — وإن الفتی عند التجاسر یرهَبُ
ولا تطلُبنْ ریحانَ دنیاک خِسّةً — وشوکُ الفیافی منه أشهٰی وأطیبُ
یزید الشقیَّ شقاوةً طولُ أمنِه — ویُرخی المهیمن حبلَه ثم یجذِبُ
إذا ما قصدتُ إشاعة الحق فی الوری — صددتَ وتبدی کلّ خبث وتَثلِبُ
وأنت تری الإسلامَ قفرًا کأنه — مقابرُ أموات وأرضٌ سَبسبُ
تصول العدا مِن جهلهم وعنادهم — علی صُحف مولانا وکُلٌّ یکذّبُ
وهدیٌ کسِمُطَی لؤلؤٍ وزَبَرجَدٍ — به الطفل یلهو مِن عناد ویجدِبُ
ومِن کل طرف تمطرنّ سهامُهم — فهذا علی الإسلام یومٌ عَصَبْصَب
نرٰی هذه مِن کل قوم بعیننا — فتذرِف عینُ الروح والقلبُ یشجَبُ
فقمتُ فعادانی عِدای ومعشری — فلی مِن جمیع الناس لعنٌ مرکَّبُ
ولم یبق إلا حضرة الوتر ملجأٌ — ومِن باب خَلّاق الوری أین أذهب
فإن ملاذی مستعانٌ یحبّنی — ویسقینِ من کأس الوصال فأشربُ
غیورٌ فیأخذ رأسَ خصمی إذا اعتدی — غفورٌ فیغفر زلّتی حین أُذنِبُ
وإنی بَرِیءٌ مِن ریاحین غیرِه — وعذابُ شوکٍ منه عذبٌ وطیّبُ
یحبّ التذللَ والتواضع ربُّنا — ومن ینزلَنْ عن فرسِ کِبرٍ یرکبُ

وللصابرين يوسّع اللّٰه رحمةً ... ويفتح أبواب الجدٰى و يُقرّبُ ﴿۶۲﴾
تعرّفتُه حتى أتتُنى معارفٌ ... وإن الفتى فى سُؤُله لا يلغَبُ
رأيناه من نور النبى المصطفٰى ... ولولاه ما تُبْنا ولا نتقربُ
له درجاتٌ فى المحبّة تامّةٌ ... له لمعاتٌ زال منها الغَيهَبُ
ذُكاءٌ منيرٌ قد أنار قلوبنا ... وله إلٰى يوم النشور معقِّبُ
وفى الليل بعد الشمس قمرٌ منوَّرٌ ... كما فى الزمان نشاهِدنُ ونجرِّبُ
وللّٰه ألطافٌ على مَنْ أحبَّهٗ ... فوابِلُه فى كلّ قرن يسكُبُ
وشِيمتُه قد أُفرِدتُ فى فضائلٍ ... وقد فاق أحلامَ الورى أفتعجَبُ
ورعَى وآتَى الصحبَ لبنًا سائغًا ... وليس كراعى الغنم يرعى ويحلِبُ
وليس التُّقى فى الدين إلا اتّباعه ... وكل بعيد مِن هداه يُقرَّبُ
ولو كان ماءٌ مثل عسلٍ بطعمه ... فواللّٰهِ بحرُ المصطفى منه أعذَبُ
مدحتُك يا محبوبُ مِن صدق مُهجتى ... ولولاك ما كنّا إلى الشعر نرغَبُ
وإنا لَجِئْنا فى عطائك راغبًا ... ومَنْ جاء بابك سائلًا لا يُثرَّبُ
وواللّٰه حُبُّك للنجاة لمؤمنٍ ... دليلٌ وعنوانٌ فكيف نخيَّبُ
وآثرتُ حُبّك بعد حبّ مهيمنى ... وتُصبى جنانى مِن سناك وتجلِبُ
ونستصغر الدنيا وخضراءَها معًا ... فلا نجتنى منها ولا نُستخلبُ
ألا أيها الشيخ الذى أكفرتَنى ... وإنى بزعمك كافرٌ ثم هَيدَبُ
فتلك بعون اللّٰه منى قصيدةٌ ... محبَّرةٌ ونظيره منك أَطْلُبُ

وهذى ثلاثٌ قد نظمنا وهِديةٌ
ببحرٍ خفيف لِلأحبّاء أنسبُ

فَـإن كـنـتَ ذی عـلـم فآتِ نـظيـرَها ﴿۶۳﴾
وإنْ تـعـجـزنْ جهلا فكِبرُک أعجبُ

تَفْسير سُورة الفاتحة

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه الذى خضعت الأعناقُ لكبريائه وتحَيَّرت الأبصارُ من مجده وعلا ئه المقدَّس عن الأنداد والأضداد والشركاء المنـزَّه عن الأشباهِ والأقران والـنُـظـراء . هـو الـذى أرسـل رســلًا لإصلاح الورى ونَجّٰى كلَّ مَن قفا أثرهم واقتـدٰى واختـار مـن اختار مَهْيَعَهم وتَبِعَهم وما انثنى فرضِى عنه وثَنَى. والصلاة والسـلام على سيد الرسل وخاتم الأنبياء محمدن المصطفى الذى هو سيّد قوم انـكسـرت إراداتهـم البشـرية وأُزيـلـت حركاتهم الطبعية وجرَتْ فى بواطنهم الأبـحـر الـروحـانية ونـفـخ اللّٰه فيهم روحه ووالا وصافا. هو إمامُ مَصاليت اللّٰه الـذيـن خيَّبـوا شيطانا ذا المكايد حتى أَخفق إخفاقَ الصائد وهو الذى كفَّ عن الـعَيـث والـنَّـزْء ذِيبًا أكَل غنم أنبياء بنى إسرائيل ونَسَأَ إلٰى الحق وعصَم وهَدَى فالسلام علٰى هذا الجَرِىّ البطل المظفَّر فى الأولٰى والأخرى.

أمـا بـعـد فـاعلم أرشدک اللّٰه تعالٰى أن هذا الكتاب بُلْغةٌ لكل من أراد

أن يسلك في حدائق فاتحة الكتاب ويعلم حقائق نِكاتِه وشاجِنةَ معارفه على ﴿۶۴﴾
نهج الصواب. وكل ما أودعتُه من درر البيان فإني تفردتُ به من مواهب اللّٰه الرحمن وفُهِّمتُ من المُلهِمِ المنّان وليس فيه شيء من لُفاظات موائد المتقدمين ولا من خُشارة ملفوظات السابقين وخُثارِ الماضين إلا النادر الذى هو كالمعدوم وما عدا ذلك فهو من ربّى الذى أسبغَ علىَّ مِن باكورة العطاء وألهمنى من نِكاتٍ ما لم تعط أحد من العلماءِ ليشدّ أزْرِى ويضع عنى وِزْرِى ويؤيّدنى فى إزْرَاءِ القادحين ويُتمّ حجّتى على المنكرين المستكبرين. فالحمد للّٰه الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدىَ لولا أن هدانا اللّٰه هو ربنا وملجأنا إنّا تُبْنا إليه وهو أرحم الراحمين.

واعلم أيها الناظر فى هذا الكتاب أنا تركنا تفسير البسملة ولم نكتب فيه شيئا لأن تفسير الفاتحةِ قد أحاطت بتفسيرها وأغنى عنها ببيان مبين. والآن نشرع فى المقصود متوكّلين على اللّٰه النصير المعين.

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾

هو الثّناء باللسانِ على الجميلِ للمقتدر النبيل على قصد التبجيل والكامل التام من افراده مختصٌّ بالربّ الجليل وكل حمدٍ من الكثير والقليل يرجع إلى ربّنا الذى هو هادى الضال ومُعِزّ الذليلِ وهو محمود المحمودين.

والشكر يُفارق الحمدَ بخصوصيّته بالصفات المتعدية عند أكثر العلماء والمدحُ يفارقه فى جميلٍ غير اختياريٍّ كما لا يخفى على البُلغاء

والأدباء الماهرين. ﴿۶۵﴾

وإن الله تعالى افتتح كتابه بالحمد لا بالشكر ولا بالثناء لأن الحمد يُحيط عليهما بالاستيفاء وقد ناب منابَهما مع الزيادة فى الرِّفاء وفى التزئين والتحسين. ولأن الكُفّار كانوا يحمدون **طواغيتهم** بغير حق ويؤثرون لفظ الحمد لمدحهم ويعتقدون أنهم منبع المواهب والجوائز ومن الجوّادين؛ وكذالك كان **موتاهم** يُحمَدون عند تعديد النوادب بل فى الميادين والمآدب كحمد الله الرازق المتولى الضمين؛ **فهذا ردٌّ** عليهم وعلى كل من أشرك بالله وذكرٌ للمتوسّمين. وفى ذلك يلوم الله تعالى عَبَدةَ الأوثان واليهود والنصارى وكل من كان من المشركين. فكأنه يقول أيها المشركون لِمَ تحمدون شركاءكم وتُطرُون كبراءكم. أهم أربابكم الذين ربّوكم وأبناءَكم. أم هم **الراحمون** الذين يرحمونكم ويردّون بلاءكم ويدفعون ما ساءكم وضَرَّاءكم ويحفظون **خيرًا** جاءكم ويَرحَضون عنكم قَشفَ الشدائد ويداوون داءكم أم هم مالِكُ **يوم الدين** . بل الله يُربّى ويرحم بتكميل الرفاء وعطاء أسباب الاهتداء واستجابة الدعاء والتنجية من الأعداء وسيعطى أجر العاملين الصالحين.

وفى لفظ الحمد إشارة أُخرىٰ وهى أن الله تبارك وتعالى يقول أيها العباد اعرفونى بصفاتى وتعرّفونى بكمالاتى فإنى لست كالناقصين بل يزيد حمدى على إطراء الحامدين ولن تجد محامدًا لا فى السماوات

﴿۲۶﴾ ولافى الأرضين إلا وتجدها فى وجهى وإن أردتَ إحصاء محامدى فلن تحصيها وإن فكّرتَ بشقّ نفسک وكلفت فيها كالمستغرقين. فانظر هل ترى مِن حمد لا يوجد فى ذاتى. وهل تجد من كمال بُعِّدَ منى ومن حضرتى. فإن زعمت كذالک فما عرفتنى وأنت من قوم عمين. بل إننى أُعرَف بمحامدى وكمالاتى ويُرَى وابلى بسُحُبِ بركاتى فالذين حسبونى مستجمِعَ جميعِ صفات كاملة وكمالاتٍ شاملةٍ وما وجدوا من كمال وما رأوا من جلال إلى جولانِ خيال إلا ونسبوها إلىَّ وعزوا إلىّ كل عظمة ظهرت فى عقولهم وأنظارهم وكلَّ قدرة تراء ت أمام أفكارهم فهم قوم يمشون على طرق معرفتى والحق معهم وأولئک من الفائزين. فقوموا عافاكم اللّٰه واستقرِئوا محامده عزَّ اسمه وانظروا وأمعِنوا فيها كالأكياس والمتفكرين. واستنفِضوا واستشِفّوا أنظاركم إلى كل جهة كمال وتَحسَّسوا منه فى قَيْض العالم ومُحِّه كما يتحسس الحريص أمانيه بشُحّه فإذا وجدتم كماله التام وريّاه فإذا هو إيّاه وهذا سرّ لا يبدو إلا على المسترشدين.

فذالكم ربكم ومولاكم الكامل المستجمِع لجميع الصفات الكاملة والمحامد التامة الشاملة ولا يعرفه إلا من تدبر فى الفاتحة واستعان بقلب حزين. وإن الذين يُخلصون مع اللّٰه نيّةَ العقد ويعطونه صفقة العهد ويُطهّرون أنفسهم من الضغن والحقد تُفتح عليهم أبوابها فإذا هم من المبصرين.

ومع ذلک فيه إشارة إلى أنه مَن هلَک بخطاه فى أمر معرفة اللّٰه تعالى أو اتخذ إلٰها غيره فقد هلک مِن رفضِ رعاية كمالاته وتركِ التأنق فى عجائباته

﴿۶۷﴾ والغفلةِ عما يليق بذاته كما هو عادة المبطلين. ألا تنظر إلى النصارى أنهم دُعوا إلى التوحيد فما أهلكهم إلا هذه العلّة وسوّلتْ لهم النفسُ المضلّة والشهوة المُزِلّة أن اتخذوا عبدًا إلهًا وارتضعوا عُقار الضلالة والجهالة ونسوا كمال اللّٰه تعالى وما يجب لِذاته ونحتوا للّٰه البنات والبنين. ولو أنهم أمعنوا أنظارهم فى صفات اللّٰه تعالى وما يليق له من الكمالات لما أخطأ توسُّمُهم وما كانوا من الهالكين. فأشار اللّٰه تعالى هٰهنا أن القانون العاصم من الخطأ فى معرفة البارئ عز اسمه إمعانُ النظر فى كمالاته وتتبُّعُ صفات تليق بذاته وتذكُّر ما هو أولى من جدوٰى وأحرىٰ من عدوىٰ وتصوُّرُ ما أثبتَ بأفعاله من قوّته وحوله وقهره وطَوْله فاحفَظْه ولا تكنْ من اللافتين. واعلم أن الربوبية كلها للّٰه والرحمانية كلها للّٰه والرحيمية كلها للّٰه والحكم فى يوم المجازاة كله للّٰه فإياك وتَأَبِّيك مِن مطاوعةِ مُربّيك وكُنْ من المسلمين الموحّدين. وأشار فى الآية إلى أنه تعالى مُنزّه مِن تجدُّد صفةٍ وحُؤول حالةٍ ولُحوق وصمةٍ وحَوْرٍ بعد كَوْرٍ بل قد ثبَت الحمد له أوّلا وآخرًا وظاهرًا وباطنا إلى أبد الآبدين. ومن قال خلاف ذلك فقد احْرَوْرَف وكان من الكافرين.

وقد علمتُ أن هذه الآية ردٌّ على النصارى وعَبَدةِ الأوثان فإنهم لا يوفون اللّٰه حَقَّه ولا يرجون له بَرْقَه بل يُغدِفون عليه ستارة الظلام ويلقونه فى سبل الآلام ويُبعدونه من الكمال التام ويُشركون به كثيرا من المخلوقين. فهذا هو الظن الذى أرْداهم والتقليد الذى أبادهم وأهلكهم بما عوّلوا على أقوال المفترين وزعموا أنهم من الصادقين. وقالوا إن هذه فى الآثار المنتقاة ﴿۶۸﴾

المدوَّنة عن الثقات وما تَوجَّهوا إلى عثر آبائهم وجهلِ عُلمائهم وتشريقهم وتغريبهم من مراكز تعاليم النبيّين وتَيْهِهم فى كل وادٍ هائمين. والعجب من فهمهم وعقلهم أنهم يعلمون أن اللّٰه كامل تام لا يجوز فيه نقصٌ وشُنُعَة وشحوب وذهول وتغيُّرٌ وحُؤول ثم يُجوِّزون فيه كثيرا منها وينسبون إليه كلَّ شقوة وخسران وعيب ونقصان ويكذّبون ما كانوا صدّقوه أوّلًا ويهذون كالمجانين.

وفى لفظ الحمد للّٰه تعليم للمسلمين أنهم إذا سُئلوا وقيل لهم من إلهكم فوجَب على المسلم أن يجيبه أن إلهى الذى له الحمد كله وما مِن نوعٍ كمال وقدرة إلا وله ثابت فلا تكن من الناسين. ولو لاحظَ المشركين حظُّ الإيمان وأصابهم طلٌّ من العرفان لما طاحَ بهم ظنُّ السوء بالذى هو قيّوم العالمين. ولكنهم حسبوه كرجل شاخَ بعد الشباب واحتاج بعد صمديّته إلى الأسباب ووقعت عليه شدائدُ نُحولٍ وقُحول وقَشَفُ مُحول ووقع فى الإتراب بل قرب من التباب وكان من المتربين.

﴿رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۱ الرَّحْمٰنِ ۲ الرَّحِيْمِ ۳ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۴﴾

اعلم أوّلًا أن العالم ما يُعلَم ويُخبَر عنه وما يدل على الصانع الكامل الواحد المدبّر بالإرادة ويلتَحِص الطالبَ إلى الإيمان به وينصّه إلى المؤمنين.

وأما خبايا أسرارِ أسماءٍ ذكَرها اللّٰه تعالى فى هذه الآيات وأودعَها أنواعَ النِّكات فأَصْغِ إلىّ أكشِفُ لك قِناعها إن كنتَ استمحتَنى وجئتنى كالمخلصين. فاعلم أن هذه الصفات عيون لفيوض اللّٰه الكاملة النازلة على أهل الأرض والسماء وكلُّ صفة منبعٌ لقسمِ فيضٍ بترتيبٍ أودع اللّٰه آثارها فى العالم ليُرى توافُقَ قولِه بفعله وليكون آية للمتفكرين. فالقسم الأول من أقسام الصفات الفيضانية صفةٌ

يسمّيها ربّنا رب العالمين. وهذه الصفة أوسعُ الصفات فى الإفاضة ولا بد من أن نسمّى فيضانها فيضانا أعمَّ لأن صفة الربوبية قد أحاطت الحيواناتِ وغير الحيوانات بل أحاطت السماوات والأرضين وفيضانها أعمُّ من كل فيض ما غادر إنسانًا ولا حيوانًا ولا شجرًا ولا حجرًا ولا سماءً ولا أرضا بل نزل ماءه على كل شيء فأحياه وأحاط بالكائنات كلها ظواهرِها وبواطنها فكلُّ شيء صنيعةٌ من الله الذى أعطى كلَّ شيء خَلْقَه وبدأ خَلْقَ الإنسان من طين. واسم ذلك الفيض ربوبيةٌ وبه يبذر الله بذر السعادة فى كل سعيد وعليه يتوقف استثمار الخيرات وبروز مادة السعادات وآثار الورع والحزامة والتقاة وكل ما يوجد فى الرشيدين. وكل شقى وسعيد وطيّب وخبيث يأخذ حَظَّه كما شاء ربُّه فى المرتبة الربوبية فهذا الفيض يجعل من يشاء إنسانًا ويجعل من يشاء حمارًا ويجعل ما يشاء نُحاسا ويجعل ما يشاء ذهبًا وما كان الله من المسؤولين. واعلم أن هذا الفيض جار على الاتصال بوجه الكمال ولو فُرض انقطاعه طرفةَ عين لفسدت السماوات والأرض وما فيهن ولكن أحاط صحيحًا ومريضًا ويَفاعًا وحضيضًا وشجرًا وحجرًا وكل ما فى العالمين. وقدّم الله هذا الفيض فى كتابه وضعًا لتقدُّمِه فى عالم أسبابه طبعًا فليس هذا التقديم محدودًا فى توشية الكلام ومحصورا فى رعاية الصفاء التام بل هى بلاغة حِكمية لإراءة النظام من حيث إنه تعالى جعل أقواله مرآةً لرؤية أفعاله الموجودة فى طبقات الأنام لتطمئن به قلوب العارفين. ﴿۲۹﴾

والقسم الثانى من الصفات الفيضانية صفة يسمّيها ربُّنا الرحمن. ولا بد من أن نسمّى فيضانه فَيضانًا عاما ورحمانية وله مرتبةٌ بعد

﴿۷۰﴾ مرتبة الفيضان الأعمّ وهو أخصّ من الفيضان الأول ولا ينتفع منه إلا ذوو الروح من أشياء السماء والأرضين. وإن اللّٰه فى وقت هذا الفيض لا ينظر الاستحقاقَ والعمل والشكر بل يُنزله فضلا منه على كلّ ذى روحٍ إنسانا كان أو حيوانًا مجنونًا كان أو عاقلًا مؤمنًا كان أو كافرًا ويُنجّى كلَّ روح من هلكةٍ دانت منها بعد ما كادت تهوى فيها ويُعطى كلَّ شيء خَلقًا ينفعه لأن اللّٰه جوّاد بالذات وليس بضنين. فكل ما ترٰى فى السماءِ من الشمس والقمر والنجوم والمطر والهواء وما ترى فى الأرض من الأنهار والأشجار والأثمار والأدوية النافعة والألبان السائغة والعسل المصفّى فكلها مِن رحمانيته عزّوجلّ لا مِن عمل العاملين. وإلى هذا الفيضان أشار اللّٰه تعالى فى قوله رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ [۱] وفى قوله تعالى: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ [۲] وفى قوله تعالى مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ [۳] وفى قوله تعالى مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ [۴] تَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ [۵] ولو لم يكن هذا الفيضان لما كان لِطيرٍ أن يطير فى الهواء ولا لحوتٍ أن يتنفس فى الماء ولأبادَ كلَّ مُعِيل ضَفَفُه وكلَّ ذى قَشَفٍ شَظَفُه وما بقِى سبيل لإماطته (دُور کردن) كما لا يخفى على المستطلعين.

ألا ترى كيف يحيى اللّٰه الأرض بعد موتها ويكوّر الليلَ على النهار ويكوّر النهارَ على الليل وسخّر الشمس والقمر كلٌّ يجرى لأجل مسمّى إن فى ذٰلک لآياتٍ رحمانية للمتدبرين. وجعل لكم الليل لتسكنوا فيه والنهارَ مبصِرًا وجعل لكم الأرض قرارًا والسمآء بناءً وصَوَّرَكم فأحسَنَ صُوركم ورزَقكم من الطيبات فذالكم الرحمن ربكم مُربِّى المساكين. والذين كفروا برحمانيته فجعلوا للّٰه عليهم سلطانا مبينا وما قدروا اللّٰه حق قدره وكانوا من الغافلين. ألا يرون إلى الشمس التى تجرى من المشرق

[۱] الاعراف:۱۵۷ [۲] الرحمن:۳،۲ [۳] الانبياء:۴۳ [۴] الملک:۲۰ [۵] الحاقّة:۴۹

إلى المغرب. أكان خَلقها وجريها مِن عملهم أو مِن تفضُّل الرحمن الذى وسعتْ ﴿۱۷﴾
رحمانيته الصالحين والظالمين. وكذلك يُنزل الله ماءً فى أوقاته فيُنشىء به
زروعًا وأشجارا فيها فواكه كثيرة أفهذه النعماء مِن عمل عامل أو رحمانية خالصة
من الله تعالى الذى نجانا مِن كل اعتياص المعيشة وأعطانا سُلّمًا لكل حاجة
نحتاج فيها إلى الارتقاء وأرشِيةً نحتاج إليها للاستسقاء . فسبحان الله الذى أنعم
علينا برحمانيته وما كان لنا من عمل نستحق به بل خلَق نعماء ه قبل أن نُخلَق
فانظر هل ترى مثله فى المنعِمين. فحاصل الكلام أن الرحمانية رحمة عامة لنوع
الإنسان والحيوان ولكل ذى روح وكل نفس منفوسة مِن غير إرادةِ أجرِ عملٍ
ومِن غير لحاظِ استحقاقِ عبدٍ بصلاحه وتورُّعه فى الدين.

والقسم الثالث من الصفات الفيضانية صفة يُسمّيها ربُّنا **الرحيم** ولا بد من
أن نسمّى فيضانها فيضانا خاصًا ورحيميةً من الله الكريم للذين يعملون
الصالحات ويشمّرون ولا يقصّرون ويذكرون ولا يغفلون ويبصرون ولا
يتعامون ويستعدّون ليوم الرحيل ويتّقون سخط الربّ الجليل ويبيتون لربهم
سُجّدًا وقيامًا ويصبحون صائمين. ولا ينسون موتهم ورجوعهم إلى مولاهم
الحق بل يعتبرون بنعيٍ يُسمَع ويرتاعون لإلفٍ يُفقَد ويذكرون مناياهم من موت
الأحباب ويهولُهم هَيلُ التراب على الأتراب فيلتاعون ويتنبهون ويُريهم
اخترامُ الأحبّة موتَ أنفسهم فيتوبون إلى الله وهم من الصالحين. فلعلّك
فهمتَ أن هذا الفيضان ينزل من السمآء على شريطة العمل والتورّع
والسِّمَت الصالحة والتقوى والإيمان ولا وجودَ له إلا بعد وجود العقل
والفهم وبعد وجود كتاب الله تعالى وحدوده وأحكامه وكذلك

﴿۴۷﴾ المحرومون من هذه النعمة لا يستحقون عتابا ومؤاخذة من قَبْل هذه الشرائط. فظهَر أن الرحيمية تَوْءَمٌ لكتاب الله وتعليمه وتفهيمه فلا يؤخذ أحدٌ قبله ولا يُدرك أحدا عطبُ القهر إلا بعد ظهور هذه الرحيمية ولا يُسأل فاسق عن فسقه إلا بعدها. فخُذْ هذا السرّ منى وهو ردٌّ على المتنصرين. فإنهم قائلون بلسع الذنب من آدم إلى انقطاع الدنيا ويقولون إن كل عبد مذنبٌ سواء عليه بلَغه كتابٌ من الله تعالى وأُعطىَ له عقل سليم أو كان من المعذورين. وزعموا أن الله تعالى لا يغفر أحدًا إلا بعد إيمانه بالمسيح وزعموا أن أبواب النجاة مغلقة لغيره ولا سبيل إلى المغفرة بمجرد الأعمال فإن الله عادل والعدل يقتضى أن يعذّب من كان مذنبا وكان من المجرمين. فلما حصحص اليأس من أن تُطهَّر الناسُ بأعمالهم أرسلَ الله ابنَه الطاهر ليَزِرَ وِزْرَ الناس على عنقه ثم يُصلَب ويُنجّى الناس من أوزارهم فجاء الابن وقُتل ونجّى النصارى فدخلوا فى حدائق النجاة فرحين. هذه عقيدتهم ولكن من نَقَدَها بعين المعقول ووَضعها على معيار التحقيقات سلَكها مسلك الهذيانات. وإنْ تعجَب فما تجد أعجبَ من قولهم هذا. لا يعلمون أن العدل أهمُّ وأوجب من الرحم فمن ترك المذنب وأخذ المعصوم ففعَل فعلًا ما بقِى منه عدل ولا رحم وما يفعل مثل ذلك إلا الذى هو أضل من المجانين. ثم إذا كانت المؤاخذات مشروطة بوعد الله تعالى ووعيده فكيف يجوز تعذيب أحد قبل إشاعة قانون الأحكام وتشييده وكيف يجوز أخذُ الأولين والآخرين عند صدور معصية ما سبَقها وعيدٌ عند ارتكابها وما كان أحد عليها من المطّلعين. فالحق أن العدل لا يوجد أثره إلا بعد نزول كتاب الله ووعده ووعيده وأحكامه وحدوده وشرائطه. وإضافة العدل الحقيقى إلى الله تعالى باطل لا أصل لها لأن العدل لا يُتصوَّر إلا بعد تصوُّرِ الحقوق وتسليم وجوبها وليس لأحد حق على رب العالمين. ألا ترى

أن اللّٰـه سـخّـر كـل حيوان لِلإنسان وأباح دماء ها لأدنى ضرورته فلو كان وجوب العـدل حـقًّـا عـلـى الـلّٰه تعالى لما كان له سبيلٌ لإجراء هذه الأحكام وإلا فكان من الـجائرين. ولكن اللّٰه يفعل ما يشاء فى ملكوته يُعزّ من يشاء ويُذلّ من يشاء ويُحيى مـن يشـاء ويـميـت مـن يشـاء ويـرفع من يشاء ويضع من يشاء . ووجود الحقوق يـقتـضـى خلاف ذلک بل يجعل يداه مغلولة وأنت ترى أن المشاهدة تُكذّبها وقد خلق اللّٰه مخلوقه على تفاوُت المراتب فبعض مخلوقه أفراسٌ وحمير وبعضه جِمالٌ ونـوق وكـلاب وذيـاب ونـمـور وجـعل لبعض مخلوقه سمعًا وبصرًا وخلق بعضهم صُـمًّا وجعل بعضهم عمين. فلأىّ حيوان حقٌّ أن يقوم ويخاصم ربَّه أنه لِم خلَقه كذا ولَـم يخلقه كذا. نـعـمْ كتَـب الـلّٰـه على نفسه حق العباد بعد إنزال الكتب وتبليغ الـوعد والوعيد وبشَّر بجزاء العاملين. فمن تبع كتابه ونبيه ونهى النفسَ عن الهوى فـإن الـجـنة هى المأوى ومن عصى ربه وأحكامه وأبى فسيكون من المعذَّبين. فلما كـان مَلاک الأمر الوعد والوعيد لا العدل العتيد الذى كان واجبا على اللّٰه الوحيد انهدمَ من هذا الأصول الـمـنيفُ الممرَّدُ الذى بناه النصارى من أوهامهم. فثبت أن إيـجاب العدل الحقيقى على اللّٰه تعالى خيال فاسد ومتاع كاسد لا يقبَله إلا من كان مـن الـجـاهـلين. ومن هنا نجد أن بناء عقيدة الكفّارة على عدل اللّٰه بناءٌ فاسد على فاسد فتدبَّرْ فيه فإنه يكفيک لكسر صليب النصارى إن كنت من المناظرين. واسم هذه الصفة فى كتاب اللّٰه تعالى رحيميّة كما قال اللّٰه تعالى فى كتابه العزيز كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا [۱] وقال وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۲]. فهـذا الـفيـضـان لا يتوجه إلا إلى الـمستحق ولا يَطلبُ إلا عامِـلًا وهذا هو الفرق بين الرحمانيّة والرحيميّة والقرآن مملوٌّ من نظائره ولكن كفاک هذا القدر إن كنت من العاقلين. ﴿۷۳﴾

۱؎ الاحزاب:۴۴ ۲؎ الحجرات:۶

الْقسم الرابع من الفيضان فيضان نسمّيه فيضانًا أخصّ ومظهرًا تامًّا للمالكية وهو أكبر الفيوض وأعلاها وأرفعها وأتمّها وأكملها ومُنتهاها وثمرة أشجار العالمين ولا يظهر إلا بعد هدم عمارات هذا العالم الحقير الصغير ودروسِ أطلاله وآثاره وشحوبِ سحنته ونضوبِ ماء وَجنته وأفولِ نجمه كالمغرّبين. وهو عالم لطيف دقّتْ أسراره وكثرت أنواره يحارُ فيها فهمُ المتفكرين. وإن قلت لِم قال الله تعالى فى هذا المقام مَالِكِ يَوْمِ الدِّين وما قال عادلُ يوم الدين. فاعلم أن السِّر فى ذلک أن العدل لا يتحقق إلا بعد تحقُّق الحقوق وليس لأحدٍ من حقٍّ على الله رب العالمين. ونجاة الآخرة موهبة من الله تعالى للذين آمنوا به وسارعوا إلى امتثاله وتقبُّل أحكامه وعبادته ومعرفته بسرعة معجبةٍ كأنهم كانوا فى نَجاء حركاتهم ومَسائحِ غَدَواتِهم ورَوحاتهم ممتطين على هوجاء شِمِلَّةٍ ونُوقٍ مُشْمَعِلَّةٍ وإن لم يُتِمّوا أمر الإطاعة وما عبدوا حق العبادة وما عرفوا حق المعرفة ولكن كانوا عليها حريصين. وكذلک الذين عصوا ربهم وإن لم تبلغ شقوتهم مداها ولكن كانوا إليها مسارعين وكانوا يعملون السيئات ويزيدون فى جراء اتهم وما كانوا من المنتهين. فكلٌّ يرىٰ ما كان فى نيّته رحمةً من الله أو قهرًا فمَن ناوَحَ مَهَبَّ نسيمِ الرحمة فسيجد حظًّا منها خالدًا فيها ومَن قابَلَ صراصرَ القهر فسيقع فى صدماتها. وما هذا إلا المالكية لا العدل الذى يقتضى الحقوق فتدبَّرْ ولا تكن من الغافلين. ﴿۷۴﴾

واعلم أن فى ترتيب هذه الصفات بلاغةٌ أخرىٰ نريد أَن نذكرها لتكتحل مِن كُحل المتبصّرين. وهو أن الآيات التى رصّع اللّٰهُ بعدَها كلها

مقسومة على تلك الصفات برعاية المحاذاة ووضعِ بعضها تحت بعض ﴿۵۷﴾
كطبقات السماوات والأرضين. وتفصيله أنه تعالى ذكر أوّلًا ذاتَه وصفاتِه
بترتيب يوجَد فى العالمين. ثم ذكَر كل ما هو يناسب البشريةَ بترتيب يُشاهَد
فى قانون الله ومع ذلك جعَل كل صفةٍ بشريةٍ تحت صفتٍ إلٰهيّة وجعل لكل
صفة إنسانية مشرَبًا وسُقيًا من صفةٍ إلٰهية تستفيض منها وأرىٰ التقابلَ بينهما
بترتيب وضعى يوجَد فى الآيات فتبارک الله أحسن المرتّبين. وتشريحه التام
أن الصفات مع اسم الذات خمسةُ أبحرٍ قد تقدّمَ ذكرُها فى صدر السورة أعنى
الله[1] ورب[2] العالمين والر[3]حمن والرحيم[4] ومالک يوم[5] الدين. فجعل الله كمثلها
خمسة من المغترفات مما ذكر من بعد وقابلَ الخمسةَ بالخمسةِ وكل واحد
من المغترفات يشرب مِن ماءِ صفةٍ تُشابهه وتُناوحه وتأخذ مما احتوت على
معان تسرُّ العارفين. مثلًا

أوّلُها بحرُ اسم اللّٰه تعالىٰ وتغترف منه جملةُ إِيَّاکَ نَعْبُدُ التى حذَتْه وصارت
كالمحاذين. وحقيقة التعبد تعظيمُ المعبود بالتذلل التام والاحتذاء بمثاله
والانصباغ بصبغه والخروج من النفس والأنانية كالفانين. وسِرُّه أن العبد قد
خُلق كالمريض والعليل والعطشان وشفاؤه وتسكين غُلّته وإرواء كبده فى ماءِ
عبادت اللّٰه فلا يبرأ ولا يرتوى إلا إذا يَثنِى إليه انصبابَه ويُفرط صبابه ويسعى
إليه كالمستسقين. ولا يُطهِّر قريحتَه ولا يلبِّد عَجاجَته ولا يُحلّى مُجاجَته إلا
ذِكرُ اللّٰه ألا بذكر اللّٰه تطمئن قلوب الذين يعبدون اللّٰه ويأتونه مسلمين. ففى
آية إِيَّاکَ نَعْبُدُ إقرارٌ لمعبودية اللّٰه الذى هو مستجمِع بجميع صفات الكاملية
ولذٰلک وقعت هذه الجملة تحت جملة اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فانظر إن كنت من
الناظرين.

وثانيها بحرُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وتغترف منها جملةُ إِيَّاکَ نَسْتَعِينُ. فإن العبد

﴿۷۶﴾ إذا سمع أن اللّٰه يُربّى العالمين كلها وما مِن عالم إلا هو مربّيه ورأى نفسَه أمّارةً بالسوء فتضرّع واضطرّ والتجأ إلٰى بابه وتعلّقَ بأهدابه ودخل فى مآدبه برعاية آدابه ليدركه بالربوبية ويُحسن إليه وهو خير المحسنين. فإن الربوبية صفةٌ تعطى كلَّ شىء خَلْقَه المطلوبَ لوجوده ولا يغادره كالناقصين.

وثالثها بحرُ اسم الرَّحْمٰنِ وتغترف منه جملةُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ليكون العبد من المهتدين المرحومين. فإن الرحمانية تُعطى كلَّ ما يحتاج إليه الوجود الذى رُبِّىَ مِن صفة الربوبية فهذه الصفة تجعل الأسبابَ موافقةً للمرحوم. وأثرُ الربوبية تسويةُ الوجود وتخليقه كما يليق وينبغى وأثرُ هذه الصفة أنها تُكسِى ذلك الوجودَ لباسًا يوارى سوأته وتهَبُ له زينتَه وتكحل عينه وتغسل وجهه وتعطى له فرسًا للركوب وتُريه طرق الفارسين. ومَرْتبتها بعد الربوبية وهى تعطى كلَّ شىء مطلوبَ وجوده وتجعله من الموفَّقين.

ورابعها بحرُ اسم الرَّحِيمِ وتغترف منه جملةُ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ليكون العبد من المنعَمين المخصوصين. فإن الرحيمية صفة مُدْنِيةٌ إلى الإنعامات الخاصّة التى لا شريك فيها للمطيعين وإن كان الإنعام العام محيطة بكل شىء من الناس إلى الأفاعى والتنّين.

وخامسها بحرُ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ وتغترف منه جملةُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّين. فإن غضب اللّٰه وتركه فى الضلالة لا تَظهَر حقيقتُه على الناس على وجه الكامل إلا فى يوم المجازات الذى يُجاليهم اللّٰه فيه بغضبه وإنعامه ويُجالحهم بتذليله وإكرامه ويُجلّى عن نفسه إلٰى حَدٍّ ما جلَّى كمثله وتراءى السابقون كفرس مُجلّى وتراءت

الـجـالية بـغَيِّهـم الـمبيـن. وفيـه يعلم الذين كفروا أنهم كانوا موردَ غضب اللّٰه ﴿۷۷﴾
وكـانـوا قومًا عمين. ومن كان فى هذه أعمٰى فهو فى الآخرة أعمٰى ولكن عَمَى
هـذه الدنيا مخفِيٌّ ويتبيّن فى يوم الدّين. فالذين أبوا وما تبعوا هَدْى رسولنا ونور
كتـابـنا وكانوا لطواغيتهم متّبعين فسوف يرون غضب اللّٰه وتغيُّظَ النار وزفيرها
ويرون ظلمتهم وضلالتهم بالأعين ويجدون أنفسهم كالظالع الأعور ويدخلون
جهـنم خالدين فيها وما كان لهم أحد من الشافعين. وفى الآية إشارة إلى أن اسم
مَـالِكِ يَـوْمِ الـدِّيـنِ ذو الـجهتيـن يُـضلّ من يشاء ويهدى من يشاء فاسألوه أن
يجعلكم من المهتدين.

هذا ما أردنا من بيان بعض نِكات هذه الآية ولطائفها الأدبية التى هى للناظرين
كـالآيـات وبلاغتُها الرائعة المبتكرة المحبّرة المحتوية على محاسن الكنايات
مـع دُرر حِـكَمية ومعارف نادرةٍ من دقائق الإلهيات فلا تجد نظيرها فى الأولين
والآخـرين. فلا شك أن مُلَحَ أدبها بارعة وقَدَمَها على أعلام العلوم فارعة وهى
تصبى قلوب العارفين . وقـد علمتَ ترتيب خمسة أبحرٍ التى تجرى بعضها تلو
بـعـض فتَسَـلَّـمْـه وكـن مـن الشـاكرين. وأما ترتيب المغترفات فتعرفه بترتيب
أبحرها إن كنت من المغترفين.

إِيَّـاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ قـدّم اللّٰـه عزّوجل قوله إِيَّاكَ نَعْبُدُ
عـلـى قوله إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ إشارةً إلـى تـفـضـلاته الرحمانية مِن قَبْل الاستعانة
فكأن العبد يشكر ربه ويقول يا رب إنى أشكرك على نعمائك التى أعطيتنى
مـن قبل دعائى ومسألتى وعملى وجهدى واستعانتى بالربوبية والرحمانية التى
سبـقـت سُؤْلَ السـائـليـن ثـم أطلـبُ منك قـوةً وصـلاحًـا وفـلاحًـا وفوزًا ﴿۷۸﴾

ومقاصد التى لا تُعطَى إلا بعد الطلب والاستعانة والدعاء وأنت خير المعطين.

وفى هٰذه الآيات حث على شكرِ ما تُعطى والدعاءِ بالصبر فيما تتمنى وفرطِ اللّٰهج إلى ما هو أتمّ وأعلى لتكون من الشاكرين الصابرين. وفيها حَثٌّ على نفى الحَول والقوة والاستطراح بين يدى سبحانه مترقبًا منتظرًا مديمًا للسؤال والدعاء والتضرع والثناء والافتقار مع الخوفِ والرجاء كالطفل الرضيع فى يد الظئر والموتِ عن الخلق وعن كل ما هو فى الأرضين. وفيها حثٌّ على إقرارٍ واعتراف بأننا الضعفاء لا نعبدك إلا بك ولا نتحسس منك إلا بعونك . بك نعمل وبك نتحرك وإليك نسعى كالثواكل متحرقين وكالعشاق متلظّين. وفيها حثٌّ على الخروج من الاختيال والزَّهْو والاعتصام بقوة اللّٰه تعالى وحوله عند اعتياص الأمور وهجوم المشكلات والدخول فى المنكسرين. كأنه تعالى شأنه يقول يا عباد احسَبوا أنفسكم كالميتين وباللّٰه اعتضِدوا كل حين. فلا يَزْدَهِ الشابُّ منكم بقوته ولا يتخصّر الشيخ بهراوته ولا يفرح الكَيِّسُ بدهائه ولا يثق الفقيه بصحة علمه وجودة فهمه وذكائه ولا يتّكئ الملهَم على إلهامه وكشفه وخلوص دعائه فإن اللّٰه يفعل ما يشاء ويطرد من يشاء ويُدخل من يشاء فى المخصوصين.

وفى جملة إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ إشارة إلى عظمة شرّ النفس الأمّارة التى تسعى كالعَسَّارة فكأنها أفعى شرُّها قد طَمَّ فجعَل كلَّ سليم كعظم إذا رَمَّ وتراها تنفث السمَّ أو هى ضرغامٌ ما ينكُل إن هَمَّ ولا حولَ ولا قوة ولا كسب ولا لَمَّ إلا باللّٰه الذى هو يرجم الشياطين.

وفى تقديم نَعْبُدُ على نَسْتَعِينُ نِكاتٌ أخرى فنكتب للذين هم مشغوفون

بآيا ت المثانی لا برنّات المثانی ويسعون إليها شائقين. وهی أن الله عزوجل يعلّم عباده دعاءً فيه سعادتهم فيقول يا عبادِ سَلُونی بالانكسار والعبودية وقولوا ربنا إياک نعبد ولكن بالمعاناة والتكلف والتحشم وتَفُرقة الخاطر وتمويهات الخنّاس وبالرويّة الناضبة والأوهام الناصبة والخيالات المظلمة كماءٍ مُكدّرٍ مِن سَيُل أو كحاطب ليل وإن نتّبعُ إلا ظنًّا وما نحن بمستيقنين. وَ إِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ يعنی نستعينک للذوق والشوق والحضور والإيمان الموفور والتلبية الروحانية والسرور والنور ولتوشيح القلب بحُلی المعارف وحُلل الحبور لنكون بفضلک من سبّاقين فی عرصات اليقين وإلی منتهی المآرب واصلين وفی بحار الحقائق متوردين. وفی قوله تعالی إِيَّاکَ نَعْبُدُ تنبيه آخر وهو أنه يرغّب فيه عبادَه إلی أن يبذلوا فی مطاوعته جُهُدَ المستطيع ويقوموا مُلبّين فی كل حين تلبيةَ المطيع. فكأن العباد يقولون ربنا إنّا لا نألوا فی المجاهدات وفی امتثالک وابتغاء المرضاة ولكن نستعينک ونستكفی بک الافتتانَ بالعُجب والرياء ونستوهب منک توفيقًا قائدًا إلی الرشد والرضاء وإنّا ثابتون علی طاعتک وعبادتک فاكتُبُنا فی المطاوعين. وهنا إشارةٌ أخری وهی أن العبد يقول يا ربّ إنّا خصصناک بمعبوديّتک وآثرُناک علی كل ما سواک فلا نعبد شيئا إلا وجهک وإنّا من الموحِّدين. واختار عزّوجل لفظَ المتكلّم مع الغير إشارةً إلی أن الدعاء لجميع الإخوان لا لنفس الداعی وحثّ فيه علی مسالمة المسلمين واتحادهم ووِدادهم وعلی أن يعنو الداعی نفسه لنُصح أخيه كما يعنو لنُصح ذاته ويهتمّ ويقلق لحاجاته كما يهتم ويقلق لنفسه ولا يفرّق بينه وبين أخيه ويكون له بكل القلب من الناصِحين. ﴿۷۹﴾

﴿۸۰﴾ فكأنه تعالٰى يوصى ويقول يا عِبادِ تَهادُوا بالدعاء تَهادِى الإخوان والمحبّين. وتَناثَثوا دعواتكم وتَباثَثوا نيّاتكم وكونوا فى المحبة كالإخوان والآباء والبنين.

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ

هذا الدعآء ردٌّ على قول الذين يقولون إن القلم قد جفَّ بما هو كائنٌ فلا فائدة فى الدعاء فاللّٰهُ تبارك وتعالى يُبشّر عباده بقبول الدُّعاء فكأنه يقول يا عباد ادعونى أستجبْ لكم. وإن فى الدعاء تأثيرات وتبديلات والدعاء المقبول يُدخل الداعى فى المنعَمين.

وفى الآية إشارة إلى علامات تُعرَف بها قبولية الدعاء على طريق الاصطفاءِ وإيماءٌ إلى آثار المقبَّلين. لأن الإنسان إذا أحبّ الرحمٰنَ وقوّى الإيمانَ فذالك الإنسان وإن كان على حُسن اعتقاد فى أمر استجابة دعواته ولكن الاعتقاد ليس كعين اليقين وليس الخبر كالمعاينة ولا يستوى حال أولى الأبصار والعمين. بل من يُدرَّب باستجابة الدعاء حق التدرّب وكان معه أثر من المشاهدات فلا يبقى له شكٌّ ولا ريبٌ فى قبولية الأدعية. والذين يشكّون فيها فسببُه حرمانُهم من ذلك الحظّ ثم قلّةُ التفاتهم إلى ربهم وابتلاءهم بسلسلة أسبابٍ توجد فى واقعات الفطرة وظهورات القدرة فما ترقّتْ أعينُهم فوق الأسباب المادية الموجودة أمام الأعين فاستبعَدوا ما لم تُحِط بها آراؤهم وما كانوا مهتدين.

وفى هذه السورة نِكاتٌ شتّٰى نريد أَنْ نكتب بعضها ومنها أنّ الفاتحة سبع آياتٍ أوّلها اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وآخرها غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. وفى الآية الأولٰى

بيانُ بدءِ الخَلق وفى الأخرى إشارة إلى قوم تقوم القيامة عليهم وعلى أمثالهم من اليهود ﴿۸۱﴾
والمتنصرين. وفى تعيين سبع آية إشارةٌ إلى أن عمر الدنيا سبعة كما أن أيام أسبوعنا سبعة. وما ندرى حقيقة السبعة على وجه التحقيق أهى آلاف كآلافنا أو غير ذلك ولكنا نعلم أنه ما بقى من السبعة إلا واحدًا وقد أراد الله تصرفات جديدة بعد انقضائها فيُهلك القرون الأولى عند اختتامها ويخلُق الآخرين. وفى الآية السادسة يعنى صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ نكتةٌ أخرى وهى أن آدم قد خُلق فى يوم السادس وأُنعمَ عليه ونُفخ فيه روحُ الحياة فى الجمعة بعد العصر وكذلك يُخلَق رجلٌ فى الألف السادس وهو آدم قومٍ أضاعوا إيمانهم فيجىء ويُحيى قلوبهم ويهَب لهم عرفانا غضًّا طريًّا ويجعلهم بعد نومهم من المستيقظين.

وفى آية اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ إشارةٌ وحثٌّ على دعاء صحة المعرفة كأنه يُعلّمنا ويقول ادعوا الله أن يُريكم صفاته كما هى ويجعلكم من الشاكرين لأن الأمم الأولى ما ضلوا إلا بعد كونهم عُميًا فى معرفة صفات الله تعالى وإنعاماته ومرضاته فكانوا يُفانُون الأيامَ فيما يزيد الآثام فحلّ غضبُ الله عليهم فضُربت عليهم الذلة وكانوا من الهالكين. وإليه أشار الله تعالى فى قوله غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وسياق كلامه يُعلِم أن غضب الله لا يتوجه إلا إلى قوم أنعم الله عليهم من قبل الغضب فالمراد من الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ فى الآية قوم عصوا فى نعماءٍ وآلاءٍ رزقهم الله خاصة واتبعوا الشهوات ونسوا المنعِم وحقه وكانوا من الكافرين. وأما الضالون فهم قوم أرادوا أن يسلكوا مسلك الصواب ولكن لم يكن معهم من العلوم الصادقة والمعارف المنيرة الحقة والأدعية العاصمة الموفقة بل غلبت عليهم خيالات وهمية فركنوا إليها وجهلوا طريقهم وأخطأوا مشربهم من الحق فضلّوا وما سرّحوا أفكارهم فى مراعى الحق المبين.
والعجب من أفكارهم وعقولهم وأنظارهم أنهم جوّزوا على الله وعلى خلقه ما يأبى منه الفطرة

الصحيحة والإشراقات القلبية ولم يعلموا أنّ الشرائع تخدم الطبائع والطبيب معينٌ للطبيعة لا منازعٌ لها فيا حسرةً عليهم ما ألهاهم عن صراط الصادقين! ﴿۸۲﴾

وفى هذه السورة يُعلّم الله تعالى عباده المسلمين فكأنه يقول يا عباد إنكم رأيتم اليهود والنصارى فاجتنِبوا شبه أعمالِهم واعتصِموا بحبل الدعاء والاستعانة ولا تنسوا نعماء الله كاليهود فيحلّ عليكم غضبه ولا تتركوا العلوم الصادقة والدعاء ولا تهِنوا مِن طلب الهداية كالنصارى فتكونوا من الضّالين . وحثَّ على طلب الهداية إشارةً إلى أن الثبات على الهداية لا يكون إلا بدوام الدعاء والتضرع فى حضرة الله. ومع ذلك إشارة إلى أن الهداية أمرٌ مِن لديه والعبدُ لا يهتدى أبدًا من غير أن يهديه الله ويُدخله فى المهديّين. وإشارةٌ إلى أن الهداية غير متناهية وترقى النفوس إليها بسلّم الدعوات ومَن ترك الدعاء فأضاع سُلّمه فإنما الحرىّ بالاهتداء مَن كان رَطْبَ اللسان بالدعاء وذكر ربه وكان عليه من المداومين. ومن ترك الدعاء وادّعى الاهتداء فعسى أن يتزين للناس بما ليس فيه ويقع فى هوّة الشرك والرّياء ويخرج من جماعة المخلِصين. والمخلِص يترقّى يوما فيومًا حتى يصير مُخلَصًا بفتح اللام وتهَب له العناية سِرًّا يكون بين الله وبينه ويدخل فى المحبوبين ويتنزل منزلةَ المقبولين. والعبد لا يبلغ حقيقة الإيمان مِن غير أن يفهم حقيقة الإخلاص ويقوم عليها ولا يكون مخلصا وعنده على وجه الأرض شىءٌ يتّكأ عليه ويخافه أو يحسبه من الناصرين. ولا ينجو أحد من غوائل النفس وشرورها إلّا بعد أن يتقبله الله بإخلاصه ويعصمه بفضله وحوله وقوته ويذيقه من شراب الروحانيّين لأنها خبيثة وقد انتهت إلى غاية الخبث وصارت منشأ الأهوية المضلِّة الرديّة المُردِية فعَلَّم الله تعالى عباده أن يفروا إليه بالدعاء عائذا من شرورها ودواهيها ليُدخلهم فى زُمر المحفوظين. وإن مثل جذبات النفس كمثل الحُميّات الحادّة فكما تجد عند تلك الحُميّات أعراضا هايلة مشتدة مِثل النافض والبرد والقشعريرة ومِثل العرق الكثير والرعاف المفرط والقىء العنيف

والإسهال المضعِف والعطش الذى لا يُطاق ومِثل السبات الكثير والأرَق اللازم ﴿۸۳﴾
وخشونة اللسان وقحل الفمّ ومِثل العُطاس الملِحّ والصداع الصعب والسعال المتواتر وسقوط الشهوة والفُواق وغيرِها من علامات المحمومين. كذلك للنفس جذبات وعلامات موادها تفور وأمواجها تمور وأعراضها تدور وبقراتها تخور وأسيرها يبور وقلَّ مَن كان من الناجين. فطلبُ الهداية كمثل الرجوع إلى الطبيب الحاذق والاستطراح بين يدى المعالجين. والإنعام الذى أشار اللّٰه إليه لعباده هو تبتُّلُ العبد إلى اللّٰه وإحماء وداده ودوام إسعاده ورجوعُ اللّٰه إليه ببركاته وإلهاماته واستجاباته وجَعْلِه طودًا من أطواده وإدخاله فى عباده المحفوظين وقوله يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ [1] وجَعْله من الطيبين الطاهرين فهذا هو الشفاءُ مِن حُمّى المعاصى والعلاجُ بأوفَق الأدوية والأغذية والتدبيرُ اللطيف الذى لا يعلمه إلا ربّ العالمين.

ثم اعلم أن اللّٰه فى هذه السورة المباركة يُبين للمؤمنين ما كان آخر شأن أهل الكتاب ويقول إن اليهود عصوا ربهم بعد ما نزلت عليهم الإنعامات وتواترت التفضلات فصاروا قوما مغضوبا عليه والنصارى نسوا صفاتِ ربهم وأنزلوه منزلَ العبد الضعيف العاجز فصاروا قومًا ضالين.

وفى السورة إشارة إلى أن أمر المسلمين سيؤول إلى أمر أهل الكتاب فى آخر الزمان فيشابهونهم فى أفعالهم وأعمالهم فيدركهم اللّٰه تعالى بفضلٍ من لدنه وإنعامٍ من عنده ويحفظهم من الانحرافات السبُعيّة والبهيمية والوهمية ويُدخلهم فى عباده الصالحين.

وفى السورة إشارة إلى بركات الدعاء وإلى أنه كل خير ينزل من السماء وإلى أنه مَن عرَف الحق وثبّت نفسه على الهُدٰى وتهذّب وصلح فلا يُضيعه اللّٰه ويُدخله فى عباده المنعَمين. والذى عصى ربه فيكون من الهالكين.

[1] الانبياء:۷۰

وفـى السـورة إشارة إلى أن السعيد هو الذى كان فيه جيشُ الدعاء لا يعبَأ ولا يلغَب ولا يعبِس ولَايياس ويثِق بفضل ربه إلى أن تدركه عناية اللّٰه فيكون من الفائزين. ﴿۸۴﴾

وفى السورة إشارة إلٰى أن صفات اللّٰه تعالٰى مؤثّرة بقدر إيمان العبد بها وإذا توجّهَ العارف إلى صفة من صفات اللّٰه تعالٰى وأبصره ببصر روحه وآمن ثم آمن ثم آمن حتى فنٰى فى إيمانه فتدخُل روحانية هذه الصفة فى قلبه وتأخذه منه فيرى السالک بالَه فارغًا من غير الرحمٰن وقلبَه مطمئنا بالإيمان وعيشَه حلوًا بذكر المنّان ويكون من المستبشرين. فتتجلى تلک الصفة له وتستوى عليه حتى يكون قلبُ هذا العبد عرشَ هذه الصفة وينصبغ القلب بصبغها بعد ذهاب الصبغ النفسانية وبعد كونه من الفانين.

فإن قلتَ مِن أين علمتَ أن هذه الإشارة توجد فى الفاتحة. فاعلَمْ أن لفظ الْحَمْدُ لِلّٰهِ يدل عليه فإن اللّٰه تعالى ما قال ”قُل الحمدُ للّٰه“ بل قال الْحَمْدُ لِلّٰهِ فكأنه أنطقَ فطرتَنا وأرانا ما كان مخفيًّا فى فطرتنا. وهذه إشارة إلى أن الإنسان قد خُلق على فطرة الإسلام وأُدخِل فى فطرته أن يحمد اللّٰه ويستيقن أنه رب العالمين ورحمٰن ورحيم ومالک يوم الدين. وأنه يُعين المستعين ويَهدى الداعين. فثبت من ههنا أن العبد مجبولٌ على معرفة ربه وعبادته وقد أُشرِب فى قلبه محبّته فتظهر هذه الحالة بعد رفع الحجب وتُجرى ذِكر اللّٰه تعالى على اللسان من غير اختيار وتكلّف وتنبت شجرة المعارف وتثمر وتؤتى أكله كل حين. وفى قوله تعالى صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ إشارة أخرى وهو أن اللّٰه تعالى خلَق الآخرين مشاكِلين بالأولين. فإذا اتصلت أرواحهم بأرواحهم بكمالِ الاقتداء ومناسبةِ الطبائع فينزل الفيض من قلوبهم إلى قلوبهم ثم إذا تمّ إفضاء المستفيض إلى المفيض وبلغ الأمر إلى غاية الوصلة فيصير وجودهما كشىء واحد ويغيب أحدهما فى الآخر وهذه الحالة هى المعبَّرُ عنها بالاتحاد وفى هذه المرتبة يُسمى السالک فى السماء تسميةَ الأنبياء لمشابَهته إياهم فى جوهرهم وطبعهم كما لا يخفى على العارفين.

وحاصل الكلام أن اللّٰه تعالى يُبشّر لأُمة نبيّنا صلى اللّٰه عليه وسلم فكأنه يقول ﴿۸۵﴾
ياعبادِ إنكم خُلقتم على طبائع المنعَمين السابقين وفيكم استعداداتهم فلا تُضيعوا
الاستعدادات وجاهدوا لتحصيل الكمالات واعلموا أن اللّٰه جوّادٌ كريم وليس
ببخيل ضنين. ومن ههنا يُفهَم سِرُّ نزول المسيح الذى يختصم الناس فيه فإنّ عبدًا
من عباد اللّٰه إذا اقتدى هدى المهتدين وتبِع سنن الكاملين وتأهَّبَ للانصباغ بصبغ
المهديّين وعطَف إليهم بجميع إرادته وقوّته وجَنانه وأدّى شرط السلوك بحسب
إمكانه وشَفَعَ الأقوال بالأعمال والمقالَ بالحال ودخل فى الذين يتعاطون كأس
المحبة للقادر ذى الجلال ويقتدحون زنادَ ذِكر اللّٰه بالتضرع والابتهال ويبكون مع
الباكين فهنالك يفور بحر رحمة اللّٰه ليُطهّره من الأوساخ والأدران ولترويه
بإفاضة التهتان ثم يأخذ يدَه ويُرقّيه إلٰى أعلٰى مراتب الارتقاء والعرفان ويُدخله فى
الذين خلوا من قبله من الصلحاء والأولياء والرسل والنبيين فيُعطى كمالا كمثل
كمالهم وجمالًا كمثل جمالهم وجلالًا كمثل جلالهم وقد يقتضى الزمان والمصلحة
أن يُرسل هذا الرجلَ على قدم نبى خاص فيُعطى له عِلْمًا كعلمه وعقلا كعقله ونورًا
كنوره واسمًا كاسمه ويجعل اللّٰه أرواحهما كمرايا متقابلة فيكون النبى كالأصل
والولى كالظل مِن مرتبته يأخذ ومِن روحانيته يستفيد حتى يرتفع منهما الامتيازُ
والغَيرية وتَرِدُ أحكامُ الأوّل على الآخر ويصيران كشىء واحدٍ عند اللّٰه وعند مَلَئِه
الأعلى وينزل على الآخر إرادةُ اللّٰه وتصريفه إلى جهة وأمرُه ونهيه بعد عبوره
على روح الأول وهذا سرٌّ من أسرار اللّٰه تعالى لا يفهمه إلا من كان من
الروحانيين. واعلم أن ذلك الرجل الذى يتشابه قلبه بقلب نبى بمشابهة
قوية شديدة تامة كاملة لا يأتى إلا إذا اشتدت الضرورة لمجيئه فلما قامت
الضرورة لوجود مثل ذلك الرجل يستأثر اللّٰه عبدًا من عباده لهذا الأمر

﴿۸۶﴾ فيدانيه رحمته كما كانت دانت مُورِثه وينـزل عليه سرّ روحه وحقيقة جوهره وصفاء سيرته وشأن شمائله ويجعل إرادته فى إراداته وتوجهاته فى توجهاته حتى يتجلّٰى فيه جميع شؤون النبى المشبه به ويصير مغمورا فى معنى الاتحاد فيصيران حقيقة واحدة يقع عليهما اسم واحد ويُنسَبون إلى مثال واحد كأن النبى المشبه به نزل من السماء إلى أهل الأرضين. فهذا معنى قولِ النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى نزول عيسٰى ابن مريم عليه السلام وهو الحق لا يُخالف القرآن ولا يُعارضه وقد مضٰى مثله فى الأولين. فلا تجادِلُ بغير الحق ولا تكن من المنكرين. قد تُوُفِّى عيسٰى كما تُوُفِّى الذين خلوا من قبله وجاء وا من بعده. فلا تخَفْ قومًا تركوا كتاب اللّٰه ونصوصه وآثروا غير القرآن على القرآن وآثروا الشك على اليقين وخَفِ اللّٰهَ وقَهُرَه واعتزِلُ تلك الفرقَ كلها واعتصِمُ بحبل اللّٰه المتين. ومن صرَف عِنان التوجه إلى هذه الآية وأمعنَ فيه حق الإمعان فيرى أنها شاهد على بياننا هذا ويكون من المذعنين.

فلا تعذلونى بعد ما قلتُ سِرَّه — وأثبَتّه بدلائل الفرقانِ
وقد بانَ برهانى بقولٍ واضحٍ — وأنار صدقى عند ذى العرفانِ
وعليك بالصدق النقىّ وسُبلِه — ولو أنه ألقاك فى النيرانِ

ثم اعلم أنّ للّٰه تعالى صفات ذاتية ناشية من اقتضاء ذاته وعليها مدار العالمين كلها وهى أربعة ربوبيّة[1] ورحمانيّة[2] ورحيميّة[3] ومالكيّة[4] كما أشار اللّٰه تعالى إليها فى هذه السورة وقال رَبِّ العالمين[1] الرَّحْمٰنِ[2] الرَّحِيمِ[3] مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ[4]. فهذه الصفات الذاتية سابقة على كلّ شىء ومحيطة بكل شىء ومنها وجودُ الأشياء واستعدادها وقابليتها ووصولها إلى كمالاتها. وأما صفة الغضب فليست ذاتية للّٰه تعالٰى بل هى ناشية من عدم قابلية بعضٓ الأعيان للكمال ﴿۸۷﴾

المطلق وكذلك صفة الإضلال لا يبدو إلا بعد زيغ الضالين. وأما حصر الصفات المذكورة فى الأربع فنظرًا على العالم الذى يوجد فيه آثارها. ألا ترى أن العالم كله يشهد على وجود هذه الصفات بلسان الحال وقد تجلت هذه الصفات بنحوٍ لا يشك فيها بصيرٌ إلا من كان من قوم عمين. وهذه الصفات أربعٌ إلى انقراض النشأة الدنيوية ثم تتجلى من تحتها أربع أخرى التى من شأنها أنها لا تظهر إلا فى العالم الآخر وأوّلُ مَطالِعِها عرشُ الرب الكريم الذى لم يتدنس بوجودِ غير اللّٰه تعالى وصار مظهرًا تامًّا لأنوار رب العالمين وقوائمه أربعٌ ربوبية ورحمانية ورحيمية ومالكية يوم الدين. ولا جامِعَ لهذه الأربع علٰى وجه الظلّيّة إلا عرشُ اللّٰه تعالٰى وقلبُ الإنسان الكامل وهذه الصفات أمهات لصفات اللّٰه كلها ووقعت كقوائم العرش الذى استوى اللّٰه عليه وفى لفظ الاستواءِ إشارة إلى هذا الانعكاس على الوجه الأتم الأكمل من اللّٰه الذى هو أحسن الخالقين. !وتنتهى كل قائمةٍ من العرش إلٰى مَلَكٍ هو حاملُها ومدبّرُ أمرها ومورِدُ تجلياتها وقاسِمُها على أهل السماء والأرضين. فهذا معنى قول اللّٰه تعالى وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ[1] فإن الملائكة يحملون صفاتًا فيها حقيقة عرشية. والسرّ فى ذلك أن العرش ليس شيئًا من أشياء الدنيا بل هو برزخ بين الدنيا والآخرة ومبدأٌ قديم للتجليات الربانية والرحمانية والرحيمية والمالكية لإظهار التفضلات وتكميل الجزاء والدّين. وهو داخلٌ فى صفات اللّٰه تعالى فإنه كان ذا العرش من قديم ولم يكن معه شىء فكُنْ من المتدبرين. وحقيقة العرش واستواء اللّٰه عليه سِرٌّ عظيم من أسرار اللّٰه تعالٰى وحكمةٌ بالغة ومعنى روحانى وسُمِّىَ عرشًا لتفهيم عقول هذا العالم ولتقريب الأمر إلى استعداداتهم وهو واسطة فى وصول الفيض الإلٰهى والتجلى الرحمانى من حضرة الحق إلى الملائكة ومن الملائكة إلى الرُّسل. ولا يقدَح

[1] الحاقة :۱۸

﴿۸۸﴾ في وحدته تعالى تكثُّرُ قوابلِ الفيض بل التكثر هٰهنا يوجب البركات لبني آدم ويعِينهم على القوة الروحانية وينصرهم في المجاهدات والرياضات الموجبة لظهور المناسبات التي بينهم وبين ما يصلون إليه من النفوس كنفس العرش والعقول المجردة إلى أن يصلون إلى المبدأ الأول وعلّة العلل. ثم إذا أعان السالكَ الجذباتُ الإلٰهية والنسيمُ الرحمانية فيقطع كثيرا من حجبه وينجيه من بُعد المقصد وكثرة عقباته وآفاته وينوِّره بالنور الإلٰهي ويُدخله في الواصلين. فيكمل له الوصول والشهود مع رؤيته عجائباتِ المنازل والمقامات. ولا شعورَ لأهل العقل بهذه المعارف والنكات ولا مَدخَل للعقل فيه والاطلاعُ بأمثال هذه المعاني إنما هو من مشكاة النبوة والولاية وما شمّت العقل رائحته وما كان لعاقل أن يضع القدم في هذا الموضع إلا بجذبة من جذبات ربّ العالمين.

وإذا انفكّت الأرواح الطيبة الكاملة من الأبدان ويتطهرون على وجه الكمال من الأوساخ والأدران يُعرَضون على الله تحت العرش بواسطة الملائكة فيأخذون بطور جديد حظًّا من ربوبيته يغائر ربوبيةً سابقة وحظًّا من رحمانية مغايرَ رحمانيةٍ أولى وحظًّا من رحيمية ومالكية مغايرَ ما كان في الدنيا. فهنالك تكون ثماني صفات تحملها ثمانية من ملائكة الله بإذن أحسن الخالقين. فإن لكل صفة مَلَك مُوَكَّلٌ قد خُلق لتوزيع تلك الصفة على وجه التدبير ووضعها في محلها وإليه إشارة في قوله تعالى ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾ فتدبَّرْ ولا تكُنْ من الغافلين.

وزيادة الملائكة الحاملين في الآخرة لزيادة تجلياتٍ ربانية ورحمانية ورحيمية ومالكية عند زيادة القوابل فإن النفوس المطمئنة بعد انقطاعها ورجوعها إلى العالم الثاني والرب الكريم تترقى في استعداداتها فتتموج الربوبية والرحمانية والرحيمية والمالكية بحسب قابلياتهم واستعداداتهم كما تشهد عليه كشوف العارفين. وإن كنت

مـن الذين أُعطىَ لهم حـظٌّ مـن الـقرآن فتجد فيه كثيرا من مثل هذا البيان فانظرْ بالنظر الدقيق لتجد شهادة هذا التحقيق من كتاب اللّٰه رب العالمين. ﴿۸۹﴾

ثم اعلم أن فی آية اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ إشارة عـظيـمة إلـى تـزكية النفوس من دقائق الشرک واستيصال أسبابها ولأجل ذلک رغّب اللّٰـه فـی الآية فـی تـحـصيـل كـمالات الأنبياء واستفتاح أبوابها فإن أكثر الشـرک قـد جـاء فـی الـدنيـا من باب إطراء الأنبياء والأولياء وإن الذين حسبوا نبيهم وحيدًا فريدًا ووحده لا شريک له كذات حضرة الكبرياء فكان مآل أمرهم أنهم اتخذوه إلهًا بعد مدة وهكذا فسدت قلوب النصارٰی من الإطراء والاعتداء . فـاللّٰـه يشيـر فی هذه الآية إلى هذه المَفسدة والغواية ويومئ إلی أنّ المنعَمين من الـمـرسَلين والنبيين والمحدَّثين إنما يُبعَثون ليصطبغ الناس بصبغ تلک الكرام لا أن يعبدوهم ويتخذوهم آلهة كالأصنام فالغرض من إرسال تلک النفوس المهذَّبة ذوی الـصـفـات الـمطهرة أن يكون كلُّ متّبع قريعَ تلک الصِفاتِ لا قارِعَ الجبهةِ عـلـى هـذه الصَّفاة. فأومأ اللّٰه فی هذه الآية لأولی الفهم والدراية إلى أن كمالات النبيين ليست ككمالات رب العالمين وأن اللّٰه أحدٌ صمدٌ وحيدٌ لا شريک له فی ذاتـه ولا فـی صـفـاتـه وأمـا الأنبيـاء فـليسوا كذلک بل جعل اللّٰه لهم وارثين من الـمتّبعيـن الـصـادقيـن فـأُمّتهـم وُرثـاؤهم يجدون ما وجد أنبياؤهم إن كانوا لهم متبعيـن. وإلـی هـذا أشـار فـی قـولـه عـزّ و جـلّ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِی يُـحْبِـبْـكُمُ اللّٰهُ فانظرْ كيف جعَل الأُمّةَ أحبّاءَ اللّٰه بشرط اتّباعهم واقتدائهم بسيد الـمـحبـوبيـن. وتدل آية اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ أن تُـراث السـابـقيـن مـن الـمرسَلين والصدّيقين حقٌّ واجبٌ غيرُ مجذوذ ومفروضٌ لـلاحـقين مـن الـمـؤمـنيـن الـصـالـحيـن إلـی يـوم الـدين. وهم يرثون الأنبيـاء

﴿۹۰﴾ ویجدون ما وجدوا من إنعامات الله. وهذا هو الحق فلا تكن من الممترين.
وأما سِرُّ ذٰلک التوارث ولِـمِّيّة المورِث والوارث فتنكشف من تلک الآية التی تُعلّم التوحيد وتُعظّم الرب الوحيد فإن الله المعين وأرحم الراحمين إذا علّم دقائق التوحيد وبالَغَ فی التلقين وقال ﴿إِيَّاکَ نَعْبُدُ وَإِيَّاکَ نَسْتَعِينُ﴾ فأراد عند هذا التعليم والتفهيم أن يقطع عروقَ الشرک كلّها فضلًا من لدنه ورحمةً منه علی أُمّة خاتم النبيين لينجّی هذه الأُمّةَ من آفات وَرَدَت على المتقدمين. فعلَّمنا دعاءً مَبرَّةً وعطاءً وجعَلَنا منه من المستخلصين. فنحن ندعو بتعليمه ونطلب منه بتفهيمه فرحين برِفْده مفصِحين بحمده قايلين: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ . صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ ونحن نسأل الله لنا فی هذا الدعاء كلَّ ما أُعطیَ للأنبياء من النعماء ونسأله أن نثبت كالأنبياء علی الصراط ونتجافی عن الاشتطاط وندخل معهم فی مربَع حظيرة القدس متطهرين من كل أنواع الرجس ومبادرين إلى ذَرَی ربِّ العالمين. فلا يخفی أن اللّٰه جعلنا فی هذا الدعاء كأظلال الأنبياء وأورثَنا وأعطانا المعلوم والمكتوم والمعكوم والمختوم ومِن كل الآلاء والنعماء فاحتملْنا منها وِقْرَنا و رجعْنا بما يسدّ فقرنا وسالت أوديةٌ بقدرها فأُحْلِلْنا محلَّ الفائزين. وهذا هو سِرّ إرسال الأنبياء وبعثِ المرسلين والأصفياء لنُصبَّغ بصبغ الكرام وننتظم فی سلک الالتيام ونرث الأولين من المقرَّبين المنعَمين.

ومع ذلک قد جرت سُنّة الله أنه إذا أعطى عبدًا كمالًا وطفق الجُهّال يعبدونه ضلالًا ويُشركونه بالرب الكريم عزةً وجلالًا بل يحسبونه ربًّا فعّالًا فيخلق اللّٰهُ مِثْلَه ويُسمّيه بتسميته ويضع كمالاته فی فطرته وكذلک يجعل لغيرته ليُبطل ما خطر فی

قـلـوب الـمشركين. يفعل ما يشاء ولا يُسأل عما يفعل وهم من المسؤولين. يجعل ﴿۹۱﴾
مـن يشـاء كـالدَّرّ السائغ للاغتذاء أو كالدُّرّة البيضاء فى اللمعان والصفاء ويسوق
إليـه شـربًـا مـن التسنيم ويضمّخه بالطِّيب العميم حتى يُسفِر عن مَرْأى وسيم وأَرَج
نسيم للناظرين. فالحاصل أنه تعالى أشار فى هذا الدعاء لطُلّاب الرشاد إلى رحمته
الـعـامّة والـوداد فكأنّه قال إننى رحيم وَسِعَتْ رَحْمَتِىْ كُلَّ شَىْءٍ أجعل بعضَ العباد
وارثًـا لبـعـض مـن التـفـضل والعطاء لأسُدّ باب الشرك الذى يَشيع من تخصيص
الـكـمـالات ببـعـض أفراد من الأصفياء . فهذا هو سِرُّ هذا الدعاء كأنه يُبشّر الناس
بـفـيـض عـامٍ وعـطـاءٍ شـامـلٍ لأنامٍ ويقول إنى فيّاض وربّ العالمين ولستُ كبخيل
وضـنـيـن. فاذكروا بيتَ فيضى وما ثَمَّ فإن فيضى قد عمَّ وتمَّ وإن صراطى صراط قد
سُـوِّىَ ومُـدَّ لكل من نهض وأعتدَ واستعدّ وطلب كالمجاهدين. وهذه نكتة عظيمة
فى آية اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ . صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وهى إزالة الشرك
وسـدُّ أبـوابـه فالسلام على قوم استُخلِصوا من هذا الشرك وعلى مَن لديهم وعلى
كل مَن تبِعهم من الطالبين الصادقين.

وفى الآية إشارة أخـرى وهـى أن الـصـراط المستقيم هو النعمة الـعظمى
ورأس كـل نـعـمة وبـابُ كـل مـا يُعطى وينتاب العبد نِعمَ اللّٰه مُذْ أُعطِىَ له هذه
الـدولة الـكـبـرىٰ ومُـلـكٌ لا يبلٰى. ومن تأهّبَ لهذه النعمة ووُفِّقَ للثبات عليها
فـقـد دُعِـىَ إلـى كل أنواع الهدى ورأى العيشَ النضير والنور المنير بعد ليالى
الـدجـى. نـجّـاه الـلّٰـه مـن كل الهفوات قبل الفوات وأدخله فى زمر التُقاة بعد
مُقاناة العُصاة وأراه سبل الذين أنعم عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.
وأمـا حـقـيـقة الصراط المستقيم التى أُريدتْ فى الدين القويم فهى أن العبد إذا
أحـبّ ربَّـه الـمـنّـان وكـان راضيًا بمرضاته وفوّض إليه الروح والجَنان وأسلم ﴿۹۲﴾

وجهه للّٰه الذى خلق الإنسان وما دعا إلا إياه وصافاه وناجاه وسأله الرحمةَ والحنان وتنبّهَ مِن غشيه واستقام فی مشيه وخشِی الرحمن وشغَفه اللّٰه حُبًّا وأعانَ وقوّى اليقين والإيمانَ فمالَ العبد إلى ربه بكل قلبه وإرْبه وعقله وجوارحه وأرضه وحقله وأعرضَ عما سواه وما بقِی له إلا ربه وما تبِع إلا هواه وجاءه بقلب فارغ عن غيره وما قصَد إلا اللّٰهَ فی سبل سيره وتاب من كل إدلال واغترار بمال وذى مال وحضَر حضرةَ الرب كالمساكين ووَذَرَ العاجلةَ وألغاها وأحبَّ الآخرة وابتغاها وتوكّلَ على اللّٰه وكان للّٰه وفنٰى فی اللّٰه وسعٰى إلى اللّٰه كالعاشقين. فهذا هو الصراط المستقيم الذى هو منتهى سير السالكين ومقصد الطالبين العابدين. وهذا هو النور الذى لا يحلّ الرحمةُ إلا بعد حلوله ولا يحصل الفلاحُ إلا بعد حصوله وهذا هو المفتاح الذى يُناجى السالكُ منه بذات الصدور وتُفتح عليه أبواب الفراسة ويُجعل مُحدَّثًا من اللّٰه الغفور. ومَن ناجٰى ربَّه ذاتَ بكرة بهذا الدعاء بالإخلاص وإمحاض النيّة ورعاية شرائط الاتّقاء والوفاء فلا شكّ أنه يحلّ محلّ الأصفياء والأحبّاء والمقرّبين. ومن تأوّهَ آهةَ الثكلان فی حضرة الربّ المنّان وطلَب استجابةَ هذا الدعاء من اللّٰه الرحمن خاشعا مبتهلا وعيناه تذرفان فيُستجاب دعاؤه ويُكرم مثواه ويُعطى له هداه وتُقوَّى له عقيدتُه بالائل[1] المنيرة كالياقوت ويُقوَّى له قلبُه الذى كان أوهنَ من بيت العنكبوت ويُوفَّق لتوسعة الذَّرْع ودقائق الورع فيُدعى إلى قِرى الروحانيين ومطائب الربّانيين. ويكون فی كل حال غالبا على هَوًى مغلوبٍ ويقوده برعاية الشرع حيث يشاء كأشجع راكب على أطوعِ مركوبٍ ولا يبغى الدنيا ولا يتَعَنَّى لأجلها ولا يسجد لعِجْلها ويتولاه اللّٰه وهو يتولّى الصالحين. وتكون نفسه مطمئنة ولا تبقى كالمبيد

[1] يظهر ان اللفظ ”بالدلائل “. شمس

المُضِلّ ولا تُحَمْلقُ حملقةَ الباز المُطِلّ ويرى مقاصدُ سلوكه كالكرام ولا تكون ﴿۹۳﴾
سُحُبه كالجَهام بل يشرب كل حين من ماء مَعين. وحثَّ اللّٰه عباده على أن يسألوه
إدامةَ ذلك المقام والتثبّت عليه والوصول إلى هذا المرام لأنه مقام رفيع ومرام
منيع لا يحصل لأحد إلا بفضل ربه لا بجهد نفسه فلا بد من أن يضطر العبد
لتحصيل هذه النعمة إلى حضرة العزة ويسأله إنجاحَ هذه المُنْية بالقيام والركوع
والسجدة والتمرغ على تُرُب المَذلّة باسطًا ذيل الراحة ومتعرضًا للاستماحة
كالسائلين المضطرين. وجملةُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ إشارةٌ إلى رعاية حسن
الآداب والتأدب مع ربّ الأرباب فإن للدعاء آدابًا ولا يعرفها إلّا من كان توّابًا
ومن لا يُبالي الآداب فيغضب اللّٰه عليه إذا أصرّ على الغفلة وما تاب فلا يرى من
دعائه إلا العقوبة والعذاب فلأجل ذلك قلّ الفائزون فى الدعاء وكثر الهالكون
لِحُجب العُجْب والغفلة والرياء. وإن أكثر الناس لا يدعون إلا وهم مشركون
وإلى غير اللّٰه متوجهون بل إلى زيد وبكر ينظرون فاللّٰه لا يقبل دعاء المشركين
ويتركهم فى بيدائهم تائهين وإن حَبْوة اللّٰه قريب من المنكسرين. وليس الداعى
الذى ينظر إلى أطراف وأنحاء ويُختلب بكل برق وضياء ويريد أن يُترِع كُمَّه
ولو بوسائل الأصنام ويعلو كلَّ ربوة راغبا فى حَبْوة ويبغى معشوق المرام ولو
بتوسل اللئام والفاسقين. بل الداعى الصادق هو الذى يتبتل إلى اللّٰه تبتيلا ولا
يسأل غيره فتيلا ويجىء اللّٰهَ كالمنقطعين المستسلمين ويكون إلى اللّٰه سيرُه ولا
يعبأ بمن هو غيرُه ولو كان من الملوك والسلاطين. والذى يكبّ على غيره ولا
يقصد الحق فى سيره فهو ليس من الداعين الموحّدين بل كزاملة الشياطين فلا
ينظر اللّٰه إلى طلاوة كلماته وينظر إلى خِبْثةِ نيّاته وإنما هو عند اللّٰه مع حلاوة لسانه
وحسن بيانه كمثل روثٍ مفضَّض أو كَنيفٍ مبيَّض قد آمنتْ شفتاه وقلبُه من الكافرين.

﴿۹۴﴾ فأولئك الذين غضب الله عليهم وهم المرادون من قوله الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ إنهم دُعُوا إلى سُبُل الحق فتركوها بعد رؤيتها وتَخيَّروا المفاسد بعد التنبه علٰى خِبْثَتها وانطلقوا ذات الشمال وما انطلقوا ذات اليمين وإنهم ركنوا إلى المَيْنِ وما بقى إلا قِيْدَ رُمحَيْنِ وعدموا الحق بعد ما كانوا عارفين. وأمّا الضّالون الذين أُشير إليهم فى قوله عزّ وجلّ الضَّالِّينَ فهم الذين وجدوا طريقا طامسًا فى ليل دامس فزاغوا عن المحجّة قبل ظهور الحجّة وقاموا على الباطل غافلين. وما كان مصباح يؤمّنهم العثارَ أو يبيّن لهم الآثار فسقطوا فى هوّة الضلال غير متعمدين. ولو كانوا من الداعين بدعاء اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ لحفظهم ربُّهم ولأراهم الدين القويم ولنجّاهم من سبل الضلالة ولهداهم إلى طرق الحق والحكمة والعدالة ليجدوا الصراط غير ملومين. ولكنهم بادروا إلى الأهواء وما دعَوا ربَّهم للاهتداء وما كانوا خائفين بل لوَّوا رؤوسهم مستكبرين. وسرَتْ حُمَيّا العُجْب فيهم فرفضوا الحق لهفواتٍ خرجت مِن فيهم ولفظتْهم تعصباتُهم إلى بوادى الهالكين. فالحاصل أن دعاء ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ يُنجى الإنسان من كل أَوَدٍ ويُظهِر عليه الدين القويم ويُخرجه من بيتٍ قفرٍ إلى رياض الثمر والرياحين. ومن زاد فيه إلحاحا زاده الله صلاحًا. والنبيون آنسوا منه أُنُسَ الرحمٰن فما فارقوا الدعاء طُرفةَ عين إلى آخر الزمان. وما كان لأحد أن يكون غنيًا عن هذه الدعوة ولا معرضا عن هذه المُنْية نبيًّا أو كان من المرسَلين. فإن مراتب الرشد والهداية لا تتم أبدًا بل هى إلى غير النهاية ولا تبلغها أنظارُ الدراية فلذلك عَلّمَ اللّٰه تعالٰى هذا الدعاء لعباده وجعَله مدار الصلاة ليتمتعوا برشاده وليُكمّل الناس به التوحيدَ وليذكُروا المواعيد وليُستَخلصوا من شركِ المشركين ومن كمالات هذا الدعاء أنه يعمّ كلَّ مراتب الناس وكلَّ فرد من أفراد الأناس. وهو دعاء غير محدود لا حدَّ له ولا انتهاءَ ولا غايَ ولا أرجاءَ

فطوبى للذين يداومون عليه بقلبٍ دامى القُرح وبروح صابرة على الجُرح ﴿۹۵﴾
ونفسٍ مطمئنة كعباد الله العارفين. وإنه دعاء تضمَّنَ كلَّ خير وسلامة وسداد
واستقامة وفيه بشارات من الله ربّ العالمين. وقيل إن الطريق لا يُسَمّى صراطًا
عند قوم ذوى قلب ونور حتى يتضمن خمسة أمور من أمور الدين وهى
الاستقامة[1] والإيصال[2] إلى المقصود باليقين وقرب[3] الطريق وسعته[4] للمارّين
وتعيينه[5] طريقا للمقصود فى أعين السالكين. وهو تارةً يُضاف إلى الله إذ هو
شرَعه وهو سوّى سُبُلَه للماشين. وتارة يُضاف إلى العباد لكونهم أهل السلوك
والمارّين عليها والعابرين.

والآن نرى أن نُوازِن هذا الدعاء بالدعاء الذى علّمه المسيحُ فى الإنجيل
ليتبين لكل مُنصف أيُّهما أشفى للعليل وَأدرأُ للغليل وأرفعُ شأنا وأتمُّ برهانا
وأنفع للطالبين. فاعلم أن فى إنجيل لوقا قد كُتب فى الإصحاح الحادى عشر
أن المسيح عَلّم الدعاء هكذا (٢) فقال لهم يعنى للحواريين متى صلّيتم فقولوا
ابانا الذى فى السماوات ليتقدس اسمُک ليأت ملكوتُک لتكُنْ مشيئتک
كما فى السماوات كذلک على الأرضين. خُبْزَنا كفافَنا أعطِنا كل يوم واغفِرْ
لنا خطايانا لأننا نحن أيضا نغفر لكل من يُذنب إلينا (يعنى نغفر للمذنبين). ولا
تُدخلنا فى تجربة لكن نَجِّنا من الشرير. هذا دعاء علّم للمسيحيين.

فاعلم أنه دعاء يفرّط فى الصفات الربّانية وكذلک ما يحيط على مقاصد
الفطرة الإنسانية بل يزيد سَوْرة الحسرة الروحانية ويحرّک القُوى لطلب الأهواء
الفانية والشهوات المتفانية مع الذهول عن سعادات يوم الدين. ومِن جملة
جُمَلِه فقرةٌ أعنى لِيَتقدّسْ اسمک فانظر فيها بعقلک وفهمک هل تجده حَرِيًّا

﴿۹۲﴾ بشأن الأكمل الذى ليستْ له حالة منتظَرة من حالات الكمال ولا مرتبة مترقَّبة من مراتب التقدس والجلال. فإن المحامد والتقدسات كلها ثابتة لحضرة العزة ولا يُنتَظَر شيء منها فى الأزمنة الآتية وهذا هو تعليم القرآن وتلقين كلام اللّٰه الرحمٰن كما مرّ كلامنا فى هذا البيان. ومن أقبلَ على الفرقان المجيد وفهِمه وتدبَّرَ ونظَره بالنظر السّديد فينكشف عليه أن الفرقان قد أكمل فى هذا الأمرِ البيانَ وصرّح بأن للّٰه كمالا تامًّا وكل كمالٍ ثابت له بالفعل وليس فيه كلام وتجويز الحالة المنتظَرة له جهلٌ وظلم واجترام. وأما الإنجيل فيجعل البارئ عزّ اسمه محتاجًا إلى الحالة المنتظَرة وضاجرًا لكمالاتٍ مفقودة غير الموجودة ولا يقبَل وجودَ كمال شجرته بل يُظهِر الأمانيَ لإيناع ثمرته وليس قائلَ استنارةِ بدره بل ينتظر زمانَ عُلُوّ قدره. كأن رَبَّ الإنجيل واجِمٌ من فقد المرادات وعاجز عن إمضاء الإرادات. وكم من ليلة باتَها ينتظر كمالاتٍ ويترقب تغيُّرَ حالات حتى يئس من أيام رشاده وأقبلَ على عباده ليتمنوا له حصول مراده وليعقدوا الهمم لزوال كَمَدِه وعلاج رَمَدِه. سبحان ربنا إنْ هذا إلا بُهتان مبين. إنما أمرُه إذا أراد شيئًا أن يقول له كن فيكون. ما لِلُبَلُبالِ ورَبٍّ ذى الجلال ربّ العالمين. ثم دعاء المسيح دعاءٌ لا أثر فيه من غير التنزيه كأنّه يقول إن اللّٰه منزّه عن الكذب والتمويه ولكن لا توجد فيه كمالات أخرى ولا من الصفات الثبوتية أثرٌ أدنٰى فإن التنزيه والتقديس من الصفات السلبية كما لا يخفى على ذوى المعرفة والبصيرة وأما الصفات السلبية فهى لا تقوم مقام الإثبات كما ثبت عند الثقات. وأما ما علّمَنا القرآن من الدعاء فهو يشتمل على جميع صفات كاملة توجد فى حضرة الكبرياء ألا ترى إلٰى قوله عزّ وجلّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ. كيف أحاط صفاتِ اللّٰه جُموعَها وتأبّطَ أصولها وفروعها

وأشار فى الْحَمْدُ للّٰهِ أن اللّٰه ذاتٌ لا تُحصى صفاته ولا تُعَدّ كمالاته وأشار فى رَبِّ ﴿۹۷﴾
الْعَالَمِينَ أن وَبْلَ ربوبيته يعمّ السماواتِ والأرضين والجسمانيين والروحانيين.
وأشار فى الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ أن الرحمة بجميع أنواعها من اللّٰه القيّوم القديم
والخلّاق الكريم وأشار فى قوله يَوْمِ الدِّينِ أن مالِكَ المجازاة هو اللّٰه لا غيره من
المخلوقين وأن أبحُر المجازات جارية وهى تمرّ مَرَّ السحاب كل حين وكل ما
يرى عبدٌ من فضل اللّٰه وإحساناته بعد أعمالٍ صالحةٍ وصِدْقِهٖ وَصَدَقَاتِهٖ فإنما هو
صنيعة مجازاته. ففى هذه المحامد إشارات رفيعة عالية ودلالات لطيفة متعالية
على كل كمالٍ لحضرة اللّٰهِ جامعِ كلِّ جمال وجلال. ثم من المعلوم أن اللام فى
الْحَمْدُ لِلّٰهِ للاستغراق فهو يشير إلى أن المحامد كلها للّٰه بالاستحقاق. وأما دعاء
الإنجيل أعنى ”ليتقدسْ اسمک“ فلا يشير إلى كمال بل يخبر عن خطراتِ
زوال ويُظهِر الأمانى لتقديس الرحمن كأن التقدس ليس له بحاصل إلى هذا الآن.
فما هذا الدعاء إلا من نوع الهذيان فإنک تعلم أن اللّٰه قُدّوسٌ من الأزل إلى الأبد
كما هو يليق بالأحد الصمد فهو منزّه ومقدّس من كل التدنسات فى جميع
الأوقات إلٰى أبد الآبدين وليس محروما ومن المنتظرين.

ثم قوله تعالى اَلْحَمْدُ للّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ إلٰى يَوْمِ الدِّينِ ردٌّ لطيف على
الدهريين والملحدين والطبيعيين الذين لا يؤمنون بصفات اللّٰه المجيد
ويقولون إنه كعِلّةٍ موجِبة وليس بالمدبّر المُريد ولا يوجد فيه إرادة كالمنعِمين
والمعطين. فكأنه يقول كيف لا تؤمنون بربّ البريّة وتكفرون بربوبيته الإرادية
وهو الذى يُربّى العالمين ويغمر بنواله ويحفظ السماوات والأرض بقدرته وجلاله
ويعرف من أطاعه ومن عصا فيغفر المعاصى أو يؤدّب بالعصا ومن جاءه مطيعًا فله

﴿۹۸﴾ جنّتانِ وحفّتْ به فرحتان فرحة يصيبه من اسم الرّحيم وأخرى من الرّحمٰن القديم فيُجزَى جزاءً أوفى من اللّٰه الأعلى ويُدخَل فى الفائزين. ولا شك أن هذه الصفات تجعل اللّٰه مستحقًّا للعبادة معطيًا من عطايا السعادة وأما التقديس وحده كما ذُكر فى الإنجيل فلا يُحرّك الروحَ للعبادة بل يتركها كالنائم العليل. وأما سِرُّ هذا الترتيب الذى اختاره فى الفاتحة ربُّنا المجيد ذو المجد والعزّة وذكر المحامد قبل ذكر الدعاء والعبادة فاعلم أنه فعَل ذلك ليذكّر عبادَه عظمةَ صفات البارئ ذى المجد والعلاء قبل الدعاء ويشير إلى أنه هو المولَى لا مُنعِمَ إلّا هو ولا راحِمَ إلا هو ولا مُجازِىَ إلا هو ومنه يأتى كلُّ ما يأتى العباد من الآلاء والنعماء. وهذا الترتيب أحسنُ وللروح أنفع فإنه يُظهِرُ على السعيد منن اللّٰه الرحيم ويجعله مستعدًّا ومقبِلًا على حضرة القدير الكريم ويَظهَر منه تموُّجٌ تامٌّ فى أرواح الطلباء كما لا يخفى على أهل الدهاء. وأما تخصيص ذكر الربوبية والرحمانية والمالكية فى الدُّنيا والآخرة فلأجل أن هذه الصفات الأربعة أُمّهاتٌ لجميع الصفات المؤثّرة المفيضة ولا شك أنها محرّكات قويّة لقلوب الداعيين.

ثم الإنجيل يذكر اللّٰه تعالى باسم الأب والقرآن يذكره باسم الرب وبينهما بون بعيد ويعلَمه من هو زكى وسعيد وإن لم يعلمه من كان من الجاهلين. فإن لفظ الأب لفظٌ قد كثر استعماله فى المخلوقين فنَقْلُه إلى الرب تعالى فعلٌ فيه رائحة من الإشراك وهو أقرب للإهلاك كما لا يخفى على المتدبرين.

ثم اعلم أن شكر المحسن المنّان أمرٌ معقول مسلَّم عند ذوى العقول والعرفان وإذا كان المحسن مع إحسانه العام ورحمه التام خالقَ الأشياءِ وقيّوم العالم من الابتداء إلى الانتهاء وكان فى يده كل أمر الجزاء فيضطر الإنسان طبعًا ليرجع إلى جنابه ويتذلّل على بابه وينجو من تبابه وإذا وجده فلا يَتأوَّبُه عنده هَمٌّ

ولا يُفزِعه وَهْمٌ ويكون من المطمئنين. وهذا الأمر داخلٌ فى فطرته ومركوز فى جبِلّته ومتنقشٌ فى مُهْجته أنه يطلُب صاحبَ هذه الصفات عند التردّدات ويؤُمّ به المخرج من المشكلات. والطالبون يتعاطون بذكره كأسَ المنافثة ويقتدحون لطلبه زنادَ المباحثة ويجوبون البرارى والفلوات ويطلبون أثر ذلك الجامع البركات وقاضى الحاجات ويبيتون مجاهدين. فبشّر اللّٰه عبادَه أنه هو وأنه مقصد ملامح عيونهم ومقصود مرامى لحظهم ومدار شؤونهم فليطلبوه إن كانوا طالبين. ومن هذا المقام يظهَر عظمةُ الفاتحة وكونُه من اللّٰه العلام فإنها مملوّة من كل دواء وعلاج لكلّ داء ومَنْجَى من كل بلاء يقوّى الضعفاء ويبشّر الصلحاء ويفتح أبواب الخير وسُدَدَه ويعطى كلَّ ذى رشد رشده إلا الذى أحاط عليه غباوته وشقاوته فصار من الهالكين. وانظرُ إلى كمال ترتيب الفاتحة من اللّٰه ذى الجلال والعزّة كيف قدّم ذِكْرَ اسم اللّٰه فى العبارة وجعَله سرًّا مجملا لتفاصيل الصفات الأربعة وزيّن العبارةَ بكمال لطائف البلاغة ثم أردفَه صفةَ الربوبية العامة فإن اللّٰه كان ككنز مخفى من أعين أهل المعرفة فأوّلُ ما عرَّفه كانت ربوبيتُه بكمال الحكمة والقدرة. ثم ذكَر اللّٰه فى الفاتحة رحمانية وبعدها رحيمية وقفّاها مالكية فوضَعها طباقًا وطبَّقها إشراقا وجعل بعضها فوق بعض وضعًا كما كان مدارجها طبعا وفيه آيات للمتدبّرين. وعلّم اللّٰهُ عباده أن يقدّموا هذه المحامد بين يديه ويسألوا الهداية والاستقامة بعد الثناء عليه لتكون هذه الصِّفات وتصوُّرُها سببًا لفور عيون الرّوحانية ووسيلة للحضور والذوق والمَواجيد التعبدية وليُستجاب الدعاء بهذا الحضور ويكون موجبا لأنواع السرور والنور والبُعد عن المعاصى والفجور لأن العبد إذا عرف أنه يعبد ربًّا أحاط ذاتُه جميعَ أنواع المحامد وهو قادر على أن يستجيب جميع أدعية المحامد وعرَف أنه ربٌّ عظيم يوجد فيه جميع أنواع الربوبية ورحمٰن كريم يوجد فيه جميع أقسام الرحمانية ورحيم قديم يوجد فيه كل أصناف الرحيمية ﴿۹۹﴾

﴿۱۰۰﴾ ومالِکُ مـجازاة يـقـدر عـلـى أنّ يـجـزى كل ذى مرتبة فى الإخلاص على حسب الـمـرتبة فيـجد ذاتَه عظيمَ الشأن فى القدرة ويجد عظمةَ صفاته خارجةً من الإحاطة فيسعى إلى بابه ويبادر إلى جنابه قائلًا إيَّاکَ نَعْبُدُ وَإِيَّاکَ نَسْتَعِين فيجمع فى هذا الكلام انكسار العبد وجلال رب العالمين. فهذا الاجتماع المبارک يقطع عرق الاسترابة ويكون سببا قريبا للاستجابة فيكون الداعى من المقبولين بل ممن لا يشقى بهم جليس ولا يقربهم غُولٌ ولا تلبيس ولا يخِيب فيهم مظنون وتُرفَع حُجبهم فلا يُطوى دونهم مكنون فيطلع على ما حَکَّ فى صدور الناس وعلى أمور سماوية متعالية عن طور العقل والقياس ويدخل فى أهل السرّ والقرب والمكلَّمين. ويكون له الرب الكريم كالخِلّ الودود والخِدْن المودود بل أقرب من كل قريب وأحبَّ من كل حبيب ويكون كلامه أحلى من كل شربة وإلهامه ألذّ من كل لذّة ويدخُل اللّٰه فى القلب ويشغَفه حُبًّا وينظر إلى المُحِبِّ فيجعله لُبًّا ويصبّغه بصبغ المتبتّلين. ويأتيه منه البرهان والنور واللمعان والعلم والعرفان فلا يسعه الكتمان ولو اختفى فى مغارة الأرضين فسبحان ربِّنا ربِّ الأوّلين والآخرين.

واعلموا أيها الناظرون والعلماء المستبصرون أن عيسٰى عليه السلام علّم تمهيدًا قبل الدعاء والقرآن علّم تمهيدا قبل الدعاء والفرق بينهما ظاهر على أهل الدهاء فإن تمهيد القرآن يُحرّک الروح إلى عبادة الرحمٰن ويحرّک العباد إلى أن ينتجعوا حضرتَه بإمحاض النيّة وإخلاص الجَنان ويَظهَر عليهم أنه عينُ كل رحمة وينبوعُ جميع أنواع الحنان ومخصوص باسم الربّ والرحمٰن والرّحيم والديّان فالذين يطّلعون على هذه الصفات فلا يزايلون أهلَها ولو سقطوا فى فلوات الممات بل يسعون إليه ويوطنون لديه بصدق القلب وصحّة النيّات ويتراكضون إليه خيلَهم ويسعون كالمشوق ويضطرم فيهم هوى المعشوق فلآ يناقش أهواءٌ أُخرى ﴿۱۰۱﴾

عـنـد غـلبة هـوا ربّ الـعـالمين. فثبت أن فى تمهيد هذا الدعاء تحريكا عظيمًا للعابدين.

فـإن الـعبـد إذا تـدبّـرَ فـى صـفـات جعَلها اللّٰه مقدّمة لدعاء الفاتحة وعلِم أنها مشتـمـلة عـلـى صفات كماله ونُعوت جلاله باستيفاء الإحاطة ومحرّكة لأنواع الشـوق والـمـحبة وعـلِـم أن ربّـه مبـدأٌ لجميع الفيوض ومنبع لجميع الخيرات ودافعٌ لجميع الآفات ومالكٌ لكل أنواع المجازات منه يبدأ الخَلق وإليه يرجع كـل الـمخلوقات وهو منـزه عن العيوب والنقائص والسيئات ومستجمِع لسائر صـفـات الكمال وأنواع الحسنات فلا شك أنه يحسَبه مُنجِحَ جميعِ الحاجات ومُـنـجِيًـا مـن سـائـر الموبقات فيكابد فى ابتغاء مرضاته كلَّ المصائب ولو قُتل بـالسهـمّ الـصـائب ولا يُعجِزه الكروبُ ولا يدرى ما اللغوب ويجذبه المحبوب ويـعـلـم أنه هو المطلوب وييسر له استقراءَ المسالك لتطلُّب مرضاة المالك فيـجـاهد فى سبله ولو صار كالهالك ولا يخشى هولَ بلاء وينبرى لكل ابتلاء ولا يبـقـى لـه من دون حُبِّه الأذكار ولا تستهويه الأفكار وينـزل من مطيّة الأهواء لـيـمتـطـى أفـراس الـرضـاء ويَضْفِر أَزِمّةَ الابتغاء ليقطع المسافة النائية لحضرة الـكبـريـاء ويـظـلّ أبدًا له مُدانِيًا ولا يجعل له ثانيا من الأحبّاء ولا يَعتوِرُ قلبه بين الشـركـاء ويقول يا ربّ تسلَّمْ قلبى وتكفينى لجذبى وجلبى ولن يُصبِينى حسن الآخرين. هـذه نتـائـج تمهيد دعاء الفاتحة وأما تمهيد دعاء عيسى عليه السلام فـقـد عـرفـتَ حـقيقته وما فيه من الآفة فلا حاجة إلى الإعادة فتفكَّرُ فى إيماضى وتندَّمُ من زمان ماضى وكُنْ من التائبين.

ثـم بعد ذلك ننظر إلى دعاء علّمه عيسى وإلٰى دعاء علّمه ربُّنا الأعلٰى ليتبيّن ما هو الفرق بينهما لذى النُّهى ولينتفع به من كان من الصالحين.

﴿۱۰۲﴾ فاعلم أن عيسى عليه السلام علّم دعاءً يتزرّى عليه إنصافنا أعنى خُبْزَنا كفافَنا وأما القرآن فعافَ ذَكْرَ الخُبز والماء فى الدعاء وعلّمَنا طريق الرشد والاهتداء وحثَّ على أن نقول اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ونطلب منه الدين القويم ونعوذ به من طرق المغضوب عليهم والضالين وأشار إلى أن راحة الدنيا والآخرة تابعةٌ لطلب الصراط وإخلاص الطاعة فانظرْ إلى دعاء الإنجيل ودعاء القرآن من الرب الجليل وكن من المنصفين. وأما ما جاء فى دعاء عيسٰى ترغيب فى الاستغفار فهو تأكيد لدعاء طلبِ الخبز كأهل الاضطرار لعل اللّٰه يرحم ويعطى خبزا كثيرا عند هذا الإقرار فالاستغفار تضرُّعٌ لطلب الرغفان وأصل الأمر هو طلب الخبز من اللّٰه المنّان. ويثبُت من هذا الدعاء أن أكثر أُمم عيسٰى كانوا عشّاق الذهب واللُّجَين وهاجِرِى الحقِّ للحجرَين وبائعى الدين ببخسٍ من الدراهم ومختبنى خلاصةِ النصّ وتاركى ذيلِ الربّ الراحم والعاثين عاصين. وحُبِّبَ إليهم أن يتخذوا الطمع شِرعةً وحُبَّ الدنيا نُجعةً. فاستشرِفِ الأناجيلَ ليظهَر عليك صدقُ ما قيل واتّق الرب الجليل ودَعِ الأقاويل ولا تحسب الحق الصريح كالمعضلات واستوضِحْ منى المشكلات لأُخبرك عن أنباء العُصاة والمنجيات والمهلِكات ففَتِّشِ الحقَّ قبل حُموم الحِمام وهجوم الآلام ونزعِ الروح وحصر الكلام واعلم أن الخير كله فى الإسلام فطوبٰى للذى ضرب الخيام فى هذا المقام وقوّى يقينَه بالإلهام ووحى اللّٰه العلام وردّاه اللّٰه رداءَ الإكرام. إن المسلمين قوم سجاياهم إعلاءُ كلمة التوحيد وبذلُ النفس ابتغاءً لمرضات اللّٰه الوحيد وصلحاء هم يتأفّفون من الدنيا بل من الإمرة ولا يتخيرون لأنفسهم إلا وجه رب ذى العزة ولا يُشجِيهم إلا آنُ غفلة مِن ذِكر الحضرة يتوكّلون عليه ويطلبون منه هداه ولا يركنون إلى الخَلق بل يبتغون حُباه ويمشون فى الأرض هونًا ولا يبطِشون جبّارين. وشأنُهم إطالةُ الفكرة

وتحقيق الحق وتنقيح الحكمة. يراعون فى الرياسة تهذُّبَ السياسة وفى أوان ﴿۱۰۳﴾
الخصاصة والافتقار آدابَ التبصر والاصطبار. ولا تفاضُل فيهم إلا بتفاضل
التقوى والتقات ولا ربَّ لهم إلا ربّ الكائنات. وكل ذٰلك أنوار حاصلة من
الفاتحة كما لا يخفى على أهل الفطرة الصحيحة والتجربة. فالحق أن الفاتحة
أحاطت كلّ علم ومعرفة واشتملت علٰى كلِّ دقيقةِ حقٍّ وحكمة وهى تجيب
كل سائل وتذيب كل عدوّ صائل ويطعم كلَّ نزيلٍ إلى التضيّف مائلٍ ويسقى
الواردين والصادرين. ولا شك أنها تزيل كل شك خيّب وتجيح كل هم
شَيَّبَ وتعيد كلّ هُدُوٍّ تَغيَّبَ وتُخجِل كلَّ خصيم نَيَّبَ ويبشر الطالبين. ولا
معالج كمثله لسمّ الذنوب وزيغ القلوب وهو الموصِل إلى الحق واليقين.

وأما الهداية التى قد أُمِرنا لطلبها فى الفاتحة فهو اقتداءُ محامدِ ذات اللّٰه
وصفاته الأربعة وإلى هذا يشير اللام الذى موجود فى اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ
ويعرِفه من أعطاه اللّٰه الفهمَ السليم. ولا شك أن هذه الصفات أُمّهات
الصفات وهى كافية لتطهير الناس من الهَنات وأنواع السيئات فلا يؤمن بها
عبد إلا بعد أن يأخذ من كل صفة حظَّه ويتخلق بأخلاق رب الكائنات. فمن
استفاض منها فيُفتَح عليه باب عظيم من معرفة الرب المحبوب وتتجلى له
عظمتُه فتحصُل الأمانةُ والتنفُّرُ من الذنوب والسكينةُ والإخبات والامتثال
الحقيقى والخشية والأنس والذوق والشوق والمَواجيد الصحيحة والمحبة
الذاتية المُفنِية المحرقة بإذن اللّٰه مُربِّى السالكين.

وهٰذه كلها ثمرات التدبر فى مضامين الفاتحة فإنّها شجرة طيبة تؤتى كلَّ حين
أُكُلًا من المعرفة ويروى من كأس الحق والحكمة فمن فتَح باب قلبه لقبول نورها
فيدخل فيه نورها ويطّلع على مستورها ومن غلّق الباب فدعا ظلمتَه إليه بفعله

﴿۱۰۴﴾ ورأى التبابَ ولحِق بالّهالكين.

ثم اعلم أن قوله تعالى ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ يدل على أن السعادة كلها في اقتداء صفات ربّ العالمين. وحقيقةُ العبادة الانصباغُ بصبغ المعبود وهو عند أهل الحق كمال السعود فإن العبد لا يكون عبدا في الحقيقة عند ذوى العرفان إلا بعد أن تصير صفاتُه أظلالَ صفاتِ الرحمٰن فمِن أمارات العبودية أن تتولد فيه ربوبيةٌ كربوبية حضرة العزة وكذلك الرحمانية والرحيمية وصفة المجازات أظلالًا لصفات الحضرة الأحدية. وهذا هو الصراط المستقيم الذى أُمِرنا لنطلبه والشرعةُ التى أوصينا لنرقُبها مِن كريم ذى الفضل المبين.

ثم لما كان المانع من تحصيل تلك الدرجات الرياءَ الذى يأكل الحسنات والكبرَ الذى هو رأس السيئات والضلالَ الذى يُبعِد عن طرق السعادات أشار إلى دواء هذه العلل المهلكات رحمةً منه على الضعفاء المستعدّين للخطيّات وترحّمًا على السالكين فأمَر أن يقول الناس ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ لِيُستخلَصوا من مرض الرياء وأمَر أن يقولوا ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ليُستخلَصُوا من مرض الكبر والخيلاء وأمر أن يقولوا ﴿اِهْدِنَا﴾ ليُستخلَصوا من الضلالات والأهواء . فقوله ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ حثٌّ على تحصيل الخلوص والعبودية التامة وقوله ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ إشارةٌ إلى طلب القوّة والثبات والاستقامة وقوله ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ﴾ إشارةٌ إلى طلب علمٍ مِن عنده وهدايةٍ من لدنه لطفًا منه على وجه الكرامة. فحاصل الآيات أن أمر السلوك لا يُتمَّم أبدًا ولا يكون وسيلةً للنجاة إلا بعد كمال الإخلاص وكمال الجهد وكمال فهم الهدايات بل كلُّ خادم لا يكون صالحا للخدمات إلا بعد تحقُّق هذه الصفات.

مثلًا إن كان خادم مخلصا وموصوفا بأوصاف الأمانة ﴿۱۰۵﴾
والخلوص والعفّة ولكن كان من الكسالى والوانين القاعدين وكالضُجَعة النومة لا مِن أهل السعى والجهد والجدّ والقوّة فلا شكّ أنه كَلٌّ على مولاه ولا يستطيع أن يتّبع هداه ويكون من المطاوعين. وخادم آخر مخلص أمين ومع ذلك مجاهد وليس بقاعد كالآخرين ولكنه جَهول لا يفهم هداياتِ مخدومه ويُخطء ذاتَ مرارٍ كالضالين؛ فمن جهله ربما يجترء على الممنوعات ويوقع نفسه فى المخاطرات والمحظورات ويبعد عن مرضاة المولٰى من جهل جاذب من الجهلات وربما يضيع نفائس المولٰى ودُرره وجواهره من كمال جهله وحمقه وسوء فهمه ويضع الأشياء فى غير محلها من زيغ و همه فهذا الخادم أيضا لا يستطيع أن يستحصل مرضات المخدوم ويُسقطه جهله كلّ مرة عن أعين مولاه فيبكى كالمَوقُوم وكذلك يعيش دائما كالملعون الملوم و لا يكون من الممدوحين. بل يراه المولى كالمنحوس الذى لا يأتى بخير فى سير ويخرب بقعته ورحاله وأمواله فى كل حين.

وأما الخادم المبارك والعبد المتبرك الذى يُرضى مولاه ولا يترك نكتة من هداه ويسمع مرحباه فهو الذى يجمع فى نفسه هذه الثلاث

﴿۱۰۶﴾ سـويًّـا ولا يؤذى مولاه بخيانة وخذل ولا يُطَحْطِحه بكسل أو جهل فيصير عبدًا مرضيًّا. فهذه هى الأشراط الثلاثة للذين يسلكون سبل ربهم مسترشدين. وفى ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ إشارةٌ إلى الشرط الأول وإلى الشرط الثانى فى ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ وإلى الثالث فى ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ﴾ فطوبٰى للذين جمعوا هذه الثلاث ورجعوا إلى ربهم كاملين وتأدّبوا مع ربهم بكل الأدب وسلكوا بكل شريطة غير قاصرين. فأولئك الذين رضى اللّٰه عنهم ورضوا عنه ودخلوا حظيرة القدس آمنين. ولما كانت هذه الشرائط أهم الأمور لِلذى قصد سبل النور جعَلها اللّٰهُ الحكيم من أجزاء الدعاء ليتدبر السالكُ كالعقلاء وليستبين سبيل الخائنين.

وهذا آخر ما أردنا فى هذا الكتاب بفضل ربّ الأرباب
والحمد للّٰه رب العالمين. والسلام على سيّدنا
ورسولنا محمد خاتم النبيين. رَبِّ أَمْطِرْ
مطرَ السوء على مكذّبيه واجعلْنا
من المنصورين.
آمين.

بقلم احقر العباد من المريدين لحضرت المسيح الموعود والمهدى المسعود العبد المفتقر
الى اللّٰه الاحد غلام محمد الامرتسرى عفى عنه

﴿الف﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه رب العالمين الرحمن الرحيم مالک يوم الدّين. والصَّلاة والسلام علٰى سيّد وُلد آدم سيّد الرسل والأنبياء أصفى الأصفياء محمد خاتم النبيين وآله وأصحابه أجمعين.

أما بعد فيقول العبد الضعيف المُفتقر إلى اللّٰه القوى الأمين **نورُالدّين** عصَمه اللّٰه من الآفات وأدخله فى زُمرة الآمنين وجعله كاسمه :نور الدين إنّى قد كنتُ لَهِجتُ مُذْ رأيتُ المفاسد من أهل الزمان وشاهدت تغيُّر الأديان أن أُرزَق رؤيةَ رجل يجدّد هذا الدّين ويرجم الشياطين. وكنت أرجو هذه المُنية لأن اللّٰه قد بشَّر المؤمنين فى كتاب مبين وقال وهو أصدق القائلين : وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [1] إلى آخر ما قال رب العالمين. وكذا قال الذى ما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحىٌ يوحَى وهو الصدوق الأمين صلّى اللّٰه عليه وسلم إن اللّٰه يبعث فى هذه الأمة على رأس كل مائة سنة مَن يجدّد لها دينها فكنتُ لِرحمتِه من المنتظرين. فقصدتُ لهذه البُغية بيتَ اللّٰه مهبطَ أنوار الحق واليقين فكنتُ أجوبُ البرارى وأقطع الصحارى وأستقرِی عبدًا من العباد الربّانيين.

﴿ب﴾

[1] النور:٥٦

فتوسَّمتُ فی البقعة المباركة المكرّمة شيخی الشيخ السيد حسين المهاجر الورع الزاهد التقیّ وشيخی الشيخ محمد الخزرجی الأنصاری وفی طابة الطَيبة تشرفتُ بلقاء شيخی وسيدی ومولائی الشيخ عبد الغنی المجددی الأحمدی وكلهم كانوا كما أظن من المتّقين جزاهم اللّٰه عنّی أحسن الجزاء آمين يا رب العالمين. وهؤلاء الشيوخ رحمهم اللّٰه كانوا علی أعلی المراتب من التقوی والعلم ولكن لم يكونوا علی أعداء الدين من القائمين ولا لشُبهاتهم مستأصلين بل فی الزوايا متعبدين وبمناجاة ربهم مُتخلّين.

وما رأيت فی العلماء مَن توجّه إلی دعوة النصارٰی والآرية والبراهمة والدهريّة والفلاسفة والمعتزلة وأمثالهم من الفِرق المضلّين. بل رأيتُ فی الهند ما ينيف علی تسع مائة ألف من الطلبة رفضوا العلوم الدينية واختاروا عليها العلوم الإنكليزية والألسنة الأوربية واتخذوا بِطانةً من دون المؤمنين.

وأَزْيَدَ مِن ستين ألف ألف رسالة طُبعت فی مقابلة الإسلام والمسلمين. هٰذه المصيبة وعليها نسمع المشائخ وأتباعهم أنهم يقولون إن الدعوة والمناظرات خلاف دَيْدَنِ أهل الكمال وأصحاب اليقين. وعُلماؤنا إلا من شاء اللّٰه ما يعلمون ما يُفعَلَ بالدّين وأهل الدّين. والمتكلمون منتهی تدقيقاتهم مسألة إمكان كذب البارئ (نعوذ باللّٰه) وامتناعه لا لتبكيت الكافرين وردّ مكائد المعاندين. ومع هذه الشكوی فنشكر مساعی الشيخ الأجلّ وأستاذی الأكمل رحمة اللّٰه الهندی المكّی والدكتور وزيرخان رحمهما اللّٰه تعالی والسيد الإمام أبی المنصور الدهلوی والزكی الفطِن السيد محمد علی الكانفوری والسيد اللبيب مصنِّف

تنـزيه القرآن وأمثالهم سلّمهم اللّٰه فشكر اللّٰه سعيهم وهو خير الشاكرين. ﴿ج﴾

لكن جهادهم مع شعبة واحدة من مخالفى الإسلام ثم ما كان بالآيات السماوية والبشارات الإلهية.

وكنتُ حريصًا على رؤية رَجُلٍ أىُ رَجُلٍ واحدٍ من أفراد الدهر قائمٍ فى المضمار لتأييد الدين وإفحام المخاصمين. فرجعتُ إلى الوطن وأنا كالهائم الوَلَهان أَخبِطُ ورقَ نهارى بعصا تَسْيارى ومن المتعطشين الطالبين. فبينما أنتظر النداء من الصادقين إذ جاء تنى بشارة من جناب السيد الأجَلِّ والعالِم الحبر الأبلِّ مجدّد المائة ومهدى الزمان ومسيح الدوران **مؤلّف البراهين.** فجئتُه لأنظر حقيقة الحال فتفرّستُ أنه هو الموعود الحَكَم العَدْل وأنه الذى انتدبَه اللّٰه لتجديد الدّين فقال **لَبَّيْک يا إلٰهَ الْعَالمين** . فسجدتُ للّٰه شكرًا على هذه المِنّة العظيمة لک الحمد والشكر والنعمة يا أرحم الراحمين. ثم اخترتُ محبّتَه واستحسنتُ بيعته حتى غمرتْنى رأفتُه وغشِيتنى مودّته وصِرتُ فى حبه من المشغوفين. فآثرتُه على طارفى وتالِدى بل على نفسى وأهلى ووالدى وأعزّتى الأقربين. أصبى قلبى علمُه وعرفانه فشكرًا لمن أتاح لى لُقْيانه. ومِن سعادة جَدّى أنى آثرتُه على العالمين فشمّرتُ فى خدمته تشميرَ من لا يألو فى ميدانٍ من الميادين فالحَمْد للّٰه الذى أحسن إلىَّ وهو خير المحسنين.

فَوَاللّٰهِ مُذْ لَاقَيتُه زادنى الهُدى   وعرفتُ مِن تفهيمِ أحمَدَ أحمَدَا

﴿و﴾ وكـم مِن عويصٍ مشكلٍ غيرِ واضحٍ أنارَ علىَّ فصرتُ منه مُسهَّدا
ومـا إنْ رأينـا مثلَـه بطـلاً بـدا ومـا إنْ رأينـا مثلـه قاتِلَ العِدا
وأكـفَـرَه قـومٌ جَهـول وظـالِمٌ وكـذّبـه مَن كـان فَظًّـا ومُلحِدا
وهذا على الإسلام إحدى المصائبِ يُـكـفَّـرُ مَـن جـاء النبىَّ مُؤيِّدا
أفـى الـقـومِ تُـمـدَح يا مُكفِّرَ صادِقٍ ألا إنّ أهـل الـحـق سمَّوک مُفْنِدا
نبَـذتَ هُـدى الـعـرفان جهـلاً وبعدَه أخـذتَ طريقًا قد دعاک إلى الرَّدى
وإن كـنـتَ تسعى اليومَ فى الأرض مفسِدًا فتُـحـرَق فـى يـوم النشور مُزوّدا
ولـو قَبْـلَ إكـفـارٍ تـفـكّـرتَ ساعةً لَـعَـمْـرى هُـديتُ ومـا أبيتَ تبدُّدا
قـصـدتَ لتُـرضـى القومَ مِن سوء نية وكـان رِضَـى البـارى أتمَّ وأوكَدا
وما فى يديک لَتُبْـعِدَنَّ مقـرَّبًا إلٰـه البـرايا قد دناه وأحـمدا
وقـد كنتَ تـقبَل صـدقَه وكتبَـه فمِثلُک كُفرًا ما رأينا ضَفَنْدَدا
ألا إنـه قـد فاق صـدقًا خـواصَّكم ودافَى رؤوسَ الـصـائلين وأَرْجَدا
أتُـكفِرُ يا غُولَ البرارى مثيلَه أتـلعَنُ مقبولا يـحبّ مـحمّدا
وتـعسًـا لـكـم يا زُمْرَ شيخٍ مزوّرٍ هـلـكتم وأرداكم وعـفّى وأفسَدا
لـه كُتُـبٌ اَلسبُ ّ والشتم حَشْـوُها شـريرٌ ويستقرى الشرور تـعمُّدا
أضـلَّ كثيـرًا مِن ضلالات وَهْـمه وبـاعدَ مِن حق مبين وأبـعَدا
ومـا إنْ أرى فيـه الـفـضيلةَ خاصةً نـعَمْ فى طريق الـمفسدين تَفرَّدا
يُشيع رسـالاتٍ لِبَغْيٍ ثَـرائدٍ ولِيـجلِبَ الـحُمْقى إليها ويُرفِدا
ومـا كان لى بـغضٌ بـه وعـداوةٌ وفى اللّٰه عـادَيناه إذ ذمَّ أحمَدا

فخُذْ يا إلٰهى رَأْسَ كلّ معاند ... كأَخْذِك مَن عادى وليًّا وشدّدا ﴿۵﴾

لتكون آيات لكلّ مكذّب ... حريصٍ على سبٍّ مُباهٍ تحسُّدا

ويا طالبَ العرفان خُذْ ذيلَ نوره ... ودَعْ كلَّ ذى قول بقول المهتدى

وفى الدين أسرارٌ وسبلٌ خفيّة ... يلاحظها بصرٌ يلاقى إثْمَدا

وآخر دعوانا أن الحمد كله

لرَبٍّ رحيم بعث فينا مجدّدا

قد تمت هذه القصائد وقد أحببنا أن نلحقها ببعض قصائد بليغة فصيحة من كلام الأديب المفلِق السيّد محمد سعيد الشامى الطرابلسى سلّمه اللّٰه تعالى قد نظمها ومدَح بها سيّدَنا ومرشدَنا المشارَ إليه فيها وهجا الفرقةَ النصرانية ومن خالَفَه.

خضَعتُ لِرفعةِ مجدِك العظماءُ ... وأتتْك تسحَب ذيلَها العَلياءُ

ورنَتْ إليك مع الوقار وسلّمتْ ... وتفاخرتْ بمديحك الشعراءُ

ولك الأمان من الزمان وما على ... مَنْ لاذَ فيك من الزمان عَناءُ

قد حُزْتَ فضلاً مِن إلٰهك فوق ما ... قد حازَه مِن قبلك الآباءُ

وحوَيتَ علمًا ليس فيه مشارِكٌ ... لك فى الأنام ولِلْإلٰه عطاءُ

يا مَن إذا نزَل الوفودُ ببابه ... أغناهُمُ عمّا إليه جاء وا

أنت الذى وعَد الرسولُ وحبَّذا ... وعدٌ به قد صحّت الأنباءُ

أنت الذى إنْ حلَّ جَدْبٌ فى الملا ... ودعوتَ ربَّك حلَّه الإرواءُ

طُوبٰى لعبدٍ قد رضا بك ملجأً ... إذ لا يخيب وراحتاه مَلاءُ

طوبٰى لقومٍ أنت بيضةُ مُلكهم ... وكذا العصر أنت فيه ذُكاءُ

﴿و﴾

طوبٰی لدارٍ أنت فيها قاطنٌ فلقد بدَتْ فی سَوْحها الزَّهْراءُ
يا أيّها الحبْرُ الأجلّ ومَن به يرجی المراد وتُكشَف الضّرّاءُ
إنی لأرغب أن أری لک سيدی وجهًا عليه من الجمال رِداءُ
يا واحدًا فی ذاته وصفاته قد حقّقتُ بوجودک الأشياءُ
وبک استقامت للعلا أركانُه وتزيّنتْ بمقامک الجَوْزاءُ
أيّدتَ دينَ الحق يا عَلَمَ الهدی وأَبَنْتَ طرقًا طَمَّها الجهلاءُ
ورفعتَ للإسلام حصنًا باذخًا تفنی الدّهورُ وما يليه فناءُ
ونكَأْتَ أهلَ الشِّرک حتی أصبحوا فی غيّهم قد مَسَّهم إقواءُ
وسلَلْتَ سيفًا للشريعة بينهم لـمّا رأوه أَكَبَّهم أعباءُ
ما زلتَ تضرب فيهمِ حتی انثنَوا مِن وَقْعِه فكأنهم أهباءُ
جاؤوا لينتصروا عليک وما دَرَوا أن الإله عليک منه لِواءُ
صالُوا ورامُوا أن يفوزوا بالذی قصَدوا إليه فصَدَّهم إعياءُ
وتفرّقتْ أحزابهم لما رأوا أسدًا هَصُورًا كَفُّه عَضْباءُ
ما ضَرَّهم لو آمنوا إذ جئتَهم بل كذّبوک فخابت الآراءُ
هيهاتَ أن يصِلوا إلی ما أمّلوا حتی تَلينَ وتُنبِتَ الصَّمّاءُ
بئسَ الذی قصدوا إليه من الردی وتنزّلتْ بقلوبهم بَأْساءُ
ضلّوا وقالوا إنّ عيسٰی لم يَمُتْ بل فی السماء وأين منه سماءُ
قد مات عيسٰی مثلَ موتةِ أُمِّه والموتُ حقٌّ ليس فيه خفاءُ
مَن كان ينكر ذا فليس بمؤمن فيما أری والربُّ منه بَراءُ

﴿ز﴾

إنْ كان عيسٰى يأتينَّ بُعيدَ ما ذاقَ الحِمامَ فهٰكذا القدماءُ
لا مرحبًا بهم ولا أهلًا ولا سهلًا ولاحمَلتُهم الغَبْراءُ
كلا ولا برِحتُ صباحًا مع مسا مَرَّ الدهورِ تجُذُّهم حَصْباءُ
قوم كأنهم الذياب إذا عوَتْ فاستحوذتْها أَكْلُبٌ ورُعاءُ
لا يقرَبون من الحلال وعندهم إن الحلال طريقة شَنْعاءُ
وإلى الحرام شواخصٌ أبصارُهم إن الحرام لمن يرُمه غذاءُ
يا أيها البحر الذى ما مِثلُه بحرٌ وما لجميله إحصاءُ
بل أيها الغيث الذى أنواؤه فعلتْ بما لا تفعل الأنواءُ
حيّاك ربّى كلما هبّتْ صبا نَجُدٍ وما قد غنّتِ الوَرْقاءُ

أو ما تَرنَّمَ فى مديحك مُنشِدٌ
خضعَتْ لرفعةِ مجدك العظماءُ

السيّد محمد سعيد الشامى

وله رحمه اللّٰه تعالٰى

حمدٌ غزيرٌ صادقُ الإذعانِ لِلّٰهِ ربٍّ دائمِ الغفرانِ
فردٌ كثيرُ العفو والإحسانِ مُنْشِى الأنامِ ومُنْزِل الفرقانِ
إذ قد أُبِيرتْ دولةُ الصلبانِ مِن وَقْعِ شهمٍ حاذِقِ الطعانِ
فى الحرب إذ يعدو بحدِّ سِنانِ مُحْيِ المَنونِ ومُوقِدُ النيرانِ

(ح) كَالليث صادَفَ رَعْلةَ الضِّبْعانِ ۔ فی یومِ مخمصةٍ علی أَسوانِ
أسدٌ هِزَبْرٌ ثابتُ الجَنانِ ۔ لم یکترثْ بکثرة الفرسانِ
بَتَلَ الشکوکَ بقاطِعِ البرهانِ ۔ ودلائلٍ قرّتْ بها العینانِ
حَبْرٌ أَمَدَّ موائدَ العرفانِ ۔ وأَسَحَّ أَبْحُرَها علی الظمآنِ
ردَع الخصومَ بقدرة المنّانِ ۔ یَدْعون ویلًا نُكَّسَ الأذقانِ
یا أیها المولی العظیمُ الشانِ ۔ هیهاتَ عینی أن تری لک ثانِ
إذ کنتَ عَلَمًا فخرَ کلّ زمانِ ۔ ولقد تناقَلَ فضلَک الثَّقَلانِ
فانعَمْ ودُمْ بالعز والأمانِ ۔ ما هَزَّ ریحٌ مُیَّدَ الأغصانِ

ولَهُ رحمه اللّٰه تعالی متغزّلا وممتدحًا لجناب المشار إلیهٖ

ألا لا أری مَن أحبّ بعینی ۔ وعدوّی أراه بکرةً وأصیلا
یا لقومی ویا لصَحْبی الْحَقُونی ۔ وأدرِکونی فقد غدَوتُ قتیلا
مِن لِحاظٍ راشقاتٍ بقلبی ۔ أسهمًا عنه لا تری تحویلا
وخدودٍ أینعَ الشقیقُ علیها ۔ ورُضابٍ مِزاجُه زنجبیلا
ظَبْیة مِن قادیان سبَتْنی ۔ إذ رنَتْ رنْوةً وطرفًا کحیلا
حبَّذا قَدُّها إذا یتثنی ۔ کتثنّی الغصونِ ذُلّلتْ تذلیلا
ما الشمس عندی ولا البدر فاعلَمْ ۔ فی حُلاها أری لها تمثیلا
کلّا ولستُ فی الجَنان براضٍ ۔ بسواها إن أراها بدیلا
ولقد أرانی بعد ما کنتُ لیثًا ۔ مُصْمَئِلًّا عَمْثَهِلًّا خَنْشَلِیلا
یرهَب الأحمَسُ المدجَّج صوتی ۔ وبعینی یری العزیزَ ذلیلا

تسحب النملةُ يا فدَيتُک جسمی وابنُ آوى يدعو علىَّ العويلا ﴿ط﴾
غيرَ أنی وإن جُننتُ غرامًا فی هواها لأصبِرنّ جميلا
فعسى الهُمام الذی إليه المطايا قد تخطّتُ تَلائعًا وسهولا
خيرُ عبدٍ يراه أشرفُ قوم مَن لعيسى المسيحِ أضحٰى مثيلا
إن يرانی ويكشف ما بی
عن قريب قبلَ أنوى الرحيلا

وقال رحمه اللّٰه تعالى مقرّظًا علٰى هٰذا الكتاب المبارک ومادحًا للجناب الأقدس نفَع اللّٰه بهِ المسلمين

كتابٌ حكى زَهرَ الربيع نضارةً وحوى مِن النظم البديع طُروسا
يُغنى الأديبَ فكاهةً ومسرّةً عن أن يكون له الحبيب جليسا
قد صاغه الحَبْرُ الذی أنوارهُ تَدَعُ الليالَ إذا دَجينَ شُموسا
لِلّٰهِ دَرُّ القاديان فإنّها كالشام حيث أقام فيها عيسى
بلدٌ بها غيثُ المواهب قد هَمَى وتقدستْ أرجاءها تقديسا
فكأنما هی إيلياءٌ إذ حوَتْ جبلاً حباه ربُّه الناموسا
قَرْمٌ تقاصَرَ عن ثناء خصاله فُوهُ الزمان ولا يرٰى تدليسا
بحرٌ تلاطمَ بالمعارف موجه
شَهْمٌ علا رُتَبَ الكمال عروسا

﴿ی﴾

وقال مقرّظا عليه أيضًا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه رَبّ العَالمين. وصلى اللّٰه علٰى سيد المُرسلين.

أما بعد فإنى قد سرّحتُ طرفى فى مضمار حَلْبة البيان وأجَلْتُ قِداح فكرى فى حديقة بستان الأذهان أعنى العُجالةِ التى ابتكرها نتيجةُ أفكار الزمان ومحطُّ رجال العرفان نابغةُ دهره وسحبانُ قطره سيدُنا ومرشدنا مسيح الزمان مركزُ العِزّ والأمان الشيخُ العالم العلامة الحَبرُ الفاضل الجِهْبِذ الفهّامة سَمِیُّ مَن أُنزِل عليه الفرقان سيّدِ وُلْدِ عدنان عليه الصلاة والسلام أحمد الفِعال والخِصال أدام اللّٰه عليه سوابغ الإجلال ومنابع الأفضال ولا زال مرفوع الجناب مقبَّل الأعتاب فوجدتُها القِدْح المعلَّى والدُّرّة اليتيمة والروضة الأريضة والحديقة المثمرة وكيف لا ومُوجِدها حَبرٌ يشار إليه بالأنامل وبحرٌ ليس له من ساحل فكأنما قد عنَيتُه بقولى إذ كان به أحرى وبسِرّه أدرٰى.

هيهاتَ يوجد فى الزمان نظيره ولقد حلفتُ بأنه لايوجدُ
باللّٰه ربِّ الراقصاتِ إلى مِنَى والقائمين ظلامَهم يتهجّدوا

فللّٰهِ دَرُّه ولا فُضَّ فُوه ولا عدمه بنوه إذ قد أحسنَ وأجادَ وبالَغَ فيما به أفاد.

تَمَّتْ

﴿ك﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْد لِلّٰهِ الذى أطلعَ شموسَ الهداية فى قلوب أهل العرفان وأطمعَ نفوس أهل الغواية فى ورود منهل الغُفران وأنبعَ ينابيع المكارم ليَرِدَ على زلالها كلُّ ظمآن ورفَع منابر التقديس والتحميد وخفَض أعلام البُهتان. والصلاة والسّلام على سيد وُلدِ عدنان سيدِنا ونبيّنا محمدٍ الذى أتى بالبيان وعلى آله وأصحابه وأزواجه فى كل وقت وأوان.

أما بعد فيقول أسيرُ ذنبه وفقير عفو ربه المنّان محمد الطرابلسى الشامى الشهير بحميدان إننى لما دخلتُ الهند وبلدة قاديان واجتمعتُ بحَبْرها بل وحَبْرِ جميع البلدان مولانا وسيدنا الشيخ **ميرزا غلام أحمد** صاحِب الوقت ومسيح الزمان واطلعتُ على هذا الكتاب فإذا كتاب إذا ما لمحتُه استملحتُه وإنى أراه قد انتضى الحججَ لإزعاج المخالفين وإفحام المخاصمين ذوى العِوَج أعطى كلَّ ذى سهم سهمه وما أخطأ سهمه. يدعو الضالين إلى الصلاح وما يدَع نُكتةً من لوازم الفلاح وجَب على المسلمين إطاعة أمره وقد أُشرِبَ قلبى أنه من الصادقين والله حسيب وهو يعلم سر الناس وجهرهم ويعلم ما فى السماوات والأرضين وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين ـ

﴿۹۰﴾

رؤيا غريبة

اعلموا أنى قمتُ فى عجز الليل على العادة لصلاة الفجر ثم بعد أدائها غلبتْنى عينى بالنوم فرأيتُ كأن مرشدنا رحمه اللّٰه تعالى قد صنع طعامًا كثيرا فاخرا ودعا إليه جمًّا غفيرا من الخَلق من بلاد مختلفة عربًا وعجمًا ثم بسَط سُفَرًا وموائدَ عديدة وجلس عليها أولئک القوم عشرة عشرة وأنا معهم فى أُخراهم فأكلوا وقاموا وبقيتُ منفردا. فداخلَنى الخجلُ وقمتُ غيرَ شبعٍ فنظرتُ عن يمينى مكانا مملوءًا من المَرَق فصرتُ أغُبُّ منه حتى اكتفيت ثم انتهيت وانتهى الناس إلى مكان المذكورِ وقد فُرِش بأنواع الفُرُش النفيسة فجلسوا بحسب مراتبهم وفيهم العلماء والأمراء وغيرهم. فقام رجل منهم يعِظ الناس على طريقة الفقهاء الحنفية وكأنه نسب قولا إلى الأولياء فقال أحد أهل المحفل لعَن اللّٰه آباء الأولياء إن كانوا يقولون بهذا. فقلت لا بل أباک لم تكذّب أولياء اللّٰه. وجرى ذكرُ الإمام الجوهرى فسَبَّه رجلٌ منهم فغضبتُ عليه وقلت أتشتم إمام الدنيا فى اللغات العربية ولا تخاف من اللّٰه تعالى ورأيت كأنّ المذكورَ أيده اللّٰه تعالى قد أخذ بيدى وسلِک بى منفردا طريقا مستقيما محفوفًا بالأزهار والأشجار وقال لى إنى قد أردتُ الإقامةَ إما فى الشام أو فى أمرتسر فما رأيک فى هذا فقلت له إن رأيى أن تقيم فى الشام فإنها أرض اللّٰه ومَعقِل المسلمين وبها تتأهل وتبنى لک بيتًا وتتخذ بستانًا وأرضًا وإن أقمتَ معى فى مكانى حيث ذكرتُ لک فإنه أحسن وأتكفّل لک بجميع ذلک. فقال لى إن شاء اللّٰه أفعل ما أشرتَ به. ورأيت كأن قد جىء برجُلٍ مديد القامة أصهَبِ الوجه واللحية فى ثياب رثّة وهيئة قبيحة كأنه يراد قتله. ثم هببتُ مِن رقدتى متعجبا من ذلک وأظنه خيرا وإقبالًا للمذكور وأمنًا له من نوائب الزمان. هذا ما رأيته وعبّرته واللّٰه أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

السيّد محمد سعيد الشامى

إتمام الحجة على المكفِّرين من العلماء والمشايخ كلهم أجمعين

السلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته. وبعد فإنى قد سمعتُ أنكم أيها الإخوان كفّرتمونى وكذّبتمونى وحسبتمونى مفتريًا وناضلتمونى حتى نُثِلَت الكنائنُ وتبيّنَ الحق وظهر الأمر الكائن ولكن ما ركدتْ زعازِعُكم وما أخذتْكم هيبةُ الحق بل جُزْتم عن القصد جدًّا وحسبتم الحق شيئا إِدًّا وكنتم على قولكم من المصرّين. فلما ارتبتم فى أمرى وصرتم قرينَ الخنّاسِ ونَجِيَّ الوسواس توجّستُ ما هجَس فى أفكاركم وفطنت لما بطن من استنكاركم فصنّفتُ كتبًا قد حسُن ترتيبها وصُفِّفَ فوجُ تَعاجيبها وجمعتُ على التحقيق صفاء الدُرّ وسَكَرَ الرحيق وقُنُوء العقيق وكان فيها إزعاجُ أوهام المتوهمين وعلاجُ نزغات الشياطين وإصلاح نزوات المفسدين وبيان إعنات الباغين ومعاناة الطاغين ومعاداة العادين وحِيَل المحتالين وسطوة الجائرين وكيد الكائدين مع كثير من الدلائل والبراهين. وكانت أسماؤها فتحُ[1] الإسلام وتوضيحُ[2] المرام وإزالةُ[3] الأوهام و مرآةُ[4] كمالات الإسلام. ولكنكم ما رأيتم وتعاميتم وكفّرتم داعىَ اللّٰه وعصيتم وكنتم قومًا عادين. وأصررتم على إنكاركم حتى انتهى أمركم إلى تكفير المسلمين ولعن المؤمنين وكذّبتم أسرارًا لم تحيطوا بها وعنّفتمونى على ما لم تعلموا حقيقته وكنتم تضحكون علىّ مرتاحين. وكم مِن دلوٍ أدليتُها إلى أنهاركم لعلّى أجد قطرة من علمكم وأخباركم ولكنها لم ترجع ببُلّةٍ ولم تجتلب نَقْعَ غُلّةٍ وما زادنى سُؤْلى منكم غيرَ يأسٍ وقنوط ودُرَخْمِين. فاسترجعتُ على انقراض العلم ودروسه وأفولِ أقماره وشموسه وذرفتْ عيناى على حال قوم فيه تلك العلماء الذين هم معروق العظم والمبعَّدون من أسرار الدّين. ومع ذلك وجدتُ كل واحد منكم سادرًا فى غلوائه وسادلًا ثوبَ خيلائه ومُفارِقًا مِن أرجاء حيائه ومن أكابر المفسدين. فلما انسرتْ جلبابُ خَفَرِكم وأماطت جذباتُ النفس خضراءَ قَفَرِكم

وتـواتـرتُ ريـحُ دَفْـرِكم فهِمتُ أن النصح لا يأخذ فيكم ولا ينفعكم قولُ ناصح كما لا يـنفع المتمرّدين. فتأوّهتُ آهةَ الثكلان وعيناى تهمُلان ودعوتُ اللّٰه أيامًا سُجَّدًا وقيامًا وخـررت أمـام حـضـرته واستطرحت بين يديه مبتغيًا إليه أذيال وسيلته ورفعتُ صرخى كعقيرة المتألمين.

فـرأى الـلّٰـه بُـرَحـائـى واعتـداءَ أعدائى وقلّةَ أخـلّا ئى وبشّرنى بفتوحات وآيات وكـرامـات ومَنَّ علىَّ بتأييده المبين. فمنها ما وعدنى ربى فى عشيرتى الأقربين أنهم كـانـوا يـكـذّبـون بـآيـات اللّٰه وكانوا بها يستهزؤن ويكفرون باللّٰه ورسوله وقالوا لا حـاجة لـنا إلى اللّٰه ولا إلى كتابه ولا إلى رسوله خاتم النبيين. وقالوا لا نتقبل آية حتى يُـرينا اللّٰه آية فى أنفسنا وإنّا لا نؤمن بالفرقان ولا نعلم ما الرسالة وما الإيمان وإنّا من الـكافرين. فدعوتُ ربى بالتضرع والابتهال ومددتُ إليه أيدى السؤال فألهمَنى ربى وقـال سـأريهـم آية مـن أنـفسهـم وأخبـرَنى وقال إننى سأجعل بنتًا من بناتهم آية لهم فسمّاها وقال إنها ستُجعَل ثيّبةً ويموت بعلُها وأبوها إلى ثلاث سنة من يوم النكاح ثم نردها إليك بعد موتهما ولا يكون أحدهما من العاصمين. وقال إنّا رادّوها إليك لا تبـديـل لـكـلمات اللّٰه إن ربك فعّال لما يريد. فقد ظهَر أحد وعديه ومات أبوها فى وقـت مـوعـود فـكـونـوا لـوعـده الآخر من المنتظرين. فتأملوا فى هذا تأمُّلَ المنتقد وانـظـروا بـالـمصباح المتّقد هل هو فعلُ اللّٰه تعالىٰ أو كيد المفترين. وهل يجوز أن يستـجيـب الـلّٰـه دعاءَ ملحد كافر كما يستجيب دعاء المقبولين. وكيف يخفى أمرُ رجـل يُميتُ اللّٰهُ لأجل إعزازه وإجلاله رجُلَين ويجعله فى أنبائه الغيبية من الصادقين. إن الـلّٰه لا يُظهِر على غيبه أحدًا إلا من ارتضى من رسولٍ الذى أرسله لإصلاح الخلق فى زىّ الأنبياء والمحدَّثين. ومنها مـا وعـدنى ربى واستجاب دعائى فى رجل مفسد عدو الـلّٰــه ورسـولــه الـمسـمـى ليكهــرام الـفشــاورى وأخبـرنـى أنـه من الهـالكين. إنـه

كان يسبّ نبيَّ اللّٰه ويتكلم فى شأنه بكلمات خبيثة فدعوتُ عليه فبشّرنى ربى بموته فى ستّ سنة إن فى ذلك لآية للطالبين.

ومنها ما وعدنى ربى إذ جادلَنى رجل من المتنصرين الذى اسمه عبد اللّٰه آتهم العنبرسرى إنه كان أراد أن يشدّ جبائر الحِيَلِ على دين النصارى ويوارى سَوْءَتَه فصال على الإسلام وكان من المتشددين. وباحَثَنى فى حلقة مغتصّة بالأنام مختصّة بالزحام وزخرفَ مكائده لإرضاء الكافرين. فثنَيتُ إليه عِنانى وأبثثتُه من معارف بيانى وجعلته من المفحَمين.

فما وجم مِن قلّة الحياء وكان يجمَح فى جهلاته ويسدَر فى الغلواء . وامتدّت المباحثة إلى نصف الشهر وكنا نغدو إليه بعد صلاة الفجر ونرجع فى وقت الهجير عند اشتداد حرّ الظهيرة وتركنا الاستراحة كالمجاهدين. فبينما أنا فى فكر لأجل ظفر الإسلام وإفحام اللئام فإذا بشّرنى ربى بعد دعوتى بموته إلى خمسة عشر أشهر من يوم خاتمة البحث فاستيقظت وكنت من المطمئنين. ثم جئناه واجتمعت الحلقة وحضر الخاص والعام وأُحضِرت الدواة والأقلام فما لبثتُ أن قعدتُ وأنبأتُ مِن كل ما أُخبِرتُ من ربّ الأرباب وأمليتُه فى الكتاب ثم ارتحلت من دار غربتى وحسبت ذلك البحث أفضل قُربتى وحسبت ذلك النبأ نعمة من نعماء رب العالمين. فتفكروا عافاكم اللّٰه ولا تعجلوا فى تكفيرى ولا تسُبُّوا ولا تقذِفوا وإن كنتم فى شك فانتظروا هذه الأنباء المذكورة فإنها معيار لصدقى وكذبى. وإن لم تنتهوا فقد تمّتُ عليكم حجّة اللّٰه وحجّتى ولن تضرّونى شيئًا وستُسألون عند مالك يوم الدين. وإن تتوبوا وتتقوا فاللّٰه لا يُضيع أجر المحسنين۔

حاشيه متعلقه ص ۱۶۲۔و اسم بعلها سلطان محمد ابن محمد بيک و محمد بيک ابن نظام الدين و اسم عم بعلها محمود بيک و هم سكان قرية منحوسة المسماة فتّى فى ضلع لاهور. و اسم أبيها مرزا أحمد بيک و تُوُفِّىَ بعد إلهامى هذا فى ميعاد الإلهام. و أما بعلها سلطان محمد فحَىٌّ و بقى من ميعاد موته قريبا من السنة. ربنا افتَحْ بيننا و بين قومنا بالحق و أنت خير الفاتحين. منه. اصفر سنة ١٣١٠ هـ.

ٹائیٹل بار اوّل


الرسالة

اللطيفة المشتملة علی

معارف القرآن ودقائقه

المسمّاة

حمامة البشری

الی

اهل مكة وصلحاء ام القری

قد طبعت فی مطبع المنشی غلام القادر

الفصیح السیالکوتی فی الشهر المبارک

الرجب ۱۳۱۱ سنه الهجرية

المقدسة

﴿الف﴾

مَن عادی أولیاءَ الرَّحمٰنِ
فقد نبَذ الإیمانَ بِالمُجَّان

إنّی قُلت فی بعض کتبی إن اللّٰہ یسلب إیمان قوم یعادون أولیاء ہ، فسألنی بعض الناس عن علل ہذا السلب، وقال إنما الإیمان یتم باتّباع کتاب اللّٰہ وسنن رسولہ، فما ندری أیّ ضرر للإیمان بعداوۃ أحد من المسلمین، بل نقول إنہا أقوال لا أصل لہا وإن ہی إلّا وہم المتوھّمین .فاعلم أن ہذا الرأی رأیٌ رکیکٌ أنحَفُ من المغازل، وأضعفُ من الجوازل، وإنما نشأ من قلۃ التدبّر من طبعٍ فَقَدَ دَرَّ الفکر الصحیح، وأکبَّ علی الدنیا بالقلب الشحیح، وکان من معارف الدین من الغافلین.

والأصل فی ہذا الباب أن بنی آدم کشخص واحدٍ بعضہم کالرأس والقلب والکبد والمعدۃ والکلیۃ وأعضاء التنفس، وہم سروات نوع الإنسان، وبعضہم کأعضاءٍ أُخریٰ .فالذین جعلہم اللّٰہ کالرأس أو القلب وغیرہما من الأعضاء الرئیسۃ، فجعلہم مدارًا لحیاۃ کل من سُمّیَ إنسانًا، وکما أن الإنسان لا یعیش من غیر وجود ہذہ الأعضاء ، فکذلک الناس لا یعیشون بحیاتہم الروحانی من غیر وجود ہؤلاء السادات من الرسل والنبیین والصدیقین والمحدَّثین والشہداء والصالحین . فظہر من ہٰہنا أن الموت الروحانی ہو مطرحُ بُغضِ الأولیاء ، فالذی اشتد بُغضہ ومُماراتہ بہذہ الطائفۃ المقبولۃ، وتواترت مباراتہ بتلک الفئۃ المحبوبۃ، وما امتنع وما تاب، وما دعا اللّٰہَ أن یتدارکہ، وما ترَک السبَّ واللعن والطعن والخصومۃ، فآخرُ جزائہ عند اللّٰہ سلبُ الإیمان، وترکُہ فی نیران الحسد والفسق والعصیان، حتی یلتحق برہط الشیطان، ویکون من الخاسرین .**والسرّ** فی ذٰلک أن أولیاء اللّٰہ قوم یحبہم اللّٰہ ویُحبونہ، ولہم بربہم

تـعلقات قويّة، وله إليهم توجهات عجيبة، وعنايات لطيفة، وبينهم وبين اللّٰه أسرارٌ لا يـعلمها إلا حِبُّهم، فيُحبّهم اللّٰه حُبًّا عجيبًا، ويُعادى من عاداهم ويوالى من والاهم، ولا يـدرى أحـدٌ لِـمَ أَحَبَّهـم إلـى تـلـك الـمـرتبة، ولِمَ أتمَّ لهم وظائف الوداد كلها، ولِمَ صاروا من المحبوبين .

وقـد جرت عادة اللّٰه تعالى أنه يُفيض الحق على قلوبهم، ويُجرى لطائف العلوم فى خواطرهم، ويطهّر فكرتهم، ويُنقّح حكمتهم، ويُعطى لهم عِلم تبَصُّر العواقب، واتقاء مواضع المعاطب، ويقود كل خير إليهم، ويطرد كل شر منهم، ويُطلعهم على معارف كتـابـه وعـلـوم نبيّـه، ويـربيهـم مـن عنده، ويهديهم إلى صراطه، وينعم عليهم بنعماه الظاهرة والبـاطـنة، ويـحـفظهم من مقامات مزلّة الأقدام، ويجعلهم من المحفوظين، ويجعلهم مِن حُماة حوزة الإسلام، ويشرح صدورهم ويوجّههم إلى حضرته التى هى مبـدأ الفيوض، فيأتيهم الفيض فى كل يوم غضًّا طريًّا، ويُنفَح فى صدورهم من ذلك الفيض الإلهى أنواع لوامع .والـناس يعملون الخيرات تطبّعًا، وهُمْ طباعًا، ولا تصدر الأعـمـال الـصالحة منهم تكلفا، بل تقتضيها فطرتهم السليمة، وتجرى فيها إراداتُ الصلاح كفوران العين، ولا يتكاء دهم من الأعمال الشاقة ما يتـكاء د غيرَهم .تراهم كـالـجبـال عـنـد الأوجـال، وتتبيـن شـجاعتهم عند تبيُّنَ الأهوال، يتحلّون بمحاسن الأخلاق، ويتخلّون مما يسمّ☆ بالأخلاق، يصبرون تحت مجارى الأقدار حُبًّا ومواطأةً لا لِتـنـوُّهِ الأقـدارِ، ويـطيعون ربهم ببذل الروح واقتحام الأخطار، ابتغاءً لمرضاة اللّٰه لا لارتفاع الأخطار .لا يـريدون مَلل الخلائق، ولا تجد فيهم سوء الطبع وتوشين الخلائق .الرّاحـمـون الـمحسنون إلى عباد اللّٰه، مآلُ الأمل وثمال اليتامى والأرامل ـيبعُدون عن كل كدُورَة وظلام وعن الهيئة الظلمانية، ويُملأون من الأنوار ﴿ب﴾

☆يبدو أنه سهو من الناسخ، والصحيح "يصم" (الناشر)

والجواهر الإيمانية، ويُصيِّر صحنُ صدورهم مسعى للأوابد الروحانية، ويخرّون أمام السُّدّة الربّانية، وتغرق أرواحهم فى بحار حضرته ساجدين .ويخرجون من النفس والهواء☆ والإرادة، ولا يدرون النفسَ ولذّاتِها، ويقلّبهم اللّٰه يمينًا وشمالًا حكمةً من عنده، ويجدد لهم إراداتٍ بعد فناء الإرادات النفسانية كلها .ثم يُرسلهم إلى عباده رحمة منه، فيدعون الناسَ إلى الخير والصلاح، والسعادة والنجاح، فالذين يقبَلونهم ويتّبعونهم ويحذون حذوهم فى كل أعمالهم وأقوالهم وحركاتهم وسكناتهم، ولا يُفارقون أظلالهم ولا يخرجون عما أمروهم، فينالون السعادة ويفوزون فوز السعداء ، ويُرضون اللّٰه ورسوله ويكونون مُباركين.

فالحاصل أن خدمة هؤلاء الكرام عنوان السعادة، ومحبّتهم استثمار المعرفة، ومصافاتهم مُصافات اللّٰه، وبثّ مدائحهم زمام الفلاح، وتطلُّب مثالبهم من أمارات الطلاح، وتتبُّع عيوبهم مدحض المحسنات، وتكلُّف كَلَفِهم كفّارة السّيئآت. فالذين ما انتظموا فى سمطهم، وما انخرطوا فى جماعتهم، وما التحقوا برهطهم، بل عادَوهم وخالفوهم، وتجاوزوا الحد فى مَقْتهم عند المخاصمات، وتَعدَّوا الأدبَ فى المكالمات، فأحبط اللّٰه عملهم، وأرداهم وباءوا بسخط من اللّٰه، ورجع إليهم نكالٌ من اللّٰه وغضبٌ من عنده، فنزع اللّٰه من قلوبهم كلَّ حلاوة الإيمان ونور العرفان، وتركهم فى ظلمات خاسرين مخذولين.

ثم اعلم أن كل ما قلنا هى علل روحانية لسلب إيمان المخالفين، وأما الأسباب الخارجية لخسرانهم وبُعدهم عن الحق، فهى أسباب أعدّوها لهم من عند أنفسهم، فهى أنهم يُخالفون إمام الوقت وخليفة الزمان فى كل قوله وفعله وعقيدته، مع أنه على الحق ومؤيَّد من اللّٰه تعالٰى، فكلما يُخالفونه ويتركون طريقه فيَبعدون عن طرق السعادة والصدق والصواب، ويطرحهم شِقوتُهم فى فلوات

☆ يبدو أنه سهو الناسخ والصحيح "الهوى".(الناشر)

الخسران والتباب فيصيرون من الهالكين .

ومن المعلوم أن الرجل الذى خالف الحق وخالف الذى يدعو إلى الحق على بصيرة، فلا بد له أن يقع فى هوة الخطايا، فإنه خالف المحفوظَ المصيب المؤيَّد من اللّٰه .ثم معلوم أن المخالفة إذا بلغت منتهاها، فتزيد شقاوة المخالف يوما فيوما، فيكون حريصًا علٰى رد كل كلمة الحق والحكمة والصداقة التى أُعطيت لإمام الزمان، بل هذا هو النتيجة الضرورية اللازمة لكمال العناد، فإن العناد إذا بلغ كماله فيجترء المعاند لشدة عناده يومًا فيومًا على المخالَفة حتى يقع يومًا فى مخالفة عظيمة تُهلِكه وتسلب إيمانه، فيلحق بالمخذولين .ألا ترٰى أنک إذا اخترت طريقًا على وجه البصيرة وتعلم أنه طريق مستقيم يُوصلک إلى منزلک ودارک سالما غانمًا، ومعک فى سفرک عدو شقى، فحمَله عداوتُک على أن يختار لنفسه طريقا آخر يُخالف طريقک مع أن فيه قطاعَ الطريق وسباع وأفاعى وآفات أخرىٰ، فلا شک أنه ألقٰى نفسه إلى التهلكة، فإن هلک فما كان سبب هلاكه إلا مخالفتک، فتَدبَّرُوا تّق اللّٰه ولا تكن إلا مع الصادقين .ولا تؤذ صادقا ولا تُعِنِ الذى أبلٰى فى هيجائه، بل لا تكنُ من الذين هم نَظّارة ذلک الحرب، ورضوا بالطعن والضرب، وأفاضوا فى سماع كلمات فيها استخفافه، وتُبْ مع الذى تاب، فإن الصالحين قوم إذا أراد اللّٰه نصرهم فيخلُق مِن لدنه الأسباب ويُبدى العُجاب، ويأتى المعادين من حيث لا يعلمون، ولا يُخزى عباده المحبوبين .فأوصيک أن لا تُمارِهم، ولا تخالِفُ قولهم بفهمٍ أنحَلَ وعقلٍ أقحَلَ، ولن تبلغ أفهامَهم وعلومهم، ولو كان عندک جبل من الكتب، فإنهم يُؤتَون علمًا وفهمًا مِن لدن ربهم، وتُنوَّر أفهامهم، وتُصفَّى عقولهم، وتُوسَّع مَدارکهم، ويعصمهم يدُالربّ من مزلّة، وربمّا تسمع من أفواههم كلماتٍ هى عندک كلمات ﴿ج﴾

الـكـفـر وأقـوال الارتـداد، وأمـا إذا فكّرتَ أنت وأمثالک فی کلماتهم بقلب سليم ورأی حُـرٍّ، ودعـوتَ الـلّٰه أن يفهّمک، فإذا هی معارف الحكمة ولآلي المعرفة، فإن كـنـت سـعيـدا فتـقبَـلها بعدما فهمتَها، وإن كنتَ شقيًّا فتبقى علٰى إنكارک وتجحد وتـخـتـار التـكـذيـب لـنـفسک، فتسفِک دمَ إيمانک بيديک، وتلحق بالذين هم ضيّعوا إيمانهم، وهم يعلمون وما كانوا مهتدين.

يا مسكين! لا تعجَلْ ولا تُـكـفِّرْ عبدًا اصطفاه اللّٰه وتراه يصلّی ويصوم ويستقبل القبلة، وتجد فيه سِمة الصلحاء واتّباع السُنّة، ولا تعجَلْ على ما ادّعى من الكمالات والـمـعـارف، فـإن فـی الإسلام قومًا يُؤتَون حكمةً روحانية من ربهم، لا يفهم أقوالهم كـلُّ غبی وبليد .فـراستهـم قـد أوتيـت من الإصابة، وعقولهم فاقت عقول العصابة، وفهـمُهـم يُـفـصِـح عن كلِّ مُعَمًّى، ولا يطيش سهمهم فی مرمٰی، وما يضرّهم شيطان فيتبَـعه الشهابُ، وما يصل إليهم سهم وإن تخلو الجِعابُ .يُؤتَون من لطائف العرفان، ولهـم يـد طـولٰی فی البيان، وتعريضهم أدلُّ من تصريحِ غيرهم، وكلامهم تتجلی فی الألـوان، ويسـمـح خـواطـرهم للإفاضات، وهم أعمدة الدنيا وعُمَدُ الدّين، وللخَلق وجـودُهـم كـروح الـحياة، ومن عاداهم فقد بارزه اللّٰه للحرب، فتارةً يأخذه من غير إمهال، وتا رة يـؤجـلـه أجلًا ويُرخی له طولًا، حتی إذا جاء وقته فيحرق كُثُبَته صاعقةُ العذاب، ويجعله كأن لم يكن من العائشين.

☆

﴿۱﴾

بسم الله الرحمن الرحیم

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ

الحمد لله الذى علّم بالقلم، علّم الإنسانَ ما لم يعلم، وبلّغه إلى مراتب العرفان واليقين. والصّلاة والسلام على رسوله نبيّ أمّى إمام المعلّمين من الأنبياء والمرسلين، وإمام كل من نطق عن الوحى وكتب علم الحكمة ومعارف الدين؛ الذى ما بَرَى القلمَ قطُّ وما قَطَّ، وما احتجر اللوح وما خطَّ، وخلقه الله فى أحسن تقويم ففاق خلق العالمين، وأصحابه الهادين المهتدين، وآله الطيبين الطاهرين.

أما بعد فإنه قد وصل إلىَّ مكتوب من مكة ..شرّفها الله وعظّمها ..فلما قرأته علمتُ أنه مكتوب كتبه بعض أحبائى من المبايعين، وعرفت أنه يريد لِأُعَرِّف أهل مكة من بعض حالاتى. فما رضى قلبى بأن أكتب إليهم الأمر المجمل المطوىّ، بل أردت أن أُبين بيانا تطمئن به قلوبهم، وتحصل لهم معرفة ويتقوى به رأيهم ووجدانهم وفراستهم، فغلب هذا القصد على قلبى، ونُفث فى روعى أسرارٌ لأهل مكة، حتى امتلأت نفسى ونسمتى بها، وكتبتُها فى مكتوب وأرسلت إليهم، ثم بدا لى أن أرتبه بصورة رسالة وأشيعه فى الناس بعد طبعه لينتفع به خَلق، وليكون كسراج منير للطالبين. فالآن نشرع فى المقصود، ونكتب أوّلًا المكتوب الذى جاء من أهل مكة، ثم نكتب مكتوبا أرسلنا إليهم، وما توفيقنا إلا بالله الذى يتولى عباده، وهو أرحم الرّاحمين.

المكتوبُ الّذى جاء من مكة شرّفها اللّٰه وأعزّ أهلها

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نحمده ونصلّى علٰى رسوله الكريم

سلام اللّٰه تعالى ورحمته وبركاته وأزكٰى تحيته على حضرة جناب مولانا وهادينا ومسيح زماننا غلام أحمد، كان اللّٰه تعالى فى عونه، آمين يا رب العالمين. ﴿۲﴾

أما بعد، أُعرّفكم أنى وصلتُ مكة بخير وعافية، وكلما جلست فى مجلس أذكركم وأذكر قولكم، وجميع الذى ادعيتموه من الآيات والأحاديث، فصار الناس يتعجبون، والبعض منهم يُصدّقون ويقولون اللّٰهم أَرِنا وجهه فى خير. ولما فرغنا من شهر الحج وهلَّ علينا شهر عاشوراء، مررت يومًا من الأيام على واحد من أصحابنا اسمه "**على طايع**"، فجلست عنده، فسألنى عن الهند وعن السفر وأحواله، فأخبرته بالذى حصل، وأخبرته عن دعواكم، وفهّمتُه على أحسن ما يكون، ففرح بذلك، وقلت له: هو رجل حليم عظيم إذا رآه المؤمن يُصدّق به. فالكلمات التى فهّمتها إياه طفق يذكرها عند كل أحدٍ من الناس، وقال لى: متى يجىء إلى مكة؟ قلت له: إذا أراد اللّٰه سبحانه وتعالى يجىء إلٰى مكة شرّفها اللّٰه تعالى عن قريب. والآن ألّف كتبا عربية فى إثبات دعواه، يريد أن يرسلها إن شاء اللّٰه تعالى. هذا ما قلت لعلى طائع. ثم لما أن أردت إرسال هذا الكتاب، قلت له أنا أريد أن أرسل لمولانا كتابا. فقال لى: قل له فى الكتاب يُعجل بارسال الكتب التى ألّفها ويُعجل بالمجىء بنفسه إلى مكة. فقلت له: حتى يأذن اللّٰه. وقلت له لولا مخافة الفتن ما تركتُ الكتب الّتى ألّفها مولانا وجئت بها. فقال لى: لم خفتَ؟ لو جئتَ بها

لـكـان خيـرا ثـم قال لی اكتب لمولانا يُرسل الكتب على اسمی وأنا أقسمها وأُطلع عـليهـا شـريفَ مـكة والعلماءَ وجميع الناس ولا أبالی من أحد .وقال :أنا أعرف أن الـمؤمن إذا سمع ذكر هذا الرجل يفرح، والمنافق يغضب ـ وهذا الرجل المذكور الذی اسمه على طائع ساكن فی شعب عامر، وهو رجل طيب من الأغنياء، وصاحب بيوت وأملاک وتاجر عظيم .فأنتم أرسِلوا الكتب باسمه وبهذا العنوان يصل إن شاء اللّٰـه تـعـالـی إلـى مـكة الـمشـرّفة، ويُسلَّم بيد على طايع تاجر الحشيش☆، فـی حارة الشعب، يعنی شعب عامر.

وسلِّمْ منّا على مولانا نور الدّين، وعلى مولانا السيد حكيم حسام الدين، وسلِّمْ منا على كافة إخواننا، كل واحد منهم باسمه ..صغيرهم وكبيرهم، وخصوصًا فـضل الدين وولد أخته مولانا عبد الكريم، وإنَّا لهم من الداعين فی بيت اللّٰه الحرام، وخُصَّ نفسک بألف سلام.

الراقم بذلک :أحقر عباد اللّٰه الصمد محمد بن أحمد، ساكن شعب عامر

۲۰ شهر عاشورا سنة ۱۳۱۱هـ

☆ أی العشب أو العلف للحيوانات.(الناشر)

﴿۳﴾

الجّواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
نَحْمده ونُصَلّى على رسولهِ الكَرِيم

إلى المحب المخلص ..حبّى فى اللّٰه محمد بن أحمد المكّى
السلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته

أما بعد، فإنه قد وصلنى مكتوبک وقرأته من أوّله إلى آخره وسرّنى كلُّما ذكرته فى مكتوبک وشكرت اللّٰه على أنک وصلت وطنک وبيتک بالخير والعافية ولقيت الأحباب وعشيرتک الأقربين .وأما ما ذكرتَ طُرفًا من حسن أخلاق السيد الجليل الكريم على طائع وسيرته الحميدة وآثاره الجميلة ومودّته وحسن توجّهه عند سماع حالاتى، ومِن أنه سُرَّ بذٰلک، فأنا أشكرک علٰى هٰذا وأشكر ذلک الشريف السعيد الرشيد، وأسأل اللّٰه لک وله خيرًا وبركة وفضلًا ورحمةً إلى يوم الدين.

وقد **أُلقِىَ** فى قلبى أنه رجل طيب صالح وعسى أن ينفعنا فى أمرنا ويُكمل اللّٰه لنا بعض شأننا بتوجهه وحسن إرادته وعلى يده واللّٰهُ يدبّر أمور دينه كيف يشاء ويجعل من يشاء وسيلة لتكميل مهمات الإسلام ويجعل من يشاء لدينه من الخادمين .وفطنتُ بفراستى أن ذلک السعيد الذى ذكرت محامده فى مكتوبک رجل شجاع فى سبيل اللّٰه لا يخاف لومة لائم عند إظهار الحق وإشاعته وتأييده وتشئيده، وقد جمع اللّٰه فيه سِيَرًا محمودة وأخلاقًا فاضلة مع الفتوة والشجاعة وانشراح الصدر وجود النفس والورع والتقوىٰ ومنَّ عليه بتوفيق الإخلاص والاجتهاد فى سبيل اللّٰه كما مَنَّ عليه بإعطاء

الثروة والغناء وجعله فی الدنيا والآخرة من المنعَمين.

وكذلک إذا أراد الله بعبد خيرا فيعطيه من لدنه قوة فی الخيرات، وطاقة فی الحسنات، ويجعل مِن سِيَرِه القيام بمهمات الدين والفكر لإحياء الملّة وإشاعة كتبها، وتمزيق دساتير الشياطين الملعونين؛ فلا يخاف إلا الله، وإن ير خير الدين فی أمرٍ مِن بذلِ روحه وإهراق دمه فيقوم مستبشرا للشهادة، فيعتصم بحبل الله جميعًا من قوة بدنه وقلبه وجوارحه وعقله وفهمه، ويُنهِض كل ذراته لطاعة الله وانقياد أوامره، ولا يغفل عن ربه طرفة عين، ويقف بالمرصاد فی كل حين .ويُشمّر الذيل لإفشاء أحكام الله وإعلائها وإن كان فيه خطر عظيم أو عذاب أليم .ويبارز كالفحول ولا يقربه أثرُ الجبن والحؤُول، ولا يتأخّر لخَطْبٍ خَشّى وخوفٍ غَشّی، ويَنُصّ للدّين رِكاب السُّرٰی، ويجُبُّ لتأييده كلَّ وعور وجبالٍ عُلٰی، ليرضی الله المولٰی ويدخل فی المحبوبين .**وَإِنّی أریٰ** أن أذكر لهذا الفتی النجيب قليلًا من حالاتی، ومما أنا عليه من هداية ربی، وأكشف له عمّا منَّ الله به علیَّ، وأعرّفه من ﴿۴﴾
بعض سوانحی، لعله يزيد معرفة فی أمری، ولعله يتفكر ويعلم ما أراد الله رب العالمين .فاعلموا يا إخواننا رحمكم الله وحماكم وحفظكم أن الله اطّلع على الأرض فی هذا الزمان فوجدها مملوّة من الفسق والكفر والشرک والبدعات، وأنواع المعاصی ومكائد المتنصّرين .ورأى أن أرض قلوب الناس قد فسدت، وكلّ قرية عامرة ومزارع صلاحها تعطّلت، وغلبت الضلالة على كل برّ وبحر، وأفواج الفتن من كل جهة ظهرت، وقلَّ أثر الصالحين.

ورأى الناسَ أنهم قد مالوا إلٰی اعتقادات رديّة فاسدة، وعزوا

أمورا إلى حضرة الوتر سُبحانه يجب تنزيهه عنها .ورأى أن النصارٰى جعلوا عبدا عاجزا إلها، وخرقوا لإثبات الألوهية دلائل من التوراة والإنجيل بتأويلات منحوتة من عند أنفسهم، وصاروا فى الأرض أئمة المفسدين.وقد أضلوا خلقا كثيرا، وارتبط بهم كل قلبٍ فاسد ارتباطَ ذرارى الشيطان بالشيطان، وجاء وا من لطائف حِيَلِهم بسحر مبين.

يستجلبون الناس إلى دينهم بأنواع من التدابير التى لا نهاية لها، فرغب إليهم كثير من عَبَدة الأوثان وجهلاء المسلمين المحجوبين، وأَذْعَن المرتدون لهم وصدّقوا مفترياتِهم، وآمنوا بتمويهاتهم، ودخلوا فى دينهم الباطل، ونزعوا عن أنفسهم ثياب دين الإسلام، وغشِيهم الغى كالسيل المنهمر، وأدركهم العطب كالوباء العام، فهلكوا مع الهالكين .وما بقى قوم فى الهند ولا قبيلة فى هذه الديار إلا دخل بعض منهم فى دين التنصّر إلّا ما شاء اللّٰه وكانت هذه بليّة عظمٰى على دين الإسلام ما سُمِعَ نظيرها من قبل وما وُجِدَ مثلها فى الأوّلين .ولو فصّلنا أنواع فتنتهم وأقسام مكائدهم لرأيتَ أمرًا يهولك الاطلاع عليه، ولَمُلئتَ خوفًا وحزنًا، ولبكيتَ على مصائب المسلمين.

وما كان دليلهم علٰى أُلُوهيّة المسيح إلا أنهم زعموا أنه خلق الخَلق بقدرته، وَأحيا الأموات بألُوهيته، وهو حىٌّ بجسمه العنصرى على السماء، قائم بنفسه مُقوِّمٌ لغيره، وهو عين الرب والرب عينه، وحمَل أحدهما على الآخر حمل المواطأة، وإنما التفاضل فى الأمور الاعتبارية، أزلىٌّ أبدىّ وما كان من الفانين . ويُجوِّزون للّٰه تنزّلاتٍ فى مظاهر الأكوان، ثم يختصونها بجسم المسيح جهلا وحمقا، وليس عندهم على هذا من دليل مبين.

ويسبّون رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ويشتمون وينحتون فى شأنه

بهتانات، ولا يتكلمون إلا بسبيل التعنيف والتهجين والتوهين. وألّفوا فى الردّ على الإسلام وتوهين رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ألوفا من الكتب وطبعوها وأشاعوها فى البلاد، وتبعوا آثار إبليس اللعين. فلما بلغتْ فتنُهم إلٰى هذا المبلغ وأضلّوا جِبِلًّا كثيرًا، اقتضتْ رحمة اللّٰه الرحيم الكريم أن يتدارك عبادَه ويُنجيهم من كيد الكافرين. فبعث عبدا من عباده ليؤيّد دينه، ويجدّد تلقينه، وينير براهينه، وينضِّر بساتينه، ويُنجِز وعده ويُعِزّ حبيبه وأمينه، ويجعل الأعداء من الخاسرين. وخصّنى بعناياته، وأمَرنى بإلهاماته، وربّانى بتفضلاته، وأيّدنى بتأييدات متعالية عن طور العقل، وآتانى من لدنه العلومَ الإلٰهية والمعارفَ والنِّكات، وشفَعها الآيات، ليتعاطى الناس منى كأس البصيرة واليقين. ﴿۵﴾

فيا حسرة على قومى! إنهم ما عرفونى وكذّبونى، وسبّونى وكفّرونى، ولعنونى كما يُلعَن الكافِرون. فتصدَّى كل أحد منهم بالغلظة والفظاظة والغيظ والغضب والاستيشاط، ودرَأُنا بالحسنة السيئةَ، ولكنهم ما تجافَوا عن الاشتطاط، وما سمعوا قول ناصح، ونسوا وألغوا وعيد اللّٰه الذى أُعِدَّ لقوم مجرمين. وصدّوا خَلق اللّٰه عن سبيله، وأرادوا أن يُطفئوا نور الحق بأفواههم، وقاموا فى كل طريق عنيت، فلأجل شرورهم سئمتُ التكاليفَ وتعنّيتُ، ومع ذلك خاطبتُهم بألين القول وطريق الرفق والموعظة الحسنة، ومهّلتُهم وعفوت عنهم صبرًا منى، فإنهم لا يرون مَجالِيَ الحق وظهوراته، ولا يعرفون المعارف الدقيقة ومآخذها، ولا يقلِبون جنوبهم إلا كالنائمين.

ويُجادلوننى فى **أسرار** قبل أن ينظروا فيها ويُفتّشوا حقيقتها، وقد عجزوا أن يحتجّوا علىَّ بوجه المعقول والمنقول، وسقطوا علىّ كالجهلاء

والسفهاء ، وأرادوا أن يغلبوا بالسبّ والشتم والتكفير والبهتان، وقَفَوا ما لم يكن لهم به علم، وتركوا سبيل المتقين. وما تركوا شيئا من سوء الظن وتركِ الأدب والافتراء والقيام بمخالفة الحق، وما شهدوا إلا بِزُورٍ، وما جادلوا إلا بمكائد الشياطين. فلما اضطرمتُ نار الفساد بأيديهم، وانطلقتُ إلى دُخان الفتن أرجلُهم، سألتُ اللّٰه ربّی أن يُعيننی من لدنه ويؤيّدنی من عنده، وقلتُ ربنا افتَحْ بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين.

فأيّدنی ربی بآيات، وأنار أمری ببركات، وأتمّ حُجّتی على الطالبين، ولكنهم ما خلّوا سبيلی وما كانوا مُنتهين. وجحدوا وقد تبين الرشد من الغی وحصحص الحق. فأعجبَنی إنكارُهم وقساوة قلوبهم، إنهم رأوا علامات صدقی وآيات قبوليتی، وما رجعوا إلى الحق وما كانوا راجعين. **يا حسرة** عليهم! إنهم لا يفهمون حقيقة الواقعات، ولا يقبلون الآيات، بل يحتالون عند رؤيتها ويتعامون مع وجود الأبصار، ويفترون علیّ أشياء ويريدون أن يُطفئوا نور الإسلام، وصاروا ظهيرا للكافرين. وكان **الحق** واضحًا صريحًا مشرقا كالشمس، ولكن أخذتُهم العزة والحسد والبخل، فطبَع اللّٰه على قلوبهم، وجعل على أبصارهم غشاوة، فما استطاعوا أن يروا الحقيقة كالمبصرين. إنهم شابهوا اليهود ونزلوا منازلهم بتوارد الأعمال والأفعال والنيات والخواطر، ووقع هذا التوارد كما يقع الحافر على الحافر، وما انتهوا بل يزيدون فی كلّ حين.

والذين مَنَّ اللّٰه عليهم بالهداية، وأراهم نهج الصدق والصواب، فأولئک الذين ينظرون إلیَّ بحسن الظن، ويفكّرون فی أمری بنور القلب، فينبِّئُهم نورُهم بحقائق صدقی، ويقبَلون ما أقول لهم، ولا يشابهون تلک

﴿۶﴾ السفهاءَ الجهلاء ، ويسلكون مسلک الأتقياء ، ويتبعون سبل السعداء ، ويأخذون أدب الصلحاء ، وقد أنزل اللّٰه عليهم سكينة من عنده وجعلهم من المستيقنين. يتّقون اللّٰه ويخافون مقامه وليسوا كالذى يذَر الآخرةَ ويُلغيها، ويحب العاجلةَ ويبتغيها، ويظلم الفئةَ الصالحة ويؤذيها، ويسعٰى فى الأرض ليفسد فيها، ويُضل أهلها ويُكفّر قومًا مؤمنين.

إن أحبائى لَمتّقون جميعهم، ولكن أقواهم بصيرةً وأكثرهم علمًا، وأفضَلهم رفقًا وحلمًا، وأكمَلُهم إيمانًا وسِلمًا، وأشدّهم حبًّا ومعرفةً وخشيةً ويقينًا وثباتًا، رجلٌ مبارک كريم تقىّ، عالم صالح فقيه محدّث جليل القدر حكيم حاذق عظيم الشأن ، حاجّ الحرمين حافظ القرآن، القرشى قومًا والفاروقى نسبًا، واسمه الشريف مع لقبه اللطيف :المولوى الحكيم **نور الدين البهيروى**، أجزلَ اللّٰه مثوبته فى الدنيا والدين. وهو أول رجال بايعونى صدقًا وصفاء وإخلاصا ومحبة ووفاءً ، وهو رجل عجيب فى الانقطاع والإيثار وخدمات الدين. أنفق مالًا كثيرا لإعلاء كلمة الإسلام بوجوه شتّٰى، وإنى وجدتُه من المخلصين الذين يؤثرون رضى اللّٰه سبحانه على كل رضاء ونساء وبنات وبنين. ووجدته من قوم يبتغون مرضاة اللّٰه ويجتهدون لرضوانه ببذل أموالهم وأنفسهم، ويعيشون فى كل حال شاكرين. وإنه رجل رقيق القلب نقىُّ الطبع حليم كريم جامِعٌ لمآثر الخير، كثيرُ الانسلاخ عن البدن ولذّاته. لا يفوته موقع من مواقع البر، ولا موضع من مواضع الحسنات، ويُحبّ أن يَسكُب دمه كماء فى إعلاء دين رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويتمنى أن تذهب نفسه فى تأييد سبيل خاتم النبيين، ويقفو أثرَ كل خير، وينغمس فى كل بحر لإجاحة فتن المتمردين.

فأشكر اللّٰه على ما أعطانى كمثل هذا الصديق الصدوق، الفاضل الجليل الباقر، دقيق النظر عميق الفكر، المجاهد للّٰه والمحب فى اللّٰه بكمالِ إخلاص ما سبقه أحد من المحبّين. وأشكر اللّٰه على ما أعطانى جماعة أخرى من الأصدقاء الأتقياء من العلماء والصلحاء العرفاء، الذين رُفعت الأستار عن عيونهم، ومُلئت الصدق فى قلوبهم. ينظرون الحق ويعرفونه، ويسعون فى سبيل اللّٰه ولا يمشون كالعمين. وقد خُصُّوا بإفاضة تَهْتان الحق ووابل العرفان، ورضعوا ثدى لبانه، وأُشرِبوا فى قلوبهم وجه اللّٰه وطرق غفرانه، وشرَح اللّٰه صدورهم وفتح أعينهم وآذانهم، وسقاهم كأس العارفين.

فمنهم الأخ المكرم العالم المحدّث الفقيه الجليل السيّد المولوى **محمد أَحْسَن**، كان اللّٰه معه فى كل موطن، ونصره فى الميادين. إنه رجل صالح تقىّ غيور للإسلام، هدَم هيكلَ جهالة العلماء المخالفين بتأليفات لطيفة، وأطفأ نارهم وجاء بنور مبين، وأطفأ الفتن المتطائرة بماء مَعين. ورزقه اللّٰه ذخيرة كثيرة من علوم الدين والآثار النبوية، وله بسطة عجيبة فى فن الأحاديث وتنقيدها وتمييز بعضها من بعض، والمخالفُ لا يمكث فى ميدانه طرفة عين، وهُمُ مع تحريكات ﴿۷﴾
غيظهم وغضبهم وكثرة إمعانهم وخوضهم وشدة حرصهم على المناضلة يفرّون منه كفرار الحمير من الأسد، وإنْ هذا إلّا تأييد اللّٰه الذى هو مؤيد الصادقين. ومع ذلك إنه زاهد متّق، كثير البكاء من خوف اللّٰه، يخاف مقام ربه ويعيش كالمساكين.

هذا ما أردت أن أقصّ عليك قليلا من شمائل أحبّائى، وما هذا إلا فضل ربى ورحمته. إنه كان بى حَفِيًّا مذ كنتُ صغيرا ومُذ أيفَعتُ، وتولانى وكفلنى فى كل أمرى. وكذلك صرَف إلىَّ نفرًا من العرب العرباء، فبايَعونى

بـالـصدق والصفاء . ورأيـت فيهـم نـور الإخـلاص، وسمة الصدق، وحقيقة جامعة لأنـواع السعادة، وكانوا متصفين بحسن المعرفة، بل بعضهم كانوا فائضين فى العلم والأدب، وفـى القوم من المشهورين. وألّف بـعضهم رسالة☆ فـى تـصديقى وتأييدى، ورَدَّ عـلى الذين كانوا من المنكرين. ورأيـت أنهم يميلون إلىَّ بالتودد والتحبب ولا يُشـابهون بعض علماء الهند، ولا يُصرّون على الإنكار بعدما فهموا، فهذا هو السبب الـذى حـمـلـنى على تأليف بعض الرسائل العربية، وحثنى على دعوة تلك الشرفاء والمسعودين.

وكـنـت أريـد أن أرسـل إليكم تلك الرسائل، ولكنى سمعت أن بعض عَمَلة **السلطان** يفتشون فى الطريق ويقرأون الكتب، ويحرّفونها بأدنٰى ظن. فأيها الأعزة! أنبـئـونـى كيف أرسـل، وبأى تدبير تصل إليكم، وأنا أجتهد فى مكانى لهذا المقصد وأشاور المجربين. وإنى معكم يا نُجباء **العرب** بالقلب والروح، وإن ربى قد بشّرنى فـى الـعـرب، وألهـمَنى أن أمونهم وأُريهم طريقهم وأُصلح شؤونهم، وستجدونى فى هذا الأمر إن شاء اللّٰه من الفائزين.

أيها الأعزة! إن الـرّب تبارک وتعالى قد تجلّى علىّ لتأييد الإسلام وتجديده بأخصّ التجليات، ومنَح علىَّ وابلَ البركات، وأنعَمَ علىَّ بأنواع الإنـعـامـات، وبشَّـرنـى فـى وقـتٍ عبوسٍ للإسلام، وعَيْشٍ بؤسٍ لأُمّة خير الأنام، بـالـتـفـضـلات والـفتـوحـات والتـأييـدات، فـصبوتُ إلى إشراككم.

☆ تـلـک الـرسالة المسماة "إيـقاظ الناس" ألّـفهـا حبـى فـى الـلّٰه أول المبايعين إخلاصا وصـدقا من بلاد الشام . السيـد الـعـالـم التـقـى.محمد سعيدى الطرابلسى الشامى النشّار الحميدانى، وقد ألحقتُها بمكتوبى هذا لينتفع بها كل فهيم من الناظرين. منه

یا مشعرَ العرب. .فـی هذه النِّعَم، وكنتُ لهذا اليوم من المتشوفين. فهل ترغبون أن تلحقوا بی للّٰه رب العالمين؟

وإن بعض **علماء** هـذه الـديـار لـم يـزالـوا يبتغون بی الغوائل، ويريدون بی السـوء ويتربصون علیّ الدوائر، ويتطلبون لی العثرات، ويكتبون فتاوی التكفيرات. وكنت أقول فی نفسی :اللّٰهم فاطر السماوات والأرض، عالم الغيب والشهادة، أنت تحكم بين عبادک فيما كانوا فيه يختلفون. **فألهمنی** ربی مبشِّرًا بفضلٍ من عنده وقال" :إنک من المنصورين. "وقال" :يَا أَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰهُ فِيکَ، مَا رَمَيتَ إِذْ رميتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَی، لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آباؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ المجرِمينَ". **وقال**: "قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَیَّ إِجْرَامِی. هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَی الدِّينِ كُلِّهِ. لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّا كَفَيْنَاکَ الْمُسْتَهْزِئِينَ". وقال" :أَنْتَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّکَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ وَمَا أَنْتَ بِفَضْلِهِ مِن مَجَانِينَ. وَيُخَوِّفُونَکَ مِنْ دُونِهٖ. إِنَّکَ بِأَعْيُنِنَا. سَمَّيْتُکَ الْمُتَوَكِّلَ، يَحْمَدُکَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ. وَلَنْ تَرْضَی عَنْکَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَی، وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ واللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ". فأدخل اللّٰه سبحانه فی لفظ اليهود معشرَ علماء الإسلام الذين تَشابهَ الأمر عليهم كاليهود، وتشابهت القلوب والعادات والجذبات والكلمات من نوع المكائد والبهتانات والافتراء ات، وإن تلک العلماء قد أثبتوا هذا التشابه علی النظّارة بأقوالهم وأعمالهم، وانصرافهم واعتسافهم، وفرارهم من ديانة الإسلام، ووصية خير الأنام صلی اللّٰه عليه و سلم وكونهم من المسرفين العادين. ﴿۸﴾

وكنت أظن بعد هذه التسمية أن **المسيح الموعود** خارج، وما كنتُ

أظن أنه أنا، حتى ظهر السرّ المخفيّ الذى أخفاه اللّٰه على كثير من عباده ابتلاءً مِن عنده، وسمّانى ربى **عيسى ابن مريم** فى إلهام من عنده، وقال " :يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيامَةِ، إِنَّا جَعَلْنَاكَ عِيسَى ابْن مَرْيَم، وأَنْتَ مِنِّى بِمَنْزِلَةٍ لا يَعْلَمُهَا الْخَلْقُ. وَأَنْتَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِى وَتَفْرِيدِى، وَإِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ".

فهذا هو الدعوى الذى يجادلنى قومى فيه ويحسبوننى من المرتدين. وتكلّموا جِهارًا، وما رجَوا لِمُلهِمِ الحق وقارًا، وقالوا إنه كافر كذّاب دجّال، وكادوا يقتلوننى لولا خوف سيف الحكام، وحثّوا كل صغير وكبير على إيذائى وإيذاء أصدقائى، واللّٰه يعلم تطاول المعتدين. وبعزّة اللّٰه وجلاله، إنى مؤمن مسلم، وأؤمن باللّٰه وكتبه ورُسله وملائكته والبعث بعد الموت، وبأن رسولنا محمدن المُصطفٰى صلى اللّٰه عليه و سلم أفضل الرسل وخاتم النبيّين. وإن هؤلاء قد افتروا علىَّ، وقالوا إن هذا الرجل يدّعى أنه نبىٌّ ويقول فى شأن عيسىٰ☆ ابن مريم كلمات الاستخفاف، ويقول إنه **تُوُفِّيَ** ودُفن فى أرض الشام، ولا يؤمن بمعجزاته، ولا يؤمن بأنه خالق الطيور ومحيى الأموات وعالم الغيب وحىٌّ قائم إلى الآن فى السماء، ولا يؤمن بأن اللّٰه ﴿۹﴾

☆ وقالوا إن فى حديث مسلم وغيره من الصحاح.. قد جاء ذكر عيسى عليه السلام وذكر الدجّال المعهود بنحو يظهر منه أن عيسى بن مريم ينزل لقتل الدجّال، والدجّالُ المعهود رجل أعورُ عينِ اليمنى كأن عينه عنبة طافية، ومكتوب بين عينيه **ك ف ر**، وإنه يجىء معه بمثل الجنة والنار، فالتى يقول إنها الجنة هى النار، وهو ممسوح العين عليها ظفرة غليظة، وإنّه شابّ قَطَطٌ خارِجٌ

قـد خـصّه وأُمَّه بالمعصومية التامّة من مَسِّ الشيطان ومِن كل ما هو من لوازم المسّ، ولا يُقرّ بأنّهما مخصوصان متفردان فى العصمة المذكورة لا شريک لهما فيها أحد من الرسل والنبيين.

ويقولون إن هذا الرجل لا يؤمن بالملائكة ونزولهم وصعودهم، ويحسب الشمس والقمر والنجوم أجسامَ الملائكة، ولا يعتقد بأن محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم خاتم الأنبياء ومنتهى المرسلين، لا نبيّ بعده وهو خاتم النبيين. فهذه كلها **مفتريات** وتحريفات، سبحان ربى ما تكلمتُ مثل هذا، إنْ هو إلا كذبٌ واللّٰهُ يعلم أنهم من **الدجّالين**. وقد سقطوا علىَّ وما أحاطوا معارف أقوالى، وما فهموا حقائق مقالى، وما بلغوا

بقیۃ الحاشیۃ

خَلّةً بين الشام والعراق، فعاثَ يمينا وعاث شمالا، ولَبْثُه فى الأرض أربعون يوما.. يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيام أهل الأرض، وإسراعه فى الأرض كغيث استدبرتْه الريحُ، ويَأْمُرُ السّماءَ فَتُمْطِرَ وَالأَرْضَ فَتُنْبِت، وتتبعُه كنوزُ الأرض كيَعاسِيبِ النحْلِ، ويَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا، فَيَضْرِبُهُ بِالسّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رميةَ الغرض، ثُمّ يَدْعُوهُ فيُقْبِلُ ويَتَهَلّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ. فَبَيْنَما هُوَ كَذَالِكَ إِذْ بعث اللّٰه المسيح ابن مَرْيَم، فينزل عِنْدَ المَنَارَةِ البَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كفّيه عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وإِذَا رَفَعَهُ تَحَدّرَ مِنْهُ مثلُ جُمانٍ كاللُّؤْلُؤِ، فلا يحلّ لكافر يَجِدُ من رِيح نَفَسِهِ إِلّا مَاتَ، ونَفَسُه ينتهى حيث ينتهى طرفُه، فَيَطْلُبُهُ حَتّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدّ، فَيَقْتُلَهُ. ثم يأتى عيسٰى قوم قد عصمهم اللّٰه منه، فيمسح عن وجوههم، ويحدّثهم بدرجاتهم فى الجنة. فبينما هو كذلك إذ أوحى اللّٰه إلٰى عيسٰى أنى قد أخرجتُ عبادًا لى لا يَدانِ لأَحدٍ بِقِتَالِهِمْ، فحَرِّزْ عبادى إلى الطور. وَيَبْعَثُ اللّٰه يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلّ حَدَبٍ يَنْسِلُون، فيَمُرّ أوائلهم على بُحَيْرَةِ طَبَرِيّة، فَيَشْرَبُون مَا فِيهَا، ويمرّ آخِرُهُمْ فيَقُولُ لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ ﴿۹﴾

مِعُشارَ ما قلنا، وخانوا وحرّفوا البيان، ونحتوا البهتان، ووقعوا فی حيص بيص، وظنّوا ظنَّ السوء ، فتعسًا لتلک الظانّين. والـلّٰه يعلم أنی ما قلتُ إلا ما قال اللّٰه تعالی، ولم أقـلُ كلمةً قطُّ يخالفه وما مَسَّها قلمی فی عمری. وأما قولهم إن المسيح كان خالق الـطيـور وكـان خَـلُقه كخَلق اللّٰه تعالٰی بعينه وكان إحياؤه كإحياء اللّٰه تعالٰی بعينه بلا تـفـاوُت، وكـان مـعـصـومًـا تـامًّا ومحفوظا من مسّ الشيطان، وليس كمثله فی هذه
الـعـصـمة نبيُّنا ، فهذا عندی ظلمٌ و زُور، كبُرتْ كلمةً تخرُج من أفواههم، وإنهم فی ﴿۱۰﴾
هـذه الكلمات من الكاذبين. وأما افتراؤهم علیَّ وظنُّهم كأنی لا أؤمن بالملائكة، فـما أقول فی جواب هذه الظنون الفاسدة التی لا أصل لها ولا أثر، غير أنی أبتهل فی حـضرة الـلّٰـه سبـحـانـه وأقـول رَبِّ الُـعَـنِّـی إنْ كنتُ قلت مثل هذا، وإلّا فَالُعَنِ

بقية الحاشية

مَرّةً مَـاء ، ثُـمّ يَسِيـرُونَ حَتّـی يَنُتَهُوا إِلَی جَبَلِ الخمر، وهو جبل بَيُتِ المَقُدِسِ، فَيَقُولُونَ لَقَدُ قَتَـلُـنَا مَنُ فِی الُأَرُضِ هَلُمَّ فَلُنَقُتُلُ مَنُ فِی السّمَاءِ. فَيَـرُمُـونَ بِنُشّابِهِمُ إِلَی السّمَاءِ، فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَـلَيُهِمُ نُشّابَهُمُ مخضوبةً دَمًا. وَيُـحُـصَـرُ نبیُّ اللّٰه وَأَصُحَابُهُ حتی يكونَ رَأْسُ الثورِ لأحدهم خيُرًا مِنُ مِائَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ اليَوُمَ فَيَرُغَبُ نبیُّ اللّٰه عيسَی وَأَصُحَابُهُ إلی اللّٰه، فيُرُسِلُ عَلَيُهِم الـنَّـغَفَ فِـی رِقَـابِهِـمُ، فَيُـصُبِـحُـونَ فَرُسَی كَمَوُتِ نَفُسٍ وَاحِدَةٍ. ثـم يَهُبِـطُ نبـی اللّٰه عِيسَی
وَأَصُحَابُـهُ إلی الأرض، فلا يَجدُون فی الأرض مَوُضِعَ شِبُرٍ إلا مَلأَهُ زَهَمُهُمُ وَنَتُنُهُم. فَيَرُغَبُ ﴿۱۰﴾
نبـی الـلّٰـه عيسَـی وَأَصُـحَابُهُ إِلَی اللّٰه، فيُرُسِلُ اللّٰهُ طَيُرًا كأعُنَاقِ البُخُتِ فَتَحُمِلُهُمُ فَتطُرَحُهُمُ حيث شاء اللّٰه. وَيَسُتَـوقِـدُ المسُلِمُونَ مِنُ قِسيّهِمُ وَنُشّابِهِمُ وَجِعَابِهِمُ سَبُعَ سِنِينَ. ثم يُرُسِلُ اللّٰه مَطَرًا لا يُكَنُّ مِنُهُ بَيُتُ مَدَرٍ وَلا وَبَرٍ، فَيَغُسِلُ حتی يَتُرُكهَا كَالزَّلَفَةِ. ثمّ يُقَالُ لِلُأَرُضِ أنبتی ثَـمَـرَتَکِ وَرُدِّی بَرَكَتَکِ، فَيَوُمَئِذٍ تَأْكُلُ العِصَابَةُ من الرُّمّانَة، وَيَسُتَظِلّونَ بِقحُفِهَا، وَيُبَاركُ فِـی الـرِّسُـلِ حَتّی إنّ اللِّقُحَة مِنَ الإِبِل لتكفی الفِئَامَ مِنَ النّاسِ، واللِّقُحَة مِنَ الُبَقَرِ لتكفی القبيلةَ مـن الناس، والـلِّـقُـحَة مِـنَ الـغَـنَـمِ لتكفی الُفَخِذَ من الناس . فَبَيُـنَـمـا هُمُ كَذلِکَ إِذُ بَعَثَ الـلّٰه

الـمـفتـريـن الـذيـن يـفترون عليّ بغير علم، ويكفّرون بغير الحق، ولا يتقون اللّٰه وما كـانـوا خـائـفين. والأمر الحق أني ما قلت قولا يُخالف عقيدةَ أهل السُنّة حقيقة، وما جـرى عـلـى لسـانـى مثـل تـلـك الألفاظ، وما خطر فى قلبى شبيه هذه الافتراء ات، ولـكـنهـم مـا فهموا كلماتى من قلة التدبر، وسوء الفكر، وفساد القلب، وابتدرَ كل واحـد مـنهـم إلـى التكفير عَجولًا بادى الرأى، فكيف أهدى قومًا حاسدين؟ نعم.. إنى قلت وأقول :إن عيسى ابن مريم عليه السلام قد تُوُفّى كما أخبرنا **القرآن** العظيم والرسول **الكريم**، فـكيف نـرتـاب فـى قـول اللّٰه ورسوله؟ وكيف نؤثر عليه أقوالًا أخرىٰ؟ أأختار الضلالة بعدما هدانى اللّٰه؟ والقرآن حَكَمٌ عَدُلٌ بينى وبين المخالفين، وبـأىّ حـديث بعد اللّٰه وآياته يؤمنون؟ ألم يكفِ لهم ما قال ربّ العالمين؟ ولكنهم ما يـقبلون **شهـادة** الـقـرآن، ويتّـكـئـون عـلـى أقاويل أخرى التى لا يـدرون حـقيقتها ﴿۱۱﴾

بقیۃ الحاشیۃ

رِيـحًـا طيبة، فتـأخذهم تحت اباطهم، فتقبض رُوحَ كُلّ مُؤْمِنٍ وكل مسلم، وَيَبْقَى شِرارُ النّاسِ يَتَهَارَجُونَ فيها تَهَارُجَ الْحُمر، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السّاعَةُ. وجاء فى حديث آخر أن المسيح الدجّال يأتى من قِبَلِ المشرقِ وهِـمَّتُهُ المدينةُ حتى ينـزلَ دُبُرَ أُحُدٍ، ثم تَصرِفُ الملائكةُ وجهَه قِبَلَ الشَّامِ، وهنالك يَهْلِكُ ولا يدخل الـمـديـنة رعبُـه، لهـا يـومـئـذٍ سبعةُ أبوابٍ على كل باب ملَكانِ، ويمكث فى الأرض أربعين سنة، ويـخرج على حمار أقمر ما بين أُذنَيه سبعون باعًا. وينـزل عيسٰى حَكَمًا عَدْلًا، فليكسرّن الصليب ويقتلنّ الخنـزير ويضع الحرب. وليُترَكُنَّ القِلاصُ فلا يُسعَى عليها. ولا تزال طائفة من المسلمين يُـقـاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة. فيـنــزل عيسى فيتزوج ويولد له. وجاء فى أحاديث أخـرى أن الـدجّـال كـان مـوجودًا حيًّا فى زمان رسول اللّٰه صـلـى الـلّٰه عليه وسلم وقد رآه تميم الدارى. **وحدّث** رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنـه ركب فى سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجـذام، فـلـعب بهم الموج شهرا فى البحر، فأرفأوا إلى جزيرة حين تغرب الشمس، فجلسوا فى أقرب الـسـفيـنـة فـدخـلـوا الـجزيرة، فلقيتُهم دابّةٌ أهلَبُ كثيرُ الشعرلا يدرون ما قُبُله مِن دُبُره مِن كثرة الشعر. ﴿۱۱﴾

فليتَ شعرى.. إلى أى أمر يدعوننى؟ أيدعوننى إلى الجهل والعمٰى بعدما كنت من المتبصرين؟ والله إنى على بصيرة من ربّى، وعندى شهادات من الله وكتابه وإلهامه وكَشْفه، فهل من طالب يأخذ سهم رشده منى، ويأبى دواعىَ البخل والحسد، ويقبل الحق كالمسترشدين؟ ولا أظن أحدا من العاملين العالمين المتقين أن يُقدّم غيرَ القرآن على القرآن، أو يضَع القرآن تحت حديث مع وجود التعارُض بينهما، ويرضى له أن يتبع آحاد الآثار ويترك بيّنات القرآن، ويؤثر الشك على اليقين، ويختار الجهل بعدما كان من العارفين.

وإنّ المُسلمين وعلماء هم الرَّاسخين كانوا قد أمروا أن يتّبعوا البيّنات،

بقیۃ الحاشیۃ

قالوا ويلك ما أنت؟ قالت أنا الجسّاسة. انطلِقوا إلٰى هذا الرجل فى الدير، فإنه إلٰى خبركم بالأشواق. قال لما سمّتْ لنا رجلا فَرِقْنا منها أن تكون شيطانةً. قال فانطلقنا سراعًا حتى دخلنا الدير، فإذا فيه أعظمُ إنسان رأيناه قط خَلْقًا وأشدّه وثاقةً، مجموعة يده إلى عنقه ما بين ركبتيه إلى كعبيه بالحديد. قلنا ويلك ما أنت؟ قال قد قدرتم على خبرى، فأخبرونى ما أنتم؟ قالوا نحن أناس ركِبنا فى سفينة بحرية، فلعب بنا البحر شهرًا، فدخلنا الجزيرة، فلقيتُنا دآبّةٌ أهلَبُ فقالت أنا الجسّاسة، اعمدوا إلى هذا فى الدير، فأقبلنا إليك سراعًا. فقال أخبِرونى عن نخل بيسان۞

۞: هٰذه الأخبار الغيبية تدل على أن هذا الحديث ليس من رسول الله صلى الله عليه وسلم، لأنهما يُعارض القرآن ويُخالف محكماته. وكيف يمكن أن يقدر الدجّال الخبيث على بيان الأنباء المستقبلة وقال الله تعالى فى كتابه المحكم: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [1] فكيف أخبر الدجال عن الغيب خبرا واضحًا صحيحًا مطابقا للواقع؟ وكيف قال الدجّال أن الخير للناس أن يُطيعوا هذا النبى الأمى العربى فإنه صادق، مع أن الدجّال كافر لا يطيع الله، فكيف يأمر بإطاعة نبيه صلى الله عليه وسلم؟ ومع ذٰلك هو ليس بقائل بزعم القوم بإله من دون نفسه، فكيف قال: وإنى يوشك أن يؤذن لى فى الخروج فأخرج، بل إن هذا اللفظ يدل على أنه لا يخرج من الدير إلا بإلهام الله تعالى ووحيه، فيلزم من هذا أن يكون الدجّال أحدًا من الأنبياء، وقد تقرر عندهم أنه من أكابر المفسدين. فتفكَّرُ ولا تكن من الغافلين. منه. ﴿۱۱﴾

[1] الجن: ۲۷، ۲۸

ويجتنبوا الشبهات، وكانوا يعلمون أن البيّنات أحقُّ أن تُتَّبَعَ. وإنما البيّنات هى المعانى التى قد انكشفت وتبينت عند العقل السليم، وتواترت فى القرآن العظيم، ووُجدتْ أقربَ من الفهم المستقيم، وأبعدَ عن آفات التناقض وأدخَلَ فى سُنّة اللّٰه والقانون القديم، وأجلٰى وأظهر من معان أخرٰى. ثم ذهلت هذه الطائفةُ تلك الضابطةَ المباركة كأنهم لا يعلمون شيئا وكأنهم من الجاهلين.
وَإنّى أرَىٰ أنهم لا يعتقدون بأن القرآن كلام حىٌّ، **وإمام صادق** ومهيمنٌ، ومعيارٌ كامل، بل يحقرونه ويضعونه تحت أقدام الأحاديث، ويجعلون ﴿۱۲﴾ الأحاديث قاضية عليها من قبل أن يُفتّشوا الآثار حق تفتيشها، ويُثبِتوا موازنة القطعيات بالقطعيات. بل هم يأمرون تحكُّمًا ويقولون ظلمًا ان الأحاديث بجميع صورها الظنّيّة والشكّيّة أحقُّ قبولًا من القرآن وحاكمةٌ عليه. وإن هو إلا

بقية الحاشية

﴿۱۲﴾ هل تثمر؟ قلنا نعم. قال أما إنها توشك أن لا تثمر. قال أخبرونى عن بحيرة الطبرية.. هل فيها ماء؟ قلنا هى كثيرة الماء، قال إن ماء ها يوشك أن يذهب. قال أخبِرونى عن عين زغر.. هل فى العين ماء، وهل يزرع أهلها بماء العين؟ قلنا نعم هى كثيرة الماء وأهلها يزرعون. قال أخبِرونى عن نبى الأُمّيّين ما فعل؟ قلنا قد خرج من مكة ونزل يثرب. قال أقاتَلَه العرب؟ قلنا نعم. قال كيف صنَع بهم؟ فأخبرناه أنه قد ظهر على من يليه من العرب وأطاعوه. قال أما إن ذلك خير لهم أن يطيعوه. وإنى مخبركم عنى.. إنى أنا المسيح، وإنى يوشك أن يؤذن لى فى الخروج، فأخرج فأسير فى الأرض، فلا أدَع قرية إلا أهبطها فى أربعين ليلة غير مكة وطيبة هما محرمتان علىّ كلتاهما، كلما أردت أن أدخل واحدا منهما استقبلَنى ملَكٌ بيده السيف صلتًا يصدّنى عنها، وإن على كل نقب منها ملائكة يحرسونها. ثم قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم ألا إنه فى بحر الشام أو بحر اليمن لا بل من قبل المشرق ما هو، وأومأ بيده إلى المشرق. **رواه مسلم.**

أقول هذا ما جاء فى الأحاديث مع اختلافات وتناقضات، فذهب وَهْلُ بعض الناس بل أكثرهم إلى أن تلك الأخبار والآثار محمولة على ظواهرها، والحق أنهم

ظلم وزور تكاد السماوات يتفطرن منه. ولا يوجد فی القرآن وحديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إيماض إلٰى ذٰلک، ولا إيماء إلٰى هذه البهتانات، بل الصحابة كانوا يقدّمون القرآن فی كل حال ولا يتركونه لأثر من الآحاد ☆. ألا ترى إلى الصدّيقة **أُمّ المؤمنين** رضى اللّٰه عنها كيف أوّل الأحاديث للقرآن وما أوّل القرآن للأحاديث، وما التفتتْ إلى حديث بعد وجود المعارضة بينه وبين القرآن. وكانت فقيهة فاضلة موفَّقة، حبيبةَ نبينا صلى اللّٰه عليه و سلم وكانوا يرجعون إليها فی كل مسألة دقّتْ مآخذها. وإن كنت فی شک فاقرأ **البخاری** تدبرًا، فستجد تلک القصص فی أكثر مقاماته. فما حال هؤلاء أنهم لا يقرأون القرآن إلا كالغافلين النائمين، ولا يفهمونه حق فهمه، بل القرآن لا يجاوز حناجرهم، ولا يتبعونه ولا يبتغون نوره، بل يحملونه على هيئة الجنائز، ولا ينظرون إليه بنية الاستفادة وأخذِ العلوم والمعارف، كأنهم فی شک عظيم. ولا يرون ﴿۱۳﴾

بقية الحاشية

قد أخطأوا خطأ كبيرا، وكان هذا ابتلاءً من اللّٰه تعالى ليعلم الصابرين المؤمنين منهم والمكذبين المستعجلين. وأنت تعلم أن اللّٰه تعالى قد يُوحی إلى أنبيائه ورسله فی حُلل المجازات والاستعارات والتمثيلات، ونظائره كثيرة فی وحی خير الرسل صلى اللّٰه عليه وسلم منها ما جاء فی حديث **أنس** قال قال رسول اللّٰه صلعم رأيتُ ذاتَ ليلة فيما يرى النائم ﴿۱۳﴾ كأنّا فی دار عقبة بن رافع، فأتينا برُطب من رطب ابن طاب. فأوّلتُ أن الرفعة لنا فی الدنيا والعافية فی الآخرة، وأن ديننا قد طاب. ومنها ما جاء فی حديث **أبی موسى** قال قال رسول اللّٰه رأيتُ فی رؤيای أنی هززتُ سيفًا فانقطع صدره، فإذا هو ما أُصيبَ من المؤمنين يومَ أُحُد، ثم هززتُه أخرٰى فعادَ أحسنَ ما كان، فإذا هو ما جاء اللّٰه به من الفتح واجتماع المؤمنين. **فانظر** كيف رأى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الكيفيات الروحانية فی الصور الجسمانية. ولا يخفى عليک أن **رؤيا** الأنبياء وحیٌ، فثبت من ههنا أن وحی الأنبياء

☆ انظروا حديث معاذ الذی فيه وصيّة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لمعاذ .منه.

حياته وبركاته وإشراقاته، ولا يُقدّرونه حق قدره، ولا يدرون ما شأنه وما برهانه، وينبذون صحف اللّٰه وراء ظهورهم، ويُكبّون على حديث ضعيف ولو يُعارض القرآن، وما كانوا من المنتهين.

وواللّٰه ما قلتُ قولًا فى **وفاة المسيح وَعَدمِ نُزُولِهٖ** وقيامى مقامه إلا بعد الإلهام المتواتر المتتابع النازل كالوابل، وبعدَ مكاشفات صريحة بيّنة منيرة كفلق الصبح، وبعد عرضِ الإلهام على القرآن الكريم والأحاديث الصحيحة النبوية، وبعد استخارات وتضرعات وابتهالات فى حضرة رب العالمين. ثم ما استعجلتُ فى أمرى هذا، بل أخّرتُه إلى عشر سنة، بل زدتُ عليها وكنت لِحُكمٍ واضحٍ وأمرٍ صريحٍ من المنتظرين. وكنت صنّفتُ كتابًا فى تلك الأيام التى مضت عليها عشر سنة، وسميتُها **اَلْبَراهِين**، وكتبت فيها بعض إلهاماتى الّتى أُلهمت من ربى من قبل تأليف ذٰلک الكتاب، وكانت

بقیۃ الحاشیۃ

قد يكون من نوع المجاز والاستعارة، وقد أوّلَ رسولُ اللّٰه مثلَ ذلک الوحى، وتأويلاته كثيرة كما فى رؤية سِوار الذهب والقميص والبقر وغيرها من الرؤيا التى هى مشهورة فى القوم، فلا حاجة إلى أن نقصّ عليک. وقد رأى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى رؤيا أخرى الدجّالَ المسيح واضعًا يديه على منكبَى رجلين يطوف بالبيت. فلو حملْنا تلک الوحى على الظاهر لوجب أن يكون الدجّال مسلما مؤمنا لأن الطواف من شعائر المسلمين.ثم إن هذه الأحاديث تدل على أن الدجّال كان موجودا فى زمان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وقد رآه تميم الدارى، وزعم القوم أنه يخرج فى آخر الزمان، ولا يدَع قرية إلا يدخلها، ويتملک ويتسلّط على البلاد ﴿۱۴﴾
كلها، ولا تبقى فى زمانه أرض إلا يأخذها غير مكة وطيبة. ولكن الأحاديث الأخرى تعارضها وتكذّب هذه القصص. فانظرْ أوّلًا تدبرًا وإنصافا فى حديث **مسلم** عن جابر قال سمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول قبل أن يموت بشهر تَسْأَلُونِى عَنِ السّاعَةِ؟ وَإِنّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ.وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ يأْتِى عَلَيْهَا مِئَةُ سَنَةٍ وهى حيّةٌ يومئذ.

من جملتها هذا الإلهام، أعنى" :يَا عِيسٰى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ". وإن اللّٰه قد سمّانى فى هذا **عيسٰى**، ومِن جملتها إلهام آخر خاطبنى ربى فيه وقال: ﴿۱۴﴾
إنى خلقتُك من جوهر عيسٰى، وإنك وعيسى من جوهر واحد، وكشىء واحد ومِن جملتها إلهام سمّى فيه كلَّ من خالفنى من العلماء "اليهود والنصارى". ثم ما أُلهمتُ إلى عشر سنة بمثل هذه الإلهامات، وما كنت أدرى أنى أُؤمر بعد هذه المدة الطويلة وأُسمَّى **مسيحًا موعودًا** من اللّٰه تعالى، بل كنتُ خِلْتُ أن المسيح نازل من السماء كما هو مركوز فى مدارك القوم، ولكنى كنت أقول فى نفسى تعجبا: إن اللّٰه لِم سمّانى عيسى ابن مريم فى إلهامه المتواتر المتتابع، ولِم قال إنك وإنه من جوهر واحد، ولِم سمّى المخالفين "اليهود والنصارى"؟ فظهرت علىَّ معانى تلك الإلهامات والإشارات بعد

بقية الحاشية

وعن ابن مسعود لا يأتى مائة سنة وعلى الأرض نفسٌ منفوسة اليوم. رواه مسلم، وهكذا ذكر **البخارى** فى صحيحه، والمضمون واحد لا حاجة إلى الإعادة. فوجب من هذا على كل مؤمن أن يؤمن بموت الدجّال بعد المائة من زمان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وإلا فكيف يمكن التخلف فيما قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بوحى من اللّٰه تعالى مؤكّدًا بقَسمه؟ والقَسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء، وإلا فأى فائدة كانت فى ذكر القَسم؟ فتدبَّرْ كالمفتّشين المحقّقين. وأما تطبيق هٰذين الحديثين فلا يمكن إلا بعد تأويل حديث الدجّال وجعلِه من قبيل الاستعارات، فنقول إن حديث خروج الدجّال يدل على خروج طائفة الكذّابين فى آخر الزمان من قوم النصارىٰ، وفى الحديث إشارة إلى أنهم يُشابهون آباءهم المتقدمين فى مكرهم وخديعتهم وأنواع فتنهم وحرصهم على إضلال الناس كأنهم هم، إلّا أن آباءهم كانوا مقيَّدين بالسلاسل والأغلال، ولكن هؤلاء يخرجون ﴿۱۵﴾
من ذلك السجن، ويضع اللّٰه عنهم أغلالهم، فيعيثون يمينا وشمالا ويفسدون فى الأرض،

عشر سنة، وبعد إشاعة "البراهين "فـي ألوف من الناس، وبعد إشاعة هذه الإلهامات فی خَلق كثير من المسلمين والمشركين.

فاسألوا الذين يظنون أنه افتراء منحوت.. أهذه علامات المفترين؟ وكانوا يقرأون من قبل كتابی "البراهين "ويجدون فيه مجملا كلَّ ما قلتُ فی هذه الأيام مفصلا، وكانوا يحبّون ذلک الكتاب ويصدّقون إلهاماتٍ مذكورة ولا يُعرضون كالمنكرين. فلما جاء ميقات ربی، وأُمرتُ لأصدع بما سُمّيتُ فی الكتاب المذكور انقلبوا ﴿۱۵﴾
منكرين مكفّرين، كأنهم سمعوا كلمة غريبة أو جاء هم ذكرٌ مُحدَثٌ وكأنهم ما كانوا مُطّلعين على ما كتبت فی "البراهين". ولو كانوا عاقلين منصفين طالبين للحق مفتّشين للحقيقة لَتَفكَّروا فی قول قد كُتِبَ من قبل وطُبع وأُشيع فی زمان ما كان أثرُ هذه الدعاوی فيه، ولَتَفكَّروا فی سوانح عمری، ولقد لبثتُ فيهم عُمُرًا من قبل،

بقية الحاشية

وكان خروجهم بلاءً عظيما لأهل الأرضين. فكما أن تميما رأى الدجّال فی زمان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم بالرؤية الكشفية الصادقة التی كانت من قبيل عالم المثال.. مجموعة يده إلى عنقه ما بين ركبتيه إلى كعبيه بالحديد فی الدير، فكذلک كانت النصارىٰ فی زمن إقبال الإسلام مقهورين مغلوبين غُلّت أيديهم قاعدين فی الدير، ثم أُخرجوا بعد المائتين والألف ووضَع اللّٰه عنهم الأغلال والسلاسل، وخلع عليهم خلعة العلوم الأرضية ابتلاءً من عنده، فأشاعوا الفتن فی الأرض بأيدی مبسوطة، وكان قدرًا مقدورًا من ربّ العالمين. وإلى خروجهم إشارة فی حديث الآيات بعد المائتين، يعنی بعد المائة والألف، وإشارة إلى نزول المسيح الذی هو مفحِمُ المفسدين. ثم بعد ذلک إذا نظرنا إلى كلام اللّٰه تعالى فوجدناه أيضًا مخالفا لظواهرِ أحاديثِ خروج الدجّال، و ما وجدنا فيه احتمالا ضعيفا وإشارة وهمية إلى ذلک، بل هو يجوح هذه الخيالاتِ بالاستيصال التام. ألم يكفِ لطالب قولُه تعالى وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [1] ولا يخفى على المتدبر أن هذه الآية دليل قطعی على أن المسلمين والنصارىٰ يرِثون الأرض ويتملكون أهلها إلى يوم القيامة، لأن المسلمين اتبعوا المسيح

[1] اٰل عمران:۵۶

ولتَفكّروا فی رأس المأة وضرورة المجدد بما وعد اللّٰه ورسوله، ولتفكّروا فی مفاسد الزمان وبدعاتها، ونَسْلِ النصاری مِن كل حدب. فيا حسرة عليهم! إنهم ظنوا ظن السوء بغير فكر وتحقيق وإمعان، وما كان لهم أن يتكلموا فی المؤمن إلا بحُسن الظن، وما كان لهم أن يُسارعوا علیَّ مجترئين. وما حمَلهم علی الإنكار إلا استعجالهُم وسوء ظنهم وبخلهم وعنادهم وقلّة تدبرهم، فيا حسرةً علی الحاسدين والمعاندين والظانين ظن السوء والسالقين! وأما ما قلتُ فی وفاة المسيح فما كان لی أن أقول من عند نفسی، بل اتبعتُ قول اللّٰه تعالی وآمنت بما قال اللّٰه تعالی عزّ وجلّ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[۱]. فانظرْ كيف شهد اللّٰه علی وفاته فی كتابه المبين! ومعلوم أن الرفع وتطهير ذيل المسيح منؔ إلزامات ﴿۱۶﴾

بقية الحاشية

اتّباعًا حقيقيا، والنصاری اتبعوه اتّباعًا ادّعائيا. وقد وقع فی الخارج كما قال اللّٰه تعالی، وكانت الكرّة الأولی للمسلمين فی غلبتهم علی الأرض، ثم فی زماننا هذا غلبت النصاؔری ﴿۱۶﴾ ونسلوا من كل حدب. فوقع كما أُخبر عنه فی الآية الكريمة، فالآية تحكم أن التملّك والغلبة محدود فی المسلمين والنصاری إلی يوم القيامة، والدجّال المعهود المتصوَّر فی أذهان المسلمين لا يكون علی عقيدة النصاری ولا علی عقيدة أهل الإسلام، بل هو بزعمهم يخرج بادّعاء الألوهية ويقول إنی إله من دون اللّٰه، ويغلب أمره علی الأرض كلها غير مكة وطيبة، فهذا يُخالف نص القرآن الكريم لأن القرآن، كما ذكرت آنفا، قد وعد لمتّبعی عيسی ابن مريم وعدًا مؤكّدًا بالدوام وقال وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[۲]. ومعلوم أن الدجّال الذی ينتظره قومُنا هو بزعمهم ليس مِن متّبعی عيسی عليه السلام ولا يؤمن بالمسيح ولا بإنجيله، وما ذهب أحد من علماء المسلمين إلی أنه يؤمن بعيسی ابن مريم، بل يقولون إنه يقول إنی أنا اللّٰه، ولا يؤمن باللّٰه ولا بأحد من الأنبياء ، فالقرآن لا يجوِّز له موضعَ

۱، ۲ آل عمران: ۵۶

اليهود وبهتاناتهم، وغلبةَ أهل الحق وضربِ الذلة على اليهود، وجعلهم مغلوبين مقهورين تحت النصارى والمسلمين. لقد وقعتْ هذه الأنباء والمواعيد كلها وتمت وظهرت، وما وقعت إلا على صورتها وترتيبها، وقد انقضت مدة طويلة على ظهورها ووقوعها، فكيف يعتقد عاقل بالغ ذو عقل سليم وفهم مستقيم بأن خبر التوفِّى الذى قُدِّمَ على هذه الأخبار فى ترتيب الآية الموصوفة هو غير واقع إلى وقتنا هذا، وما مات عيسى بن مريم إلى هذا الزمان الذى فسد بضلالات أُمّته، بل يموت بعد نزوله فى وقت غير معلوم ولا يخفى سخافة هذا الرأى على المتفكرين.

والقائلون بحياة المسيح لما رأوا أن الآية الموصوفة تُبيّن وفاته بتصريح لا يُمكن إخفاءه، جعلوا يؤوّلونها بتأويلات ركيكة واهية، وقالوا إن لفظ التوفّى فى آية يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ... كان مؤخَّرا فى الحقيقة

بقیۃ الحاشیۃ

قدم فى زمان من الأزمنة، بل يخبر عن غلبة المسلمين أو غلبة النصارى إلى يوم القيامة. فأىُّ دليل يكون أوضح من هذا على إبطال وجود الدجّال المفروض، وعلى ثبوت كذب قول القائلين؟ وأنت تعلم أن القرآن يقينى قطعى وليس كمثله حديث فى التواتر وحفظِ الحق وعصمتِه، فافهَمْ إن كنت من الطالبين.

وأما **قول** بعض العلماء أن الدجّال يكون من قوم اليهود.. فهذا القول أعجب من القول الأوّل، لا يقرأون فى القرآن آيةوَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ[۱] فالذين ضرب اللّٰه عليهم إلى يوم القيامة كل ذلة، وأخبر فى كتابه الكامل المحكم أن اليهود يعيشون دائما تحت ملِكٍ من الملوك صاغرين مقهورين ولا يكون لهم مُلك إلى الأبد، كيف يخرج منهم الدجّال ويملك الأرض كلها؟ ألا إن كلمات اللّٰه صادقة لا تبديل لها، ولكن القوم ما علموا معانى الأحاديث وما فهموها حق فهمها، واللّٰه يمنّ على من يشاء من عباده فيُفهّمه ما لم يُفهِّم أحدًا من العالمين. ﴿۱۷﴾

[۱] البقرة:۶۲

من كل هذه الواقعات، يعنى مِن رفع عيسٰى وتطهيره من البهتانات ببعث النبى المصدِّق وغلبةِ المسلمين على اليهود وجعلِ اليهود من السافلين، ولكن اللّٰه قدَّم لفظَ "المتوفى "على لفظ "رافعك "وعلى لفظ "مطهّرك "وغيرها مع حذف ﴿۱۷﴾
بعض الفقرات الضرورية رعايةً لصفاء نظم الكلام كالمضطرين. وكان اللفظ المذكور.. يعنى ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ فى آخر ألفاظ الآية، فوضَعه اللّٰه فى أوّلها اضطرارًا لرعاية النظم المحكم، وكان اللّٰه فى هذا التأخير والتقديم من المعذورين، فلأجل هذا الاضطرار وضَع الألفاظ فى غير مواضعها وجعَل القرآن عضين. والآية بزعمهم كانت فى الأصل على هذه الصورة :يا عيسٰى إنى رافعك إلىَّ، ومطهّرك من الذين كفروا، وجاعلُ الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة ، ثم مُنزلك من السماء ثم متوفّيك. فانظرْ كيف يبدّلون كلام اللّٰه

بقیۃ الحاشیۃ

وسمعتُ أن بعضهم ينظرون لفظ النزول فى قصة نزول المسيح، ويعجز عن درك هذه النكتة فَهُمُهم، وتضمحلّ طبائعهم وتلغب أفكارهم، فيحسبون بآرائهم السطحية أن عيسى ابن مريم ينزل من السماء ، ولا يرون أن القرآن قد اختار لفظ النزول فى مقامات شتى وقال وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ[1] وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ[2] قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا[3].ومعلوم أن الحديد لا ينزل من السماء بل يتكوّن فى المعادن، وكذلك يتولد الحمير من الحمير والخيل من الخيل، وما رأى أحد من الناس أن هذه الحيوانات تنزل من السماء ، وكذلك الألبسة تُتّخذ من القطن والصوف والجلود والحرير، وهذه الأشياء كلها تكون فى الأرض ولكن بحكم ربّ السماوات، ولو اجتمع أهل الأرض جميعا على أن يخلقوا هذه الأشياء بقوتهم وتدبيرهم لم يستطيعوا أبدًا، فكأنها نزلت من السماء.وقد قال اللّٰه تعالىٰ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ﴿۱۸﴾
وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ[4]. فكل شىء منزَّل من السماء بقدر معلوم بتوسُّط علل وأسباب أرضية وسماوية اقتضتها حكمة اللّٰه تعالى، فتبارك اللّٰه أحسن الخالقين.

وللنزول معنى آخر وهو الارتحال من مكان والنزول فى مكان آخر كما جاء

[1] الحديد:۲۶ [2] الزمر:۷ [3] الاعراف:۲۷ [4] الحجر : ۲۲

ويحرّفون الكلم عن مواضعها، وليس عندهم من برهانٍ علٰى هٰذا.. إن يتّبعون إلا أهواء هم، وما كان لهم أن يتكلموا فى القرآن إلا خائفين. وأنت تعلم أن اللّٰه مُنزَّه عن هذه الاضطرارات، وكلامه كله مُرتَّب كالجواهرات، والتكلُّم فى شأنه بمثل ذلك جهالةٌ عظيمة، وسفاهة شنيعة، وما يقع فى هذه الوساوس إلا الذى نسى قدرة اللّٰه تعالى وقُوّته وحوله، واحتقره وما قدَره حقّ قدره، وما عرَف شأن كلامه، بل اجترأ وألحقَ كلام اللّٰه بكلام الشاعرين.

وكيف يجوز لأحدٍ من المسلمين أن يتكلم بمثل هذا، ويبدّل كلام اللّٰه مِن تلقاء نفسه، ويُحرّفه عن موضعه من غير سند من اللّٰه ورسوله؟ أليست لعنة اللّٰه على المحرِّفين؟ ولو كانوا على الحق فلِم لا يأتون ببرهان على هذا التحريف من آية أو حديث أو قول صحابى أو رأى إمام مجتهد إن كانوا من الصادقين ﴿۱۸﴾

بقیۃ الحاشیۃ

فى حديث مسلم أن المسيح الدجال ينزل دُبُرَ أُحد، وعيسٰى ينزل عند المنارة البيضاء شرقى دمشق. والعجب من القوم أنهم يفهمون من نزول عيسٰى نزوله من السماء ويزيدون لفظ "السماء" من عندهم، ولا تجد أثرا منه فى حديث. وأما ما ذُكر فى قصة نزول عيسٰى أنه ينزل واضعًا كَفَّيْه على جناحى الملائكة، فليس هذا اللفظ دليلا على نزوله من السماء، وقد جاء مثل هذا اللفظ فى فضائل الذى يخرج مِن بيته لطلبِ علم الدين، وكذلك نظائره كثيرة فى الأحاديث، ولو لم يكن خوفُ طول المكتوب لذكرتُ كلها. بل الحق الذى كشف اللّٰه علىّ أمرٌ يقبَله كل مؤمن طالب الحق، ولا يأبٰى إلا الذى لا يتخذ سبيل المهتدين، وهو أن نزول المسيح عند المنارة البيضاء شرقىَّ دمشق واضعًا كَفَّيْه على أجنحة ملَكينِ إشارةٌ إلى شيوع أمره فى بلاد الشام خالصًا من العلل السماوية، منزّهًا عن دخل الأسباب الأرضية، وعن دخل سلطانها ودولتها وعساكرها وأفواجها ومسّ تدابيرها، بل يعلو أمره بحماية اللّٰه وجنده السماوية، كأنه نزل على أجنحة الملائكة وأمّا الدجّال فيخرج بالحِيَل الأرضية

وكيف نقبل تحريفاتهم التى لا دليل عليها من الكتاب والسُّنّة ولا نجدها إلا كتحريف اليهود من تلبيس الشياطين. وأما السلف الصالح فما تكلموا فى هذه المسألة تفصيلا، بل آمنوا مجملا بأن المسيح عيسى بن مريم قد تُوُفّى كما ورد فى القرآن، وآمنوا بمجدّد يأتى من هذه الأمة فى آخر الزمان عند غلبة النصارى على وجه الأرض اسمه عيسى بن مريم، وفوَّضوا تفصيل هذه الحقيقة إلى اللّٰه تعالى، وما دخلوا فى تفاصيله قبل الوقوع، وكذلك كانت سيرتهم فى الأنباء المستقبلة كما هى سُنّة الصالحين. فخلَف مِن بعدهم خَلْفٌ أضاعوا سُنّتهم وتركوا سيرتهم، وأوَّلوا قول اللّٰه ورسوله إلى ما اشتهت أنفسهم، ثم أصرّوا عليه كأنهم عرفوا أسرار اللّٰه يقينا وكأنهم كانوا من المستيقنين. ألم يعلموا أن اللّٰه صرّح فى القرآن العظيم بأن المتنصرين ما أشركوا وما ضلّوا إلا بعد وفاة المسيح كما يُفهَم من آية ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنْتَ

بقیۃ الحاشیۃ

والتدابير المنحوتة من عند نفسه، والتلبيسات التى تجدد فى كل حين.

وإنّى سمعت أن بعض علماء هذه الديار يقولون إن جملة: يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ مؤخَّرة من جملة وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ومقدَّمة من جملة ﴿ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ ومن جملة ﴿وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ولكن أنت تعلم يا أخى أن هذا التأويل باطل بالبداهة ومستنكر جدًّا، لأن الأمر لو كان كذلك لوجب أن يموت المسيح بعد الرفع وقبل هذه الواقعات التى ذكرها القرآن بعد ذكر الرفع.. يعنى قبل تطهير ذيله من بهتانات اليهود وقبل جعلِ متّبعيه الغالبين على الذين كفروا، وهم يعتقدون بأن المسيح ما مات إلى هذا الزمان، وقد تمت هذه المواعيد كلها ووقعت بأسرها. فالعجب من عقلهم لِمَ يقولون على خلاف ما يعتقدون، وقد اتفقوا على أن المسيح لا يموت بعد الرفع فقط بل بعد الرفع وبعد تطهير ذيله من بهتانات اليهود ببعث خاتم النبيين وبعد غلبة متّبعيه على الذين كفروا، فعلى هذا يلزمهم أن يعتقدوا بأن جملة يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ مؤخرة من جملة وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ ﴿۱۹﴾

﴿۱۹﴾ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾[1]؟ فلو لم يُتَوَفَّ المسيحُ إلى هذا الزمان للزم من هذا أن يكون المتنصرون على الحق إلى هذا الوقت ويكونوا مؤمنين موحِّدين.

يا حسرة عليهم! لِم لا يتفكرون فی هذه الآيات؟ أليس فيهم رجل رشيد وفهيم وأمين؟ وأنت تعلم أن آية ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى﴾ قد دلّت بدلالة صريحة واضحة بيّنة على أن ضلالة النصارىٰ واتخاذهم العبد إلٰهًا مشروطةٌ بوفاة عيسٰى عليه السلام، ولا يُنكره إلا من عانَدَ الحق بسوء تميُّزه واستعمل المكابرةَ والتحكم بجهله وحُمقه، وأبى متعمدا مِن أن يكون من المهتدين. وإذا قيل لهم آمِنوا بما صرّح اللّٰه فی كتابه من وفاة المسيح وضلالة النصارى بعد وفاته لا فی زمن حياته، قالوا أنؤمن بمعانی تخالف الأحاديث؟ وقد كانوا يعلّمون الناسَ أن الخبر الواحد يُرَدُّ بمعارضة كتاب اللّٰه، فنسوا ما ذكّروا الناسَ وانقلبوا إلى الجهل بعدما كانوا عالمين. وما نجد

بقية الحاشية

فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيامَةِ فلزمهم أن يقولوا إن ترتيب الآيات كان فی الأصل هكذا.. أعنی يا عيسٰى إنی رافعک إلیّ ومطهرک من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوک فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، ثم بعد القيامة منزلک من السماء ثم متوفيک. فلا سبيل لهم إلى تحريف هذه الآيات وتقديمها وتأخيرها من عند أنفسهم إلا أن يقولوا إن المسيح لا ينزل ولا يموت إلا بعد يوم القيامة وهذا خُلْف. فيا حسرة عليهم! لِم يحرّفون كلم اللّٰه عن مواضعها مع عجزهم عن وضعها فی موضع آخر؟ وذلک من إعجازات القرآن أن مُحرِّف آياته لا يستطيع ﴿۲۰﴾ أن يُحرّف ويُبدّل ترتيبَه المحكم المرصّع الأبلغ، فينكشف كذبُه على النساء والصبيان فضلًا عن العلماء الراسخين، فسبحان من أنزل القرآن بإعجاز مبين. والعجب من قومنا أنهم كانوا يقرأون فی البخاری وغيره من الصحاح أن المسيح الموعود من هذه الأمة وإمامهم منهم، ولا يجیء نبی بعد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو خاتم النبيين، وما كان لأحد أن ينسخ القرآن بعد تكميله، ثم نسوا كل ما علموا وعرفوا واعتقدوا وضلّوا وأضلّوا

[1] المائدة:۱۱۸

فی حدیثٍ ذِکْرَ رفع المسیح حیًّا بجسمه العنصری، بل نجد ذکر وفاة المسیح فی **البخاری** والطبرانی وغیرهما من کتب الحدیث، فلیرجع إلی تلک الکتب من کان من المرتابین.

وأما ذکرُ نزول عیسٰی ابن مریم فما کان لمؤمن أن یحمل هذا الاسم المذکور فی الأحادیث علٰی ظاهر معناه، لأنه یخالف قول اللّٰه عزوجل ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[1] ألا تعلم أن الربّ الرحیم المتفضّل سمّی نبیَّنا صلی الله علیه وسلم خاتَمَ الأنبیاء بغیر استثناء، وفسّره نبیُّنا فی قوله **لَا نَبِیَّ بَعْدِی** ببیان واضح للطالبین؟ ولو جوّزْنا ظهورَ نبی بعد نبیّنا لجوّزْنا انفتاح باب وحی النبوة بعد تغلیقها، وهذا خُلْفٌ کما لا یخفی علی المسلمین. وکیف یجیء نبی بعد رسولنا صلعم وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم اللّٰه به النبیّین ۔ أنعتقد ﴿۲۰﴾

بقیۃ الحاشیۃ

کثیرًا من الجاهلین.

وأما الاختلافات التی توجد فی هذه الأحادیث فلا یخفی علی مهرة الفن تفصیلها، وقد ذکرنا شطرًا منها فی رسالتنا "الإزالة"، فلیرجع الطالب إلیها. وقد جاء فی حدیث أن المسیح والمهدی یجیئان فی زمن واحد، وجاء فی حدیث آخر أنه لا مهدی إلا عیسٰی، وجاء فی حدیث أن المسیح والمهدی یتلاقیان ویُشاور المهدی المسیح فی مهمات الخلافة، ویکون زمانهما زمانًا واحدًا. وفی حدیث آخر أن المهدی یُبعث فی وسط قرون هذه الأمة والمسیح ینزل فی آخرها، وفی حدیث من البخاری أن المسیح یجیء حکمًا عدلًا فیکسر الصلیب.. یعنی یجیء فی وقت غلبة عبدة الصلیب فیکسر شوکة الصلیب ویقتل خنازیر النصاری. وفی حدیث آخر أنه یجیء فی وقت غلبة الدجّال علی وجه الأرض فیقتله بحربته. فاعلم أن هذا المقام مقام حیرة وتعجُّب للناظرین. وتفصیله أن مجیء المسیح لکسر صلیب النصاری وقتل خنازیرهم یشهد بصوت عال علی أن المسیح الموعود لا یجیء إلا فی وقت غلبة النصاری ﴿۲۱﴾

[1] الاحزاب: ۴۱

بـأن عيسى الذى أُنزِلَ عليه الإنجيل هو خاتم الأنبياء ، لا رسولُناصلى اللّٰه عليه وسـلّم أنعتقد أن ابن مريم يأتى وينسخ بعض أحكام القرآن ويزيد بعضا، فلا يقبَل الـجـزية ولا يـضـع الـحـرب، وقـد أمَر اللّٰه بأخذها وأمَر بوضع الحرب بعد أخذ الجزية؟ ألا تقرأ آية يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ[1] فكيف ينسخ المسيح مـحـكـمـاتِ الـفرقان؟ وكيف يتصرّف فى الكتاب العزيز ويطمِس بعض أحكامه بـعـد تـكـمـيـلـهـا؟ فأعجبنى أنهم يجعلون المسيح ناسخَ بعضِ أحكام الفرقان ولا يـنظرون إلى آية اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[2] ولا يتـفـكـرون أنـه لـو كانت لتكميل دين الإسلام حالةٌ منتظَرة يُرجىٰ ظهورها بعد انقضاء ألوف من السنوات، لفسد معنى إكمال ﴿۲۱﴾ الـديـن والـفـراغ من كماله بإنزال القرآن، ولكان قول اللّٰه عزّوجل اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ مِـن نـوع الـكـذب وخـلاف الـواقـعة، بـل كان الواجب فى هذه الصورة

بقیۃ الحاشیۃ

على وجه الأرض وتسلُّطهم عليها وشيوع المذهب الصليبى فى جميع أقطار العالم بـالشوكة التامة والقوة الكاملة وحماية السلطنة والدولة. ثم إذا نظرنا إلى أحاديث خروج الدجّال فنجد فيها كأن المسيح لا ينـزل إلا فى وقت غلبة الدجّال على وجه الأرض، وإنّـا إذا صـدّقـنـا حـديـث مـجـىء المسيح عند تسلُّط النصارىٰ على وجه الأرض واعتـقـدنـا بـأنـه يـجـىء لكسر صليب النصارىٰ واستيصال شوكة مذهبهم، فيلزم من ذلک أن نكذّب حديثًا آخر الذى يدلّ على أن المسيح يأتى لقتل الدجّال عـنـد غـلبتـه عـلـى وجه الأرض كلها غير مكة وطيبة، فإن تسلُّط الدجّال على وجه الأرض كـلهـا وتسـلُّـط الـنـصـارى عـلى وجه الأرض كلها فى زمان واحد نقيضانِ متـخـالـفـان، ومـعـلـوم أن الـنقيضين لا يجتمعان فى وقت واحد ولا يرتفعان، فثبت بـالـضرورة أن من هذين الخبرين خبر حق وخبر باطل ثـم إذا نظرنا إلى الواقعات الموجودة فوجدنا حكومة النصارى قد أحاطت كالدائرة على أهل الأرضين، ونرى أن السلاطين كلهم يـرتـعـدون مـن هـولهم، وقد ظهرت على قلوبهم خوف وانحجام واعتـقـدوا بأنهم عليهم

[1] التوبة:۲۹ [2] المائدة:۴

أن يقول الرب تبارك وتعالى إنى ما أنزلتُ هذا القرآن كاملًا على **محمّد** صلى الله عليه و سلم بل سأُنزِلُ بعضَ آياته على عيسى بن مريم فى آخر الزمان، فيومئذ يكمل القرآن وما كمل إلى هذا الحين.

وأنت تعلم أن هذا القول فاسد بالبداهة، ولا يظن كمثل هذا إلا الذى هو من أكابر المعتدين. نعمْ، يوجد فى بعض الأحاديث لفظ نزول عيسَى بن مريم، ولكن لن تجد فى حديثٍ ذِكر نزوله من السماء ، بل ذِكر وفاته موجود فى القرآن، وما جاز أن يكون هذا التوفّى بعد النزول، لأن الفتن التى أشير إليها فى آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنى إنما هاجت وظهرت على وجه الأرض من مدة طويلة، وتمتْ كلمة ربك كما قال، وترى النصارى ينحتون لهم إلٰها وابن إله، وكذلك تدل آية يَا عِيسٰى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ على أن عيسٰى قد تُوُفِّى وكان اللّٰه خليفة له إلى يوم القيامة، فكيف يمكن نزوله بعد الموت وقد قال اللّٰه تعالى:

بقیۃ الحاشیۃ

غالبون. ولكنا لا نرى من الدجّال الموهوم المتصوَّر فى خيالات القوم أثرا ولا علامة، ونرٰى أن فتن النصارٰى قد تكاثرت وامتلأت الأرض من مكائدهم، فهذا دليل واضح علٰى أنّ المعنى الصحيح نزول المسيح عند غلبة النصارٰى على أهل الأرض، ولا سبيل إلى تطبيق هذه الأحاديث المتعارضة إلا أن نقول أن قسّيسى النصارى هم الدجّال المعهود، ووجب علينا أن نفسر الأحاديث بنحوٍ ظهرت معانيها فى الخارج، فإن الأحاديث التى ذكرناها آنفًا كان بعضها قائدًا إلى أن المسيح ينزل عند شوكة النصارٰى وشوكة صليبهم وتسلُّطهم فى الأرض، وكان بعضها قائدًا إلى أنه لا ينزل إلا فى وقت خروج الدجّال وتسلُّطه على وجه الأرض كلها، فرأينا آثار القائد الأول ووجدناها واقعة فى زماننا، ونرٰى أن أخبار شوكة الصليب قد تمت ووقعت كلها كما أخبر عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حتى رأيناها بأعيننا، وأما القائد الذى كان مخالفًا لها ومعارضًا لمعانيها، أعنى حديث خروج الدجّال فما ظهر أثر منه، فالذى ظهر من المعنيين هو الحق، والذى ما ظهر من المعنيين هو الباطل الذى أخطأ فيه نظر المتفكرين. ﴿۲۲﴾

فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ[۱] وقال: وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَاۤ اَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ[۲]. ولا يوجد فى حديثٍ أن عيسٰى يجىء بعد وفاته ويخرُج جسمه من القبر. والجسم الذى دُفن فى القبر كيف ينزل من السماء ؟ فهذه القرائن دالة على أن للنزول معنى آخر، وإلا فكيف يمكن أن يُخبر اللّٰه أوّلًا بوفاة المسيح ويخبر بأنه خليفته بعد وفاته، وبأنه متمِّمُ أغراضه بعده وجاعلُ أتباعه فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة بإرسال رسوله الكريم وبإرسال عباد مُحدَّثين مُلهَمين الذين يُصدّقون المسيح، ثم يرجع فيناقض قولَه الأول ويقول إنه لم يمتْ بل هو نازل من السماء ؟ فكأنه نسِى قوله السابق ونسى آياته. ولٰكنّك لن تجد اختلافًا فى كلامه، فلا تنسب إليه أقوالا قد وقعت فى غاية الضدّ والتناقض، ووجب علينا أن نصرف مثل هذه الكلمات عن الظاهر، ولو كانت موجودة فى ﴿۲۲﴾

بقیۃ الحاشیۃ

ومن الاختلافات العظيمة فى أحاديث هذا الباب أن بعض الأحاديث يدل على أن المسيح لا يأتى إلا تابعا ومطيعا للمهدى، فإن الأئمة من قريش والمسيح ليس من قريش، فلا يجوز أن يستخلفه اللّٰه لهذه الأمة، وبعضها يدل على أن المسيح يأتى حَكَمًا عَدْلًا وإمامًا وخليفةً من اللّٰه تعالى، وكل الأمر يكون فى يديه، ولا يتبع أحدا إلا وحىَ اللّٰه الذى ينزل عليه إلى أربعين سنة، فينسِخ بوحيه بعضَ أحكام الفرقان ويزيدُ بعضًا ويختم اللّٰه به النبوة والوحى ويجعله خاتم النبيين. ومع هذا يقولون إن وحيه لا يُعارِض وحىَ القرآن، ويصلّى المسيحُ كما يصلّى المسلمون، ويصوم كما يصومون، ولكنهم عند هذا القول ينسون قولهم الأول الذى قد صُرِّحَ فيه أن المسيح ينسخ بعض أحكام الفرقان، فيضع الجزيةَ، وما وضَع القرآن الجزية قط حتى تم وكمل ونزل آية اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ[۳] ﴿۲۳﴾ وكذلك قالوا إن المسيح يقتل الخنزير، وما نرى فى القرآن حُكمًا لقتل خنازيرِ أهل الأرض، بل منَع من تضييع أموال الذِّمّيين ونهبِ أملاكهم بعد أن أعطوا الجزية صاغرين.

والعجب أن هذه العلماء آمنوا بأن اللّٰه تعالى يُوحى إلى المسيح إلى

[۱] الزمر:۴۳ [۲] الانبياء:۹۵ [۳] المائدة :۴

حديث بالفرض والتقدير، ونرجع إلى تأويل يوافق القرآن.فانظرْ كيف بيَّن اللّٰه تعالىٰ وفاة المسيح فى كتابه، ثم انظرْ هل يكون من البيان والشرح والإيضاح والتصريح أكثر من هذا؟ ثم انظر أنه عزّ اسمه ما قال رافعك إلى السماء، بل قال ”رَافِعُكَ إِلَىَّ“ وقوله ”رَافِعُكَ إِلَىَّ“ يُشابه قوله اِرْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً[1] وما معنى هذا إلا الوفاة، فاستيقظْ وكن من المتدبرين. ﴿۲۳﴾

أيها العزيز! كيف نقبل عقيدة يخالف نصوص القرآن ويعارض بيانه، ولا دليل معه ولا سبيل إليه، ولا يأتون بحجة عليه ولا برهان ساطع، وأظن أنك تفهم إذا أنصفتَ وفكّرت، وقد كتبتُ كل ذلك فى كتبى مع الدلائل، وأكره التطويل فى مكتوبى هذا فإنه يوجب الملال، فاقتصرتُ على ما كتبت. ومن يدرس كتاب اللّٰه حق دراسته فأتيقن أن يصل إلى أعلى مراتب اليقين

بقیۃ الحاشیہ

أربعين سنة، وكانوا يعتقدون من قبل بأن وحى النبوة قد انقطع. فيا حسرة عليهم! إنهم يعلمون مَضارَّ عقائد هم ثم لا يتركونها وأراهم كالنائمين. وأعجبنى أنهم يجمعون فى عقائدهم اختلافات عجيبة ولا ينظر أحد منهم إلى هذه التناقضات. يؤمنون بعقيدة.. ثم يرجعون ويؤمنون بعقيدة أخرىٰ تخالف الأولىٰ وتعارِضها، مثلاً.. إنهم يؤمنون باليقين التام أن المسيح يأتى حَكَمًا عَدْلا، والناسُ يحكّمونه ويرفَعون إليه مشاجرا تهم، ويجعله اللّٰه خليفة فى الأرض، ثم يقولون إن عيسى ينزل تابعا للمهدى، والحَكَمُ العَدْلُ هو المهدى لا عيسَى الذى ليس من قريشٍ. ويقولون إن هذا الأمر من الواقعات الحقّة.. أن عيسٰى ينزل عند غلبة النصارى واستيلا ئهم على وجه الأرض، ونسلهم من كلّ حدب، فيكسر صليبهم ويقتل خنازيرهم، ثم يرجعون ويقولون إن المسيح لا ينزل إلا عند خروج الدجّال، ويقولون إن الدجّال ليس من الذين اتبعوا أناجيل النصارى وآمنوا بأنبيائهم وكتبهم وديانتهم، بل هو رجل لا يتبع عيسٰى ولا يؤمن بنبى من الأنبياء، بل يخرج بادّعاء الألوهية، ويملك الأرض كلها غير مكة وطيبة، ويقول إنى أنا اللّٰه رب العالمين. **فانظرْ** كيف يسلكون ﴿۲۴﴾

[1] الفجر:۲۹

فـی هـذه الأمـر، ويتـفـق رأيـه برأيي ويُكشَف بين يديه كلُّ ما قلتُه. فتـدبَّـرْ، أنار اللّٰه عـقـلـک وجـعلک من المستيقنين. ويـنبغی لک رحـمـک الـلّٰه .أن تُقدّم القرآن وتـعظّم آياته، فإنه يقينی، وكل آية قطعية متواترة، وما مسّتُه أيدی الناس، وما اختلطَ بـه شـيء مـن أقـوال بـنـی آدم، وإنه كلام ربانی لا شک فيه، وإنه آيات إلهية لا ريب فيها. وأمـا الأحـاديـث فـأنـت تعلم أن كلها احاد إلا القدر القليل الذی هو كالنادر، فتـفـكَّـرْ فـی هـذا بطهارة النفس وصحة النية وسلامة القلب، وأدعو أن يؤيّدک اللّٰه بإلهامه، ويهَب لک لُطفَ النظر ودقّة الفكر، ويكون معک ويجعلک من العارفين.

وأمّا إيـمان قومنا وعلمائنا بالملائكة وغيـرها من العقائد فلسنا نجادلهم فيه ﴿۲۴﴾
ولا نـخـطّـئهـم فـی ذلک، وليـس فـی هـذه الـعـقـائد عندنـا إلا التسليم، وإنمـا

بقية الحاشية

مسلک السكارٰی، ولا يثبتـون عـلـى قـول، وما لهم على عقيدة من قرار، ولا يتدبّرون كـالـعـاقـلـيـن.وإنـی أرٰی أن الـلّٰــه سـلَـب عـنهـم قوة الفيصلة، ونزَع منهم طاقة الآراء الـصـحيـحة، وتـرَكهـم فی ظلمات الغيّ هائمين. والسـر فـی ذلک أنـه ما رآهم حرِيًّا بـالأسـرار الإلهية، ورأى رؤوسهـم خالية من القوى المدرِكة الفاطنة، فنـزَع منهم حُلل الإنسانية، وردَّهم إلى صور البهائم والسباع والأفاعی، وألحقَهم بالسافلين.

والذين أُوتوا أُكُلَ المعارف غضًّا طرِيًّا، ورُزقوا من العلوم الصادقة حظًّا وافرًا، فما جهـلـوا الـطـريق، وما نسوا المشرب، وأصابوا فی فهم آيات اللّٰه، وما ضاع من أيديهم علم الروحانيين. وذلک فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء، يضل من يشاء ويهدی من يشاء إلى بـحـر لا سـاحل له، واللّٰهُ يعلم حيث يجعل فضله، ولا يخفى عليه قلبٌ ولا شاكلة، وقد خلَق الناس وهو يعلم حقيقة العالمين.

ولنرجِعْ إلى ذكـرّ الأحـاديـث فـنـقول إنّ الذين حملوا أنباءها المستقبلة على ﴿۲۵﴾
معانيها الظاهرة مع تعارُضها بالقرآن، فقد أخطأوا خطأً كبيرًا، وكان سببُه استغراقَهم فی الآثـار والـذهـولَ عن كلام اللّٰه تعالى، فصارت أنظارهم مغمورة فی الأخبار، وأفكارهم

نحن مناظرون فی أمر نزول المسيح من السماء ، ولا نُسلّم أنه ثابت من الكتاب والسُنّة، وإن كان ثابتا فلا ينبغی لنا ولا لأحد أن يأبى ويمتعض من قبوله، فإنه لا يفر من قبول الحق إلا ظالم مُعتد لا يُحب الصداقة، أو ضال جاهل لا يعرف قدرها. وأما إن كان غير ثابت فلا ينبغی لصالح أن يختاره لنفسه، فكيف يدعو إليه رجلا يمشی على صراط مستقيم، وكيف يحسبه من الكافرين وإن أمر الدّين أمرٌ جليل الخطب عظيم القدر، لا ينبغی لأحد أن يستعجل فيه، بل اللازم الواجب على كل مسلم مؤمن أن يطرح من بينه البخلَ والشحناء ، ويدعو اللّٰه ويسأله بالتضرعات والابتهالات هدايتَه من لدنه، ومن يهدی إلا اللّٰه وهو أحسن الهادين؟ ومن نظَر فی القرآن، وفكّر فی الفرقان بالتدبر والإمعان، فيظهر عليه كل ما سَوّلتْ للعلماء أنفسهم وقد عتوا عُتُوّا كبيرا، وعاندوا الحق وأشاعوا كذبًا وزورًا، وإن الحق

بقیۃ الحاشیۃ

مبذولة فی تنقيدها وتمييزها، وأنفدوا أعمارهم فيها، وأضلّوا أنفسهم فی سككها، وما التفتوا إلى صحف اللّٰه واستنباط مسائلها فبقِی الفرقانُ كالمستتر من أعينهم، وبقيتْ أسراره كالدُّرر المكنونة أو الخزائن المدفونة، ما عرفوها وما رعوها حق رعايتها، وأكبّوا على كتب أخرى كالمعرضين. ولو أنهم تَوجّهوا إلى القرآن لكشَف اللّٰه عليهم سِرَّ كل حقيقة ونجّاهم من برارى الشبهات، ولكنهم ما شاؤوا أن يُنوَّروا واختاروا العَمٰى وعادَوا قومًا مُنوَّرين. **فمِن أعظم** خطيّاتهم أنهم لم يفهموا حقيقة المسيح الموعود الذی أُخبِروا عنه، وقالوا إن عيسى بن مريم عليه السلام ينزل من السماء ، وقد كانوا يقرأون فی القرآن **أنه تُوُفّیَ ولحِق بإخوانه** الذين خلوا من قبله، فنسوا ما كانوا يعلمون واتبعوا ما قيل بعد المِئتين، ونبذوا آياتِ اللّٰه وراء ظهورهم كأنهم ما وجدوا فی القرآن أثرا من أخبار وفاة المسيح وكأنهم كانوا من الغافلين. وإذا قيل لهم أن اللّٰه قد أخبر عن وفاة المسيح فی آياته المحكمات وقال:

يعلو ولو دفنوه تحت الأرضين.

ولْنَدَعِ الآن ذِكر هؤلاء ونأخذ فى ذكر ادعائنا مكررا لينظر المنصفون هل ﴿۲۵﴾
يجب عليهم قبولُ ذلك أو ردُّه، فنقول إن ديننا هذا الذى اسمه الإسلام.. ما أراد اللّٰه أن يتركه سُدیٰ، وما أراد أن يُبطله ويخرّبه من أيدى الأعداء ، بل قال وهو أصدق الصادقين: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[۱] وقال: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[۲] وقال: وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ[۳] وقال: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ[۴] فهذه كلها مواعيد صادقة لتأييد الإسلام عند ظهور الفتن وغلبة المعاصى والآثام، وأىّ فتن أكبر من هذه الفتن التى ظهرت على وجه الأرض؟ وإن النصارى قد دخلوا على الناس من باب لطيف، وسحروا أعين الناس

بقية الحاشية

يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ[۵] وقال حكاية عنه؛ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[۶]
وقال وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[۷] قالوا نؤمن بقصص القرآن ﴿۲۶﴾
والأحاديثُ قاضيةٌ عليه وعلى قصصه. فانظرْ كيف يتركون القرآن مع كونهم من المسلمين.

والعجب منهم أنهم يظنون أن الأحاديث تشهد على نزول المسيح من السماء مع أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخبر غير مرة عن وفاة المسيح، فقال فى حديث كما جاء فى الطبرانى والمستدرك عن عائشة قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى مرضه الذى تُوُفّىَ فيه لفاطمة إن جبريل كان يُعارضنى القرآن كل عام مرة، وإنه عارَضنى بالقرآن العامَ مرتين، وأخبرَنى أنه لم يكن نبى إلّا عاش نصفَ الذى قبله، وأخبرنى أن عيسى ابن مريم عاش عشرين ومئة سنة، فلا أرانى إلّا ذاهبا على رأس الستين. واعلموا أيها الإخوان أن هذا الحديث صحيح ورجاله ثقات وله طرق، وهو يدل بدلالة صريحة على

[۱] النور:۵۶ [۲] الحجر:۱۰ [۳] الجمعة:۴ [۴] الواقعة:۴۰، ۴۱ [۵] ال عمران:۵۶ [۶] المائدة:۱۱۸
[۷] ال عمران:۱۴۵

وقلوبهم وآذانهم بالمكائد التى هى دقيقة المآخذ، وأضلّوا خلقًا كثيرًا وجاء وا بسحر مبين. ثم اعلم أن للمسيح الموعود كما جاء فى الأحاديث ثلاث علامات:

الأوّل :أنه يجيء عند غلبة النصارى وعند غلبة مكائدهم وشدة جهدهم لإشاعة
مذهب التنصّر ، فيأتى وينزل فيهم ويكسر صليبهم ويقتل خنازيرهم، ولا يغزو ولا ﴿۲۶﴾
يحارب، بل كل ذلك يفعل بالقوة السماوية، والطاقة الروحانية، والأسلحة الفلكية، ويضع الحرب ويظهر كالمساكين.

والثانى :أنه يتزوج، وذلك إيماء إلى آية يظهرعند تزوُّجه من يد القدرة وإرادة حضرة الوتر، وقد ذكرناها مفصلا فى كتابنا **التبليغ** والتُّحفة، وأثبتْنا فيهما أن هذه الآية سيظهر على يدى، ولولا هذه الآية لما كان سبب معقول لذِكر هذه العلامة، فإن التزوج ليس من أمور نادرة متعسرة، لكى يُقال إنه

بقیۃ الحاشیۃ

موت المسيح. ولا يُقال إن الرفع هو الموت، فإن الموت عبارة عن خروج الروح عن الجسم العنصرى، فإن كان المسيح رُفع بجسمه العنصرى فهو حىٌّ إلى الآن، فلو فُرض حياة المسيح إلى هذه الأيام للزم أن يكون نبيّنا حيًّا إلى نصف هذه المدة، وهذا باطل فاسألِ العادّين. وكذلك أخبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن موت عيسى فى حديث آخر وقال إذا سألنى ربى عن فساد أُمّتى فأقول فى جوابه فلما
تَوَفّيتَنى كنتَ أنت الرقيبَ عليهم، كما قال العبدُ الصالح مِن قبلى.. يعنى عيسٰى عليه السلام. فانظرُ ﴿۲۷﴾
كيف أشار إلى وفاة المسيح بحيث استعمل لنفسه جملة فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنى كما استعمله المسيح لنفسه. وأنت تعلم أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قد تُوُفّى وقبرُه المبارك موجود فى المدينة. فانكشف معنى التوفّى بجعل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم واقعةَ المسيح وواقعةَ نفسه واقعةً واحدة، وظهَر أن معنى التوفّى فى آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنى الإماتةُ لا غيرها من المعانى المنحوتة التى لا أصل لها فى لغة العرب، فإن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قد مات، ولو كان معناه الرفع إلى السماء حيًّا مع الجسم العنصرى كما هو زعم القوم لرُفِعَ إذًا نبيُّنا إلى السماء حيًّا مع الجسم العنصرى، فإنه جعَل نفسه شريك

لا يـقدر عليه كاذب إلا المسيح الصادق الذى جاء من رب العالمين، بل التزوج أمر عـام يـقـدر عـليـه كل رجل ذى مال وثروة حتى الكافر والفاسق، فضلًا من أن يكون مـحدودًا فى نبىّ أو ولىّ. فثبـت أنـه إشـارة إلى آية عظيمة يظهر☆ عـنـد تزوُّجه، وقد فصلناها فى كتابنا للناظرين.

الثالث: أنـه يـولد له، وهذا أيضًا كلام إيماضى كمثل قوله يتزوج، وفيه إشارة إلى أنه يولد له ولدٌ صالح يُضاهى كمالاتِه، وإلا فما التخصيص فى الأولاد فقط؟ أوجود الأولاد أمرٌ مستبعَد فى غيـر الـمسيـح؟ بـل يـوجـد فـى كل قوم، وكاذب وصادق ﴿۲۷﴾

فهـذه علامات للمسيح الصادق أنبأ بها خير المنبئين، وهى كلها صدقت فى نفسى، وهذه من علامات يُعرَف بها صدقى۔ ومن علامات أخرىٰ أن اللّٰه تعالیٰ أظهر على يدى بـعـض آيـات، وأنبأنى أخبارا قبل وقوعها، وقد استجاب كثيرا من أدعيتى، ونصرنى فى كل مـوطـن، وقـد فُتحتُ علىّ أبواب إلهاماته وأنا يومئذ ابن أربعين، فما تركنى، وما ودّعنى، وما

بقیۃ الحاشیۃ

عيسٰى عليه السلام فـى لـفـظ التوفى الذى يوجد فى آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كما جاء فى حديث البخارى. ولـو جـعلنا من عند أنفسنا للمسيح معنًى خاصًا فى هذه الآية وقلنا إن التوفى فى حـق رسولنا هو الوفاة، ولكن فى حق عيسى أُريدَ منه الرفع مع الجسم العنصرى لا شريك له فى هذا المعنى، فهذا ظلمٌ وزور وخيانة شنيعة، وترجيح بلا مرجّح، واستخفاف فى شأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وادّعاء بلا دليل واضح وحجةٍ ساطعة وبرهان مبين.

ويقولون إن يـأجوج ومأجوج يـخـرجـون فى زمن المسيح، وينسِلون مِن كل حَـدَبٍ، ويملكون الأرض كـلـهـا كـما ورد فى القرآن العظيم، فهذا حق لا نُجادِلهم فيه. ويـقولون إن المسيح لا يُحاربهم بل يدعو عليهم، فيموتون كلهم بدعائه بدُودٍ تتولد فى رقابهم، وهذا أيضًا حق وليس عندنا إلا التسليم. ولكنهم أخطأوا فيما قالوا إن يـأجـوج ومـأجوج يموتون فى زمن عيسٰى كلهم، فإن يأجوج ومأجوج هم النصارىٰ ﴿۲۸﴾

أضاعنی، بل خصّصنی بالتحدیث والمكالمة، وأمرنی لأتمّ حجته علی المتنصرین.ولو كان عیسٰی حیًّا بجسده العنصریّ فی السماء الثانیة كما هو زعم قومی، فكان الواجب أن ینزل فی هذا الوقت، فإن الأمم قد هلكت بمكائد النصاریٰ، وبلغت المفاسد منتهاها، والقعودُ علی السماوات مع ضلالةِ أهل الأرض وفسادِ أُمّته شیءٌ عجیب، وما نعلم ما الفائدة فی هذا القعود وإضاعة العمر. وما كان اللّٰه لیضیع عمره فی زاویة السماوات وقد رأی أُمّته قد وقعت فی هوة الهلاک، وأفسدت فی الأرض أكثر مما أفسد الدجالون من قبل، ولا نظیر لهم فی إشاعة الكذب والشرک من آدم إلی هذا الوقت. ألا تری أن موسی علیه السلام لما كلّم ربّه علی طور سینین، واتخذت أُمّتُه مِن بعده عِجلًا جسدًا له خُوار، كیف أنبأ اللّٰه موسیٰؑ بهذه الواقعات كلها، وقال ارجِعْ إلی قومک بقدم العجلة، فإنهم قد هلكوا باتخاذ العِجل إلهًا، فرجع موسیٰ غضبانَ أسفًا، وأخذ بلحیة أخیه، ووقع ما تقرأ فی القرآن، وما كان فتنةُ العجل أشدَّ من فتنة المتنصرین. ﴿۲۸﴾

بقیۃ الحاشیۃ

من الروس والأقوام البرطانیة☆ وقد أخبر اللّٰه تعالی عن وجود النصاریٰ والیهود إلی یوم القیامة وقال: فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔[1] فكیف یموتون كلهم قبل یوم القیامة؟ فلو أردنا من الإماتة الإماتةَ الجسمانیة لخالفَ الحدیثُ القرآنَ وعارَضَه، فإن القرآن یخبرنا عن بقائهم وبقاء نسلهم إلی یوم القیامة، بل یشیر إلی أن السماوات یتفطرن علیهم وتقوم القیامة علی أشرارهم الباقین. ومن هٰهنا ظهر أن الجملة "یضَع الجزیةَ" التی جاء فی بعض نسخ البخاری لیست بصحیحة، والصحیح أن

☆**حاشیه**: لا یُقال إن هذا التفسیر خلاف الإجماع وأن القوم قد اتفقوا علی أنهم قوم لا یُشابهون خَلْق الإنسان، ولهم آذان طویلة، لأنهم قد اتفقوا علی أن یأجوج ومأجوج قوم محصورون فی الإقلیم الرابع، وهم أزیَدُ نسلًا وعددًا من كل قوم، وهذا باطل بالبداهة، لأنّا لا نریٰ فی الإقلیم الرابع أثرًا منهم ولا من بلادهم ومُدنهم وعساكرهم مع أن عمارات الأرض قد ظهرت كلها .فالروایات فی هذا الباب باطلة كلها، فقِسْ علیها روایاتٍ مثلها، وكُنْ من المحققین .**منه**

[1] المائدة:۱۵

وأنت تعلم أن فتنة النصارٰی مع شدّة أهوالها وكثرة ضلالها وغلبتها على وجه الأرض كلها، قد امتدّتْ ومكثتْ إلى ألفَين من سَنةٍ وفاة المسيح، ولكن ما نزل عيسٰیؑ إلى هذا الوقت الذی أخبر عنه أهل الكشف كلّهم، وما نریٰ آثار نزوله، فهذه أمور لا نری جوابها عند هذه العلماء . وقد رأوا منی آیات فلم یلتفتوا إلى ذلک، وقالوا استدراج أو رمل، وبُهتوا لشدة إعجابهم، وجحدوا بها واستيقنتها أنفسهم ظلما وعلوّا، وكان لها من قلوبهم مكان، وفی أعینهم قدر، ولكنهم كذّبوا حسدا من عند أنفسهم، فنعوذ باللّٰه من الحاسدین. وتركوا الحق المبین، واعتصموا بأقاویل ضعیفة ألا یتدبّرون أن اللّٰه ما رأی واقعة من معظّمات الواقعات الآتية إلا ذكرها فی القرآن فكیف ترَک واقعة نزول المسیح مع عظمة شأنها وعُلوّ عجائبها ولِم ترَكها إن كانت حقًّا وقد ذكَر قصّة **یوسف** وقالؔ : ﴿۲۹﴾

بقیۃ الحاشیہ

المسیح یضع الحربَ ولا یحارب النصاریٰ كما جاء فی نسخ أخری. ووجهُ عدمِ صحتها ظاهرٌ، وهو أنّا لو فرضنا أن المسیح یحارب النصاریٰ على شرط قبول الإسلام ولا یقبل الجزیة أصلًا بل یدعو إلى الإسلام، وإن قبلوا وإلا فیقتلهم، فلزم على تقدیر صحة هذا المعنی استیصالُ النصارٰی بالكلیة من وجه الأرض.. إما مِن سبب إسلامهم وإما من سبب قتلهم، وهذا المعنی یُعارض القرآن الكریم، فإنه أخبر عن بقاء وجودهم إلی یوم القیامة، فثبت من هذا التحقیق أن جملة "یضع الجزیة "التی توجد فی بعض نسؔخ البخاری لیست بصحیحة، وقد فسدت وحُرّفت مِن نَسْخِ الناسخین. ﴿۲۹﴾

ومع ذٰلک ظهر من هذا التحقیق بطلان أحادیث یوجد فیها ذكرٌ كمثله من المحاربات والغزوات، فإن القرآن محفوظ بحفاظة اللّٰه وعصمته، فالحدیث الذی یُعارض قصصَه لا یُقبَل أبدًا ولو كان ألفٌ كمثل تلک الأحادیث فی البخاری أو غیره من كتب المحدّثین. **وأمّا** قولنا إن یأجوج ومأجوج من النصاری لا قوم آخرون فثابتٌ بالنصوص القرآنية، لأن القرآن الكریم قد ذكر غلبتهم على وجه الأرض وقال

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ[1] وذكر قصة أصحاب الكهف قال: كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا[2]، ولكن لم يذكر شيئا من ذكر نزول عيسى من السماء من غير ذكر الوفاة، فلو كان النزول حقًّا لما ترَك القرآنُ هذه القصة، ولذَكَرَها فی سورة طويلة، ولجعَلها أحسن من كل قصة، لأن عجائبها مخصوصة بها، ولا نظير لها فی قصص أخرى، ولجعَلها آية لأُمّة آخر الزمان. فهذا هو الدليل الصريح على أن هذه الألفاظ غير محمولة على الحقيقة، والمراد منها فی الأحاديث مجدِّدٌ عظيم يأتی على قدم المسيح ويكون نظيره ومثيله، وأُطلقَ اسم المسيح عليه كما يُطلَق اسم البعض على البعض فی عالم الرؤيا، وهذه سُنّة جارية فی الوحی والرؤيا، وتجد نظيرها بكثرة فی كتب الأحاديث وكتب تأويل الرؤيا، فالمراد منه مثيلٌ يكون للمسيح كوجوده، وينزل بمنزلة ذاته من شدة المماثلة، ويخرج عند غلبة النصارى، ويتم على يده

بقية الحاشية

مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ[3] يعنی يملكون كلَّ رفعةٍ فی الأرض، ويجعلون أعزّةَ أهلها أذلّةً، ويبتلعون كلَّ حكومة ورياسة وسلطنة ودولة ابتلاعَ الحوت العظيم الصغارَ. وإنّا نرى بأعيننا أنهم كذلک يفعلون، واضمحلّت رياسات المسلمين، وتطرّقَ الضعف فی دولتهم وقوتهم وشوكتهم، ويرون سلاطينَ النصارىٰ كالسباع حولهم، ولا يبيتون إلا خائفين. وقد ثبت من النصوص القوية القطعية القرآنية أن كأس السلطنة والغلبة على وجه الأرض تدور بين النصارى والمسلمين، ولا تتجاوزهم أبدا إلى يوم القيامة، كما قال الله تعالى وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[4]. ومعلوم أن المتبعين للمسيح فی الحقيقة المسلمون، والمتبعين بالادعاء النصارى، والآية تشير إلى الاتّباع فقط حقيقيًّا كان أو ادّعائيًّا. والحق أن الاتّباع الحقيقی عسير جدا ولو كان مدّعی الاتّباع ملِكًا من المسلمين المؤمنين، فإن اتّباع الأنبياء على وجه الحقيقة والكمال ليس بهيّنٍ، فكلٌّ من الملوک يتّبع عيسٰى عليه السلام باتّباعٍ ادّعائی وإن كانت فيه رائحة من الحقيقة إلا ما شاء الله. نعم قد سبق المسلمون فی الاتّباع الاعتقادی وفهِموا تعليم المسيح كما هو هو، ﴿۳۰﴾

[1] يوسف:۴ [2] الكهف:۱۰ [3] الانبياء:۹۷ [4] ال عمران:۵۶

حـجة الـلّٰه، ويُعلى كلمة الإسلام، ويُظهِر الدين على الأديان كلها بالحجج و البراهين ومـع ذلك نـجـد فـى الـقـرآن أن فى آخر الزمان تغلب النصارى على وجه الأرض، ويـنسـلـون مـن كـل حـدب، ويهيّـجـون الـفتـن، ويصولون على الإسلام بمكائدهم، ويـجـلبـون عـليـه رَجِـلَهـم وخَيْلَهم، ولا يتركون من كيد فى إطفاء نور الإسلام، فعند ذلك يـنظر الرب الكريم إلى هٰذه الأمة المرحومة الضعيفة التى لا حول لها ولا قوة، ﴿۳۰﴾ فيـنـفـخ فـى الـصور، ويُعلِّم أحدًا منهم من عنده علما وعقلا، ويُعطى له آيات، ويُنـزله مـنـــزلةَ عيسى بن مريم، فينير الحق ويُبطل كيد الخائنين. وأمـا إقامته فى مقام عيسى وتسـميتـه باسمه فله وجهين: **الأول** : أن الـمـجدد لا يأتى إلا بمناسبة حال قوم يريد اللّٰه أن يتم حجته عليه، فلما كانت الأعداء قوم النصارى، اقتضت الحكمةُ الإلهية أن يُسـمّـى الـمـجدّد مسيحًا. **والثـانى** :أن الـمـجـدّد لا يـأتـى إلا عـلـى قدم نبى يشابه

بقیۃ الحاشیہ

وهُمُ ورثاءه فـى عقائد التوحيد بعد وفاته، وأما النصارى فضلّوا ضلالًا كبيرًا، وليس فى يدهم إلا ادّعاء فقط. انـظرُ إلى ضلالتهم وفسادهم.. أنهـم قـد آمنوا بأن عيسى عليه السلام كان يـأكـل الطعام ويشرب الماء ، وربما ابتُلىَ بأمراض وأوجاع، وربما غلَب عليه الهمُّ والخوف والـقـلق والكرب والجوع والـعـطـش، وكـان لا يـعلم الغيب، وكان يقول إنى عبد ليس فى نـفسى خير إلا بتوفيق اللّٰه، وأنه أُخِذ وَصُلِبَ ومات، وهو مع ذالك فى زعمهم إلهٌ وابنُ إلٰه. قاتلَهم اللّٰه! إنهـم يعتقدون بأنه إنسان ونبى، فيه سهوٌ وخطأ وضعف وجهل، وأخذه الموت، ولا يبـرّئـونه من ضعف وذهول ونسيان، ثم يقولون إنه هو اللّٰه، فتعسًا لقوم كافرين. ولكنهم مـا قالوا إنّا نحن بريئون من عيسى ولا نتّبعه، بل آمنوا بنبوته وكتابه، وآمنوا بأنبياء بنى إسرائيل وكتبهـم، وآمـنـوا بالملائكة والجنة والنار، فهذا هو السبب الذى أدخلهم اللّٰه فى المتّبعين الـضـالّيـن، وبشّرهم بغلبةٍ على الأرض كما بشّر المسلمين. فالحاصل أن هذه الآية. . يعنى وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[1] دليل صريح وبرهان واضح

[1] اٰل عمران :۵۶

زمانُ المجدد زمانَه، فهنا قد شابَهَ زمانُ قومنا بزمان المسيح، فإن عيسى عليه السلام قد جاء فى وقت ما بقيت فيه رياسة اليهود، وتملكت السلطنةُ الرومية عليهم، ومع ذلك جاء فى وقت قد فسدت قلوب علماء اليهود، وزاغت آراؤهم، وكثرت فيهم المكائد والفسق والفجور وحبّ الدنيا والخسّة والسفاهة والنفاق والجدال، وغير ذلك من الأخلاق الرديّة، وكذلك كان حال قومنا فى هذا الوقت، فاقتضت حكمة إلهية أن تسمى المجدِّدَ عيسى ابن مريم، رعايةً لحالات المخالفين والموافقين.

وقالوا إن المسيح ينزل من السماء ويقتل الدجّال ويُحارب النصارىٰ، فهذه الآراء كلّها قد نشأت من سوء الفهم وقلة التدبر فى كلماتِ خاتم النبيين. ﴿۳۱﴾ وأما النزول من السماء فقد فهمتَ حقيقتَه، وقد بيّنتُ لك أن النزول من السماء لا يثبت من القرآن العظيم، ولا من حديث النبى الكريم. والعجب

﴿۳۱﴾ **بقیۃ الحاشیہ** على أن القوة والغلبة والشوكة والتسلط الكامل الفائق علٰى وجه الأرض لا يُجاوز هذين القومين النصارى والمسلمين، وتَداولُ الحكومة التامة بينهم إلٰى يوم القيامة، ولا يكون لغيرهم حظًّا منها، بل تُضرَب علٰى أعدائهم الذلة والمسكنة، ويذوبون يومًا فيومًا حتى يكونوا كالفانين. فإذا كان الأمر كذلك فوجب أن تكون الحكومة والقوة متداولة بين هذين القومين إلى الدوام ومخصوصة بها، فلزم بناءً على هذا أن يكون يأجوج ومأجوج إما من المسلمين وإما من المتنصرين. ولكنهم قوم مفسدون بطّالون، فكيف يجوز أن يكونوا من أهل الإسلام؟ فتقرَّرَ بالقطع أنهم يكونون من النصارى وعلٰى دين النصارىٰ. وقد جاء فى حديث مسلم أن المسيح لا يُحارب يأجوج ومأجوج، وجاء فى البخارى أنه يضع الحرب، يعنى لا يُحارب النصارىٰ. فثبت أن يأجوج ومأجوج هم النصارى، وثبت أن المسيح الموعود لا يُحاربهم، بل يسأل اللّٰهَ نُصرتَه فى ساعة العسر وهو خير الناصرين. وثبت من ههنا أن المسيح الموعود يأتى عند غلبة النصارى على وجه الأرض،

منهم أنهم يؤمنون بأن اللّٰه أنزل فى القرآن آيات فيها ذكرُ وفاة المسيح، ثم يظنون أنه حيّ جالس فى السماء الثانية مع ابن خالته يحيٰى النبى الشهيد على نبيّنا وعليهم السلام ولا يتفكرون ولا ينظرون إلى أن يحيٰى قد قُتل ولحِق بالموتى، فكيف جمع اللّٰه الحى بالميت؟ وما للموتٰى والأحياء ؟! فالعجب كل العجب أنهم يجمعون فى عقائدهم اختلافات كثيرة، ولا يتنبهون على ذلک، ولا يتقون الأقوال المتهافتة المتناقضة، ويتكلمون كالسكارى أو كالمجانين.

وما نجد فى أقوال المفسرين أنهم اتفقوا فى أمر حياة عيسٰى، بل لهم فى هذه المسألة اختلافات كثيرة. فذهب بعضهم أنه قد مات ثم أُحيِيَ، ولكن هذا قولهم بأفواههم، وما أتوا بدليل على الحياة بعد الموت من النصوص القرآنية أو الحديثية وبعضهم ذهب إلى أنه صعد بجسمه العنصرى إلى السماء قبل الموت، فخالفَ بيانَ القرآن فى قوله من غير حجة ولا برهان، ﴿۳۲﴾
ولا دليل شافٍ ولا سلطان مبين. فالحاصل أنّهم نطقوا فى أمره بحسب ظنهم كهائم واد، وما اتفقوا على رأى واحد فى أمر صعوده، وما استطاعوا أن يأتوا بآية أو حديثٍ أو قول صحابى على صحة عقيدة الصعود

بقیہ الحاشیہ

و يدخل مِن باب الرفق للإصلاح كما دخلوها للإفساد، ولا يرفع السيفَ عليهم لأنهم ما رفعوه للدين، ويُجادلهم بالحكمة والموعظة الحسنة، ولا يقتُل الغافلين المعتدين.

وأمّا ما جاء فى حديث مسلم أن نُشّاب يأجوج ومأجوج وقسيّهم تُحرَق كالوقود ويستوقدها المسلمون، فهذا تحريف آخر فى الحديث، فإن القسيّ والسهام قد انعدمت وذهَب وقتُها وقامت الأسلحة النارية مقامها، فتقبَّلْ إن شئتَ أو أعرِضْ كالمنكرين. **منه**

بـالجسم العنصرى. ثـم انـصـرفوا قبل إثبات هذا الأصل العظيم إلى عقيدة النـزول، ومـا عـرفـوا أن الـنـــزول فـرع لـلصعود، وثبوته فرع لثبوته، وإذا ثبت أن القرآن لا يصدِّق صعودَ عيسٰى بجسمه العنصرى، بل يخالفه ويُبيّن وفاتَه فى كثير من آياته، فتارة يقول يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ[1]، وتارة يشير إلى وفاته بقوله : فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[2]، وتارة يقول : مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[3] أى مـاتوا كلّهم ولـو لـم نـختَـرْ هـذا المعنى فى هذه الآية المؤخرة يبطُل الاستـدلال الـمـطـلوب)فكيف نترک القرآن وشهاداته وأىّ شهادة أكبر من شهادة الـكتـاب العزيز الذى لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه؟ فهل تريد أصلحک الله دليًلا أوضـح من هذا فالأنسب والأولى أن يُعرَض غيرُ القرآن على القرآن، ولو كـان حـديـث رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، أو كشف ولىّ، أو إلهام قُطْب، فإنّ الـقـرآن كتاب قد كفَل اللّٰه صحّتَه، وقال : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[4]، وإنـه لا يتـغير بتغيُّرات الأزمنة ومرور القرون الكثيرة، ولا ينقص منه حرف ولا تزيد عليه نقطة، ولا تـمسّه أيدى المخلوق، ولا يُخالطه قول الآدميّين.

ومـع ذلک لا شک أن الـقـرآن وحـى متـلوٌّ، وكله متواتر قطعى، حتى النقاط والـحـروف، وأنـزلـه اللّٰه باهتمام شديد كامل بحراسة الملائكة. ثـم ما ترَک النبى صـلى اللّٰه عليه وسلم دقيقة من الاهتمامات فى أمره، وداومَ على أن يكتب أمام عينه آيةً آيةً كما كان ينـزل حتى جمَع كله، ورتَّب الآيات وجمَعها بنفسه النفيسة، وكان يُـداوم عـلـى قـراء تـه فـى الـصلاة وغيرها، حتى ارتحل من دار الدنيا ولحِق بالرفيق الأعلى، ولاقى محبوبه رب العالمين.

[1] اٰل عمران:۵۶ [2] المائدة:۱۱۸ [3] اٰل عمران:۱۴۵ [4] الحجر:۱۰

ثم بعد ذلک قام الخليفة الأول **أبو بكر الصدّيق** رضى اللّٰه عنه لتعهُّد جميعِ سوره بترتيب سمع من النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم بعد الصدّيق الأكبر وفّق اللّٰه الخليفة الثالث فجمَع القرآن على قراءة واحدة بحسب لغة قريشٍ وأشاعه فى البلاد ومع ذلک كان الصحابة كلهم يقرأون القرآن كالحفّاظ، وكان كثير منه فى صدور المؤمنين، وكانوا يقرأونه فى الصَّلاة وخارجها، بل كانوا بعضهم حافظ القرآن كله، وكانوا يتلونه فى آناء الليل والنهار، وكانوا على تلاوته مداومين.

فتفكَّرْ أيها العبد الصالح، أين حصل هذا المقام الأعلى والأسنٰى لحديث فى زمان من الأزمنة وإنّ الأحاديث كلها احادٌ☆ وما توجه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه ﴿۳۳﴾ وسلم إلى جمعها وكتابتها، ولا صحابته الكرام، وما كفَلها اللّٰه وما ضمن وما وعَد لعصمتها وحفاظتها كوعده لحفاظة القرآن. ومع ذٰلک كُتبت الأحاديث بعد زمان طويل، وبعد قرون من وفاة نبينا صلى الله عليه وسلم. ومع ذلک يوجد فى بعضها اختلاف كثير وتناقض عسير، فهذا هو السبب الذى جعَل هذه الأُمّةَ فرقةً فرقة، فبعضهم **حنفى**، وبعضهم **شافعى**، وبعضهم **مالكى**، وبعضهم **حنبلى**. ولو كانت الأحاديث متفقة متوافقة، لما اختلف الناس فيها وما افترقوا،

☆**حاشية ـ** اعلم.. أرشدک اللّٰه.. أن الإمام البخارى مع شدة اهتمامه فى تصحيح الأحاديث وتوفيقها وتنقيدها وتفتيش رُواتها عجِز عن رفع التناقض الذى يوجد فى أحاديث صحيحة حتى تُوُفِّيَ، ثم ما كان لأحد أن يتدارک ما فاته. ألا تنظر إلى أحاديث المعراج كيف يوجد فيها اختلافات عظيمة، حتى إن بعضهم ذهب إلى أن المعراج كان فى اليقظة، وبعضهم ذهب إلى أنه كانت رؤيا صالحة. فتدبَّرْ ولا تكن من النائمين. **منه**

ولكنهم وجدوا الأحاديث بعضها يُخالف بعضا، فأخذ كل واحد حديثًا باجتهاد وفوَّض الأمر إلى اللّٰه، ففريق ذهب إلى رفع اليدين فى الصلاة والتأمين بالجهر وقراءة الفاتحة خلف الإمام، وفريق آخر خالفه فى اجتهاده، وكل منهما يستدل بحديث، فكذلک فى ألوف من الأحاديث يوجد اختلاف المذاهب. فالأحاديث التى متنزلة من مراتب التواتر والقطعية واليقين، ولا تخلو من الاختلافات والتناقضات والأضداد.. كيف نحسبها قاضية على القرآن أهذه علامات القُضاة فتفكّروا إن كنتم مُتفكّرين.

وإنّا لا ننظر إلى الأحاديث بنظر الاستخفاف والتوهين، بل نحن نشكر أئـمّة المحدِّثين ونحمدهم على سعيهم، ولا شک أن للأحاديث شأنًا عظيمًا، وهى حاملة لتواريخ الإسلام ولأكثر مسائل الدّين وجزئياته، ونُعظّمها ونعزّها ونقبَلها بالرأس والعين، ولكنّا لا نقدّمها على كتاب اللّٰه الإمام المهيمن، وإذا تخالَفَ الحديث والفرقان فى أمر من القصص فنُشهِد الثَّقَلينِ أنّا مع الفرقان ولا نبالى طعن الطاعنين. ونعلم أن الخير كله والسلامة كلّها فى جَعُل القرآن معيارًا لمثل هذه الأخبار، فالقانون الصحيح العاصم من الخطأ أن نعرِض كل قصّةٍ على القرآن، فإن كان ذكرُها فى القرآن أو ذكرُ أمر يُشاكلها ويُشابهها فيُقبَل ويُؤمَن به ويُعتقد عليه، وإن لم يوجد شبيه فى القرآن، لا فى هذه الأُمّة ولا فى أمم أخرىٰ، بل يوجد فيه شىء يعارضه، فمن الواجب أن لا يُقبَل مثل هذه القصص إلا فى زىّ التأويل. فانظرُ اقتداءً لهٰذا القانون العاصم الذى بلَغنا من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، هل تجد لقصة صعود

المسيح مع جسمه العنصرى ولقصة نزوله من السماء واضعًا كفّيه على جناحى الملَكين أصلًا أو أثرًا فى القرآن أو قصة مما يُشابه هذه القصة بل القرآن يُنزّه شأن اللّٰه عن مثل تلك الأفعال فى هذه الدُّنيا ويقول : قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [1] وإنه خالفَ قصة النزول جهرًا بحيث ذكر بشاراتٍ بشّر بها المسيح فى كلامه المرتّب المرصّع، فبلغ الكلام من قوله : إِنِّى مُتَوَفِّيكَ ' إلى قوله: يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وما ذكَر فيه قصّة صعود المسيح ولا نزوله، ولو كانت صحيحة لذكرها فى ضمن هذه البشارات، فهذا دليل واضح على أن الفرقان ما صدّق تلك ﴿۳۴﴾ القصص، بل كذّبها لذِكره المواعيد والتبشيرات للمسيح إلى يوم القيامة، وتركِه تلك القصة، وفى ذلك وجوه شافية للطالبين.

واعلم أن القرآن لا يجوّز لأحد أن يرقى فى السماوات بجسمه العنصرى ويبقى فيها حيًّا إلى يوم القيامة. وأنت تعلم أنّ طائفة من قريشٍ اقترحوا سؤالات من عند أنفسهم، فكان منها أنهم قالوا لرسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : إنّا لا نؤمن بك حتى ترقى فى السماء ، فنزل فى جوابهم : قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [2] وأنت تعلم أن رسولنا أفضل الرسل وخاتمهم وأحبُّهم إلى اللّٰه، فالأمر الذى لم يجُزْ له.. فكيف يجوز لغيره فتدبر يا أخى.. أيدك اللّٰه بإلهام مبين.

وأما **معراج** رسولنا فكان أمرا **إعجازيًا** من عالم اليقظة الروحانية اللطيفة الكاملة، فقد عرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بجسمه إلى السّمآء وهو يقظان **لا شك فيه** ولا ريب، ولكن مع ذلك ما فُقد جسمه من السرير كما شهد عليه بعض أزواجه رضى اللّٰه عنهن.

[1]، [2] بنی اسرائیل:۹۴

وكذلك كثير من الصحابة. فأنت تعلم وتفهم أنّ قصّة المعراج شیء آخر لا يضاهيه قصةُ **صعود** عيسى عليه السّلام إلى السّماء، وإن كنت تشك فيه فارجع إلى **البخارى**، وما أظن أن تبقى بعده من المرتابين.

وأما قوله تعالى فی قصة **إدريس**: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[1] فاتفق المحققون من العلماء أن المراد من الرفع ههنا هو الإماتة بالإكرام ورفع الدرجات، والدليل على ذلک أن لكل إنسان موت مُقدّر لقوله تعالى: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[2] ولا يجوز الموت فی السماوات لقوله تعالى: **وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ**، ولا نجد فی القرآن ذِكر نزول إدريس وموته ودفنه فی الأرض، فثبت بالضرورة أن المراد من الرفع الموتُ. فحاصل الكلام أن كل ما يخالف القرآن ويعارض قصصه فهی أباطيل وأكاذيب، وإنما هو تقَوُّلُ المفترين.

ثم اعلم.. أيدک اللّٰه تعالىٰ.. أن عقيدة نزول المسيح من السماء.. مع عدم ثبوته من النصوص القرآنية ومخالفة القرآن فيها، يضر عقائد التوحيد ويربی عقائد قوم أهلكوا الناس بمثل هذه القصص، فإنه إن كان هذا هو الأمر الحق.. أن عيسٰی لم يمت كإخوانه من الأنبياء، بل هو حیّ موجود فی السماء، ومع ذلک كان يخلق الطيور كمثل خلق اللّٰه، ويُحيی الأموات كإحياء رب العالمين، فأیّ ابتلاء أعظم من هذا للذين يدْعون إلى ربوبية المسيح فی هذا الزمان الذی تتموج فيه فتن النصارىٰ من كل جهة، ويجاهدون بأموالهم وجميع مكائدهم ليضلوا الناس ويجعلوهم من المتنصّرين!

ثم اعلموا.. أيها الأعزة.. **أن حياة رسولنا** صلى الله عليه و سلم ثابت بالنصوص الحديثية، وقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إنی لا أُترَک ﴿۳۵﴾
ميّتًا فی قبری إلى ثلاثة أيام أو أربعين باختلاف الرواية، بل أُحيا وأُرفَع إلى

[1] مريم:۵۸ [2] الرحمن:۲۷

السماء . وأنت تعلم أن جسمه العنصری مدفون فی المدینة، فما معنی هذا الحدیث إلا الحیاة الروحانی والرفع الروحانی الذی هو **سُنّة الله** بأصفیائه بعدما توفاهم؟ کما قال: یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ [1]، وما معنی قول :ارْجِعِیْ إِلٰی رَبِّکِ إِلّا المعنی الذی یُفهم من قول : رَافِعُکَ إِلَیَّ ' فإن الرجوع إلی الله راضیة مرضیة والرفعُ إلی الله أمرٌ واحد، وقد جرت عادة الله تعالیٰ أنه یرفع إلیه عباده الصالحین بعد موتهم، ویؤویهم فی السماوات بحسب مراتبهم، ولأجل ذلک لقی نبینا صلی الله علیه وسلم کل نبی خلا من قبله فی لیلة المعراج فی السماوات، فوجد آدم فی السماء الدنیا، ووجد عیسی وابن خالته یحییٰ فی السماء الثانیة، ووجد موسیٰ فی السماء الخامسة. وهذه الأحادیث صحیحة تجدها فی البخاری وغیره من الصحاح، ثم الذین لا یریدون الحق یتعامون وینسون رفع الأنبیاء کلهم، ویصرون علی حیاة عیسیٰ ورفعه، ویقرأون حدیث المعراج ثم ینسونه، ویضیعون أعمارهم غافلین.

أعیسیٰ **حیٌّ** ومات المصطفیٰ تلک إذًا قسمة ضیزی! اعدلوا هو أقرب للتقویٰ. وإذا ثبت أن الأنبیاء کلهم أحیاء فی السماوات، فأیّ خصوصیة ثابتة **لحیاة** المسیح أهو یأکل ویشرب وهم لا یأکلون ولا یشربون؟ بل حیاة **کلیم الله** ثابت بنصّ القرآن الکریم.. ألا تقرأ فی القرآن ما قال الله تعالیٰ عزّ وجلّ: فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ [2]، وأنت تعلم أن هذه الآیة نزلت فی موسی، فهی دلیل صریح علی حیاة موسیٰ علیه السلام، لأنه لقی رسول الله صلی الله علیه وسلم، والأموات لا یلاقون الأحیاء . ولا تجد مثل هذه الآیات فی شأن عیسی علیه السلام، نعمْ

[1] الفجر: ۲۸، ۲۹ [2] السجدة: ۲۴

جاء ذكر وفاته فى مقامات شتّٰى، فتدبر فإن اللّٰه يحب المتدبرين.

ولعلّك تقول :لِم ذكَر اللّٰه تعالى قصّة رفع عيسىٰ عليه السلام بالخصوصية، وكذلك قصة نفى صلبه فى القرآن وأىّ سرّ ومصلحة فى ذِكرهما وأىّ حاجة اشتدت لهذا البيان فاعلم أن علماء اليهود وفقهاء هم غضب اللّٰه عليهم كانوا ظانين ظن السوء فى شأن عيسٰى عليه السلام، وكانوا يقولون إنه مفترٍى كذاب، وكان مكتوبًا فى التوراة أن المتنبّى الكاذب يُصلَب ويُلعَن ولا يُرفَع إلى اللّٰه تعالٰى كالأنبياء الصادقين. فأرادوا أن يصلبوا المسيح ليُثبِتوا كذبه بحسب أحكام التوراة، وليبيّنوا للناس أنه ملعون كذاب ولا يُرفَع إلى اللّٰه.. قاتلهم اللّٰه ولعنهم.. كيف احتالوا فى نبى من المقربين! فسعوا لصلبه، وبذلوا له كل كيد ومكرٍ لعله يُصلَب ويحصُل لهم حُجةٌ على كذبه وعدمِ رفعه بكتاب اللّٰه التوراة، فبشّر اللّٰه عيسى عليه السلام قائلا :يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ يعنى مميتك حتف أنفك، وَرَافِعُكَ إِلَيَّ يعنى رافعك إلى حضرة القرب كالأنبياء الأصدقاء ، ولستَ بنعمة اللّٰه من الملعونين والكذابين.فهذه مواعيدُ تسلية من الرب الكريم لعيسٰى عليه السلام وردٌّ على اليهود، ﴿۳۶﴾ وقولٌ مبشِّر بأن اللّٰه لا يهدى كيد الخائنين. والرفع.. كما علمتَ آنفا.. ليس مخصوصا بعيسٰى عليه السلام، والأنبياء كلهم قد رُفعوا وكان مقعدهم عند مليك مقتدر، وقد وجد نبيناصلى الله عليه و سلم كل نبى مرفوعا إلى سماء من السماوات، بل وجد بعض الأنبياء أرفع من عيسٰى عليه السلام.وفى آية :وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ[۱] إشارة أخرى، وهى أن النصارى زعموا أن عيسى صُلِب لأجل تطهيرهم من المعاصى، وظنوا كأنه حمل بعد الصلب جميع ذنوبهم على نفسه، وهو كفّارةٌ لهم ومطهِّرهم من جميع

[۱] النساء:۱۵۸

المعاصي والخطيئات، ففى نفى الصلب ردٌّ على النصارى وهدمٌ لعقيدة الكفّارة، ومع ذلك ردٌّ على اليهود واستيصال لكيدهم الذى احتالوا اعتصاما بالتوراة، وإظهارا لبريّة عيسى عليه السلام من بهتان تلك الأقوام. فهذا هو السبب الذى ذكَر اللّٰه قصةَ صلب عيسٰى فى القرآن وكَذَّبَه، وإلا فما كان فائدة فى ذكره، وكم من نبى قُتِلوا فى سبيل اللّٰه وما جاء ذِكر قتلهم فى القرآن فخُذْ منى هذه النكتة وكن من المصدقين.

وربما يختلج فى قلبك أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم اختار لفظ النزول عند ذكر مجيء المسيح الموعود فى كل مقام، وترَك لفظ البعث والإرسال وغير ذلك. فاعلم أن فيه سر عظيم قد أشار إليه القرآن فى مقامات شتى، وهو أن أنبياء اللّٰه عليهم السلام يُرفعون إلى اللّٰه بعد وفاتهم منقطعين من هذا العالم، لا يكون لهم اهتمام ولا فكر لعالم تركوه، بل يصلِون ربهم فرحين، ويقعدون عند مليك مقتدر بطيب العيش والحبور والسرور، ويلحَقون بالواصلين. وقد يتفق أن أمّةَ أحد منهم تُفسد إفسادًا عظيمًا فى الأرض ويرجعون إلى جاهليةٍ أولى بل إلى أقبح وأشنع منها، فيرتعد النبى المتبوع بسماع هذا الخبر عن اللّٰه تعالى، ويدركه همٌّ وغمّ واضطراب، ويقصد أن ينزل إلى الأرض ويُصلح أُمّته، فلا يجد سبيلا إليه لِما سبَق قول اللّٰه تعالى: اَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ[1] فاللّٰه يجعل له مثيلا فى الأرض ويجعل إراداته فى إراداته، وتوجهاته فى توجهاته، ويجعلهما كشيء واحد كأنهما من جوهر واحد، ويُنـزِل روحانيته على روحانيته، فيظهر **المثيلُ** بشأن وأخلاق وصفات كان الممثَّل به يوصف بها. فهذا هو الوجه الذى اُختير له لفظ النزول ليدل على أن المسيح الموعود يجيء على قدم المسيح الأصلى كأنه هو، فمعنى لفظ النزول الذى

[1] الانبياء: ۹۶

جاء فی البخاری أن المسیح الآتی ینزل منزلةَ المسیح الحقیقی. ومع ذلک لما کان الدجّال المفسد المضل خارجا من الأرض بأنواع المکائد والحیل والفنون الأرضیة السفلیة أُختیرَ لفظ النزول للمسیح الموعود مناسبةً ومحاذاة للخارج الأرضی، وإشارةً إلی أن الدجّال یُهیِّج فتنته من الحِیَل الأرضیة والمکائد السفلیة، والمسیح الموعود لا یأتی بشیء من الأرض من سیف أو سهم أو رمح بل یأتی بالأسلحة الفلکیة، وینزل علی أجنحة الملائکة، لا یکون معہ شیء من الأسباب الأرضیة، ویؤیَّدُ بآیات السماء وبرکاتها، فکأنه ملَکٌ ﴿۳۷﴾ نزل من السماء لإهلاک العفریت الأرضی☆ وإطفاءِ شعلة شروره. واعلم أن لفظ النزول تبشیر سماوی للمسلمین لئلا ینقطع رجاؤهم فی زمان تُصبّ علیهم المصائب، وتقل الحیَل الأرضیة والوسائل السفلیة، وترتعد قلوبهم برؤیة غلبة النصاری ودولتهم وشدة قوتهم، و قوة مکائد أئمة دینهم الذین هم الدجّال الأکبر المعهود، والمظهر الأ تمّ للشیطان، لم یُرَ مثلهم ومثل مکائدهم فی العالمین.

فبشّر اللّٰه المسلمین المستضعفین فی آخر الزمان وقال إنکم إذا رأیتم أن أئمة دین النصاری قد غلبوا علی وجه الأرض، وأهلکوا أهلها بأنواع مکائدهم وحیلهم وعلومهم، وجذبِهم قلوب الناس إلیهم، ورفقِهم ولین قولهم، ومداراتِهم التی بطریق النفاق، واستعمالِهم ضروبا من الحیل، وتألیفِ القلوب بالتعلیم والأموال والنساء والمناصب والمداواة والتشویقات

☆**الحاشیة** . قد جاء فی بعض الأحادیث أن الدجّال لا یکون من نوع الإنس بل إنما هو شیطان یوسوس فی صدور تابعیه فی آخر الزمان، فتوابعه یکونون مظاهره ومظهر إرادته. منه.

والأمانی والخداع، وإراءةِ حکومة الدنیا وسلطانها، ومواعیدِ القرب من دولتهم والتعزز عند أمرائهم، ووجدتم أنهم قد أحاطوا علی البلاد کلها وأفسدوا فسادًا کبیر بسحر کلماتهم وعجائب تلبیساتهم، وفنونهم الأرضیة التی بلغت منتهاها، فلا تخافوا ولا تحزنوا، فإنّا نری ضعفکم وکسلکم فی دینکم، وقلةَ علمکم وعقلکم وهمتکم ومالکم، وقلةَ حیلکم فی تلک الأیام، ونری أنکم صرتم قوما مستضعَفین، فنُنزِل فی تلک الأیام نصرةً من عندنا من السماء ، وعبدًا من لدُنّا، ویأتیکم مددنا من العرش خالصًا من أیدینا ومن نفخنا، لا یُخالطه سبب من أسباب الأرض، فنُتِمُّ حجة دِیننا علی الظالمین.

وقد أشیر فی بعض الأحادیث أن المسیح الموعود والدجّال المعهود یظهران فی بعض البلاد المشرقیة، یعنی فی ملک **الهند**، ثم یُسافر المسیح الموعود أو خلیفة من خلفائه إلی أرض دمشق، فهذا معنی القول الذی جاء فی حدیث مسلم أن عیسی ینزل عند منارة دمشق، فإن النزیل هو المسافر الوارد من مُلک آخر وفی الحدیث.. یعنی لفظ المشرق.. إشارة إلی أنه یسیر إلی مدینة دمشق من بعض البلاد المشرقیة وهو مُلک الهند وقد أُلقِیَ فی قلبی أن قول عیسٰی عند المنارة دمشق، إشا رةٌ إلی زمان ظهوره، فإن أعداد حروفه تدل علی السنة الهجریة التی بعثنی اللّٰه فیه واختار ذکر لفظ المنارة إشارةً إلی أن أرض دمشق تنیر وتشرق بدعوات المسیح الموعود بعدما أظلمت بأنواع البدعات، وأنت تعلم أن أرض دمشق کانت منبع فتن المتنصرین.

وتفصیله کما رأیناه فی أناجیل النصاریٰ أن **بُولُص** الذی کان أول رجل أفسد دین النصاری وأضلهم، وأجاح أصولهم، ومکر مکرًا کُبّارًا، وسار إلٰی دمشق وافتریٰ من عند نفسه قصة طویلة لیعرضها

علـى بـعـض سـادات الـنصارىٰ الذين كانوا غافلين من مكائده، وكانوا سفهاء بادى الـرأى، ذوى الآراء السـطحية والعقول الناقصة الضعيفة، سَرِيع الإيـمان بالخرافات ﴿۳۸﴾ الـمـنـقـولة والـعـجـائبات المروية، ولو كان ناقلها وراويها امراً كذّابا مفسدًا، فلقى بـولص فى دمشق رجلا منهم الذى كان اسمه أنانيا، وكان أولهم غباوة وسريع الميل إلـى مثـل هذه المزخرفات، فقال يا سيدى إنى رأيت كشفًا عجيبا.. أنى كنت أسير مع جملة فرسان إلى جهة من الجهات، وكنت من أشد الأعداء لدين المسيح، أروح وأغـدو فـى هـذا الـفـكـر، فـنــزل علىّ المسيح ونادانى من الضوء، وسمعت صوته وعـرفتـه، فـقـال لـم تـؤذيـنـى يـا بـولص؟ أتطيق أن تضرب يدك على رمح الحديد فـزجرنى وخوّفنى حتى خفت وارتعدت، فقلت :يـا ربّى إنّى تبت ممّا فعلت، فأُمُرُ ما أفعل بعد ذلك. فأمرنى وقال :سِرُ إلٰـى مدينة دمشق، وابحثُ فيها عن رجل اسمه أنـانيـا، واقـصـصُ عليه هذه القصة، فهو يعرّفك ما يكون عملك فـالحمد للّٰه أنى وجـدتك ورأيتك عـلـى صـفات عرّفنى بها ربّى المسيحُ ثـم قـال بعد تمهيد هذه الـمـكائد يا سيدى إنى برىء من دين اليهود، فأدخِلْنى فى الملّة المقدسة النصرانية، فإنّى جئتك مؤمنا ومبشرا من المسيح فتنصّرَ على يد أنانيا، وأجابه أنانيا فى كل ما طـلبـه وعـظّـمـه وأشاع هذه القصة فى مدينة دمشق. فـأوّلُ أرضٍ غُرِسَ فيه شـجرة ربـوبية المسيح هى مدينة دمشق، وغرَس بولص فيها هٰذه الأشجار الخبيثة وأهلك أهـلهـا، فـالـنصارىٰ كلهم أشجار بذر بولص الذى بذره فى دمشق، فأراد رسول اللّٰه صـلى اللّٰه عليه وسلم أن يـذكـر مدينة دمشق فى نبأ المسيح الموعود تنبيهًا إلى أن تـلـك الأرض كانت مبداً للفساد، ومنبعًا أوّلا لفتن التنصّر ولجعلِ العبد إلهًا. ثـم سيـصـل عبـدٌ مُـوَحّـدٌ إليـه فـى آخـر الـزمان لإشاعة التوحيد كما وصل بولص لإشـاعة الشـرك والـكـفـر والـخبـث، تـلبيسًـا مـن عـنـد نـفسـه، ليكـون لـه

مکانًا فی أعین النصاریٰ فالحاصل أن دمشق کان أصلًا ومنبعا لفتن المتنصّرین، وکان مبدأ الفساد ومبدأ کید الکائدین. فبشّر اللّٰه لعباده أن فتنة ألوهیّة المسیح تُجاح وتُزال من وجه الأرض کلها حتی من دمشق الذی کان مبدؤها ومنبعها، وینتهی کمال التوحید إلیه کما ابتدأت الفتن منه وهذا فعل اللّٰه وعجیب فی أعین الذین لا یؤمنون بعجائب رحمة أرحم الراحمین.

وأما قتل الدجّال الذی هو من **علامات** المسیح.. فاعلموا أیها الأعزة أیدکم اللّٰه.. أن لفظ الدجّال لیس اسم أحد سماه أبواه به، بل هو فی اللغة فئة عظیمة یقطعون نواحی الأرض سیرًا، ویُغطّون الحق علی الباطل ویرونه کالحق الخالص المحض، وینجّسون وجه الأرض بالتمویهات والتلبیسات، ویفُوقون مکرًا وکیدًا کلّ مکّار وکائد، وتعمّ الأرضَ کلها بلیّاتُهم وآفاتهم. ولو کان المراد من لفظ الدجّال رجلًا خاصًّا لبیّن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اسم ذلک الرجل الذی لُقّب بالدجّال، أعنی الاسم الذی سماه والداه، وبیّن اسم والدیه، ولکن لم یُبین ولم یصرّح اسم أبیه وأمه. فوجب علینا أن لا ننحت من عند أنفسنا رجلا خاصًّا، بل ننظر فی لسان العرب، ونقدم معنی یهدی إلیه لغة قریش، فإذا ثبت معناه أنه فئة الکائدین ﴿۳۹﴾ فوجب بضرورة التزام معنی اللفظ أن نقر بأنه فئة عظیمة فاقوا مکرا وکیدا وتلبیسا أهلَ زمانهم، ونجّسوا الأرض کلها بخیالاتهم الفاسدة ثم إذا رجعنا إلی القرآن ونظرنا فیه.. هل هو یبین ذکر رجل خاص مسمی دجّالا، فلا نجد فیه منه أثرًا ولا إلیه إشارة، مع أنه کفَل ذِکرَ واقعات عظیمة لها دخلٌ فی الدین، وقال: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ[1]، وقال فی مقامات کثیر ة إن فی القرآن تفصیل کلّ شیءٍ، ولکن لا نجد فی القرآن ذکر الدجّال الذی هو فرد خاص بزعم القوم إجمالا، فضلا عن التفصیلات. نعم إنّا نری أن القرآن قد ذکر صریحا فئة مفسدة

[1] الانعام:۳۹

فـي الـدين، وذكر أن في آخر الزمان يكون قـومًـا مكّارين مفسدين، ينسلون من كلّ حـدب، ويهيّجون الفتن في الأرض كأمواج البحار، فتلك هي الفئة التي سُمّيت في الأحـاديث دجّالًا. والـلّٰـه يـعـلـم أن هذا الأمر حق وظهرت العلامات كلها. ألا ترى أنهـم أشـاعـوا الـكـفـر والشرك أكثر مما أشاع الكفار كلهم من وقت آدم إلى هذا الـوقـت والأمـاكـن الّتي مرّوا بها وتسلّطوا عليها فقد بذروا فيها بذر الكذب والفتنة والـفسـاد والتنازعات على جيفة الدّنيا وأموالها وأراضيها وعماراتها وإماراتها. وقد هيّـجـوا بـعـض الـناس على بعض بلطائف الحِيَل والتدابير المُوقِعة في المجادلات، وقـد أشاعوا الفسق والإلحاد والزندقة، وعلّموا أهل الدنيا سِيَرًا دجّالية وفتنًا لطيفة، ومـا بـقيـت الأمـانة فـي هـذه الـديار ولا الديانة ولا الصدق ولا الوفاء ولا العهد ولا الحياء ولا فِكر الآخرة إلا ما شاء ربّ العالمين.

يتـوادّون لِـلـدُّنيـا، ويتبـاغـضـون لِـلدُّنيا، ويُلاقون لِلدّنيا، ويفارقون لِلدُّنيا، ولا يستبشـرون إلا بـذكـر الدنيا وزخارفها وفيهم لُصوص وخدّاعون وغاصبون يتمنون مـوت الشـركـاء بـل مـوت الآبـاء لمتاع قليل من الدنيا وعرضها، وأراهم من موتهم غافلين. والـحـاصـل أن قـوم النصارى قومٌ قويُّ الهمّة في إشاعة الفتن والضلالات، وإلـقـاء التـفـرقة فـي الأقـوام والقبائل، شديدُ الهيبة صاحب البطش وصاحب الدولة والـمـال الـجزيل، مبدأ الفتن كلها، لا يأمنهم قريب ولا بعيد وجدوا أهل هذه الديار كـعـصـفـور، فـنـتـفـوا مـن ريشهـم وأكـلـوا مـن لـحمهم، وتركوهم في مَكاره الدنيا وشدائدها، وجعلوهم كأنفسهم ضالّين ومضلّين.

وقـد تـعسّـرت عليهم تجاراتهم وسوقهم وكسبهم، ونهبتْ إيمانَهم ريـاحُ الـضـلالات، وقـد ضـلّ أحداثهم ونساؤهم وذراريهم من هذه الفتن الهـائـجة كـالـطوفـان العظيم. وتـنـصّـرَ خـلـق كثيـر مـن سـادات القوم

ومن أولاد مشائخهم وعلمائهم وأمرائهم، فبعضهم ارتدوا طمعًا فى أموالهم، وبعضهم طمعًا فى نسائهم، وبعضهم طمعًا فى الخمر وطرق الفسق والحرية النصرانية التى قد بلغت إلى الغاية، وبعضهم من الترغيب فى حكومة الدنيا وسلطانها ومناصبها ولذاتها وشهواتها. وأمّا الذين حماهم فضل اللّٰه وعنايته فأبرياء منهم، وقليل ما هم. فهذه مصيبة عظيمة على الإسلام، وداهية يرتعد منه روح
الكرام، ولا تخَلُّصَ منها إلا بعنّاية تنــزل من السماء ، لأن همم المسلمين قد ﴿۴۰﴾
تقاصرت، والمصائب عليهم قد نزلت، والمعاصى قد كثرت، أكبّوا على الدنيا وزخارفها، وأكثرهم هلكوا مع الهالكين. فلا تكن من الممترين فى كون النصارى دجّالا معهودًا ومظهرًا عظيمًا للشيطان. وانظرْ إلٰى فتنتهم وسحرهم وتسخيرهم المياهَ والأدخنة والجبال والبحار والأنهار، وإخراجِهم خزائن الأرض ومكائدهم وإضلالاتهم، هل تجد نظيرهم فى الأولين والآخرين.

وأمّا قول بعض علماء الإسلام إن المسيح الموعود يُحارب النصارى، ولا يرضى إلا بقتلهم أو إسلامهم، فهذا افتراء على كتاب اللّٰه ورسوله. فإنّا إذا نظرنا الصحاح بنظر الإمعان فما وجدنا أثره فيها، ونعلم مستيقنًا أن العلماء اخطأوا فى فهم تلك الأحاديث، ووضعوا الألفاظ فى غير موضعها. ألم يعلموا أن القرآن لا يصدّق هذا البيان.. والبخارى الذى هو أصحّ الكتب بعد كتاب اللّٰه يكذّبه بالبيان الصريح؟ وقد جاء فيه حديثٌ ذُكِر فيه أن عيسٰى يضع الحرب، فهذهٖ إشارة صريحة إلى أنه لا يحارب بالسيف والسنان. ثم أَنصِفوا رحمكم اللّٰه أن النصارى لا يحاربون المسلمين لإشاعة دينهم فى زماننا هذا، ولا يصُدّونهم عن دين اللّٰه بأيديهم، فكيف يجوز للمسلمين أن يحاربوهم مع كونهم ممنوعين؟

بل الدولة البرطانية محسنةٌ إلى المسلمين، والملكة المكرّمة التى

نحن رعايا لها يرجَح الإسلامُ فى باطنها على ملل أُخرى، بل سمعنا أزيد من هذا، ولكن لا نرى أن نذكرها فالحاصل أنها كريمة، وألقى الله فى قلبها حب الإسلام، فلهذا السبب جعلها الله مواسية للمسلمين، حتى إنها تحب أن يُشاع الإسلام فى بلادها، وتقرأُ بعض كتب لساننا من مسلم آواه عندها، وسُرّتْ بشيوع ديننا فى بلادها المغربية، بل أسلمت طائفةٌ من قومها فى بلدة قريبة من دار دولتها، فرحمتُهم وأحسنت إليهم، وأشاعت كتبهم فى أقاربها، وتريد أن تؤوى بعضهم فى أعزة أمرائها، وأمرتُهم أن **يعمّروا مساجد** لعبادتهم ويعبدوا ربهم آمنين.

ونحن نعيش تحت ظلها بالأمن والعافية والحرية التامة نصلى ونصوم، ونأمر بالمعروف وننهى عن المنكر، ونردّ على النصارىٰ كيف نشاء، ولا مانع ولا حارج ولا مزاحم، وهذا كله من حسن نيتها وصفاء قلبها وكمال عدلها ووالله لو هاجرنا إلى بلاد ملوك الإسلام لما رأينا أمنًا وراحةً أزيدَ من هذا. وقد أحسنتْ إلينا وإلىٰ آبائنا بآلاء لا نستطيع شكرها ومن أعظم الإحسانات أنها وأمراء ها لا يُداخلون فى ديننا مثقال ذرّة، ولا يمنعنا أحد منهم من فرائضنا وسُنننا ونوافلنا وردِّنا على مذهب قومهم، ولا يبخلون فى النعماء الدنيوية، وإنهم لمن العادلين.

فلا يجوز عندى أن يسلك رعايا الهند من المسلمين مسلك البُغاوة، وأن يرفعوا على هذه الدولة المحسنة سيوفهم، أو يعينوا أحدًا فى هذا الأمر، ويعاونوا على شر أحد من المخالفين بالقول أو الفعل أو الإشارة أو المال أو التدابير المفسدة، بل هذه الأمور حرام قطعى، ومن أرادها فقد عصى الله ورسوله وضل ضلالا مبينا. بل الشكر واجب.. ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله. وإيذاء المحسن شر وخبث وخروج من طريق الإنصاف والدّيانة الإسلامية، والله لا يُحب المعتدين. نعم ﴿۴۱﴾

إن علماء النصارى يفسدون فى الأرض باتخاذهم العبد إلهًا ودعوتِهم إلى طاغوتهم وإشاعتهم مذهب التنصر فى الأكناف والأقطار والقريب والبعيد، ولكن لا شك أن ذيل هذه الدولة منـــزه عن مثل هذه الأمور وتحريكاتها، وما أظن أن أحدا من عقلائهم يعتقد بأن عيسى إله فى الحقيقة، بل يضحكون على مثل هذه الاعتقادات ويميلون إلى الإسلام يومًا فيومًا. بل إنّا نرى أنّ فى دار دولة الملكة المكرّمة قد هبت رياح نفحات الإسلام، ونرى الناس يدخلون فيه أفواجًا فى كل سنة، ويردّون على النصارى بالحرية التامة. وأن أمراء ها الذين أُرسِلوا إلى ديار الهند لنظمها ونسقها لا يظلمون الناس كظلم الجبارين، ولا يستعجلون فى فصل القضايا، وينظرون إلى رعاياهم بعين واحدة، ولا يظلمون الناس، ويعيش كل قوم تحتهم آمنين.

والذين من القسّيسين يدعون إلى الإنجيل وتعاليمه الباطلة المحرفة، فهم لا يظلموننا بأيدينا، ولا يرفعون السيف علينا، ولا يقتلون لمذهبهم قومنا، ولا يسُبون ذرارينا، ولا ينهبون أموالنا، بل يصل شرهم إلينا من طريق التأليفات المفسدة، والتقريرات المضلّة، وتوهين سيّدنا ونبيّنا صلى الله عليه وسلم، والردِّ على الفرقان الكريم وتعليمه. والدولة البرطانية لا تعينهم فى أمر من الأمور، ولا ترجحهم على المسلمين، بل نرى أن هذه الدولة العادلة قد أعطت كل قوم حرية تامة، وأجازتهم إلى حد القانون، فيفعل الناس برعاية قانونهم ما يشاء ون، ويرد كل مذهب على مذهب آخر، وتجرى المناظرات فى هذه الديار كأمواج البحار، والدولة لا تداخل فيهم وتتركهم مجادلين. ثم لم أزلُ أتحدق فى هذا السر الغامض.. أعنى فى أنّ اللّٰه تعالىٰ لِمَ لَمْ يُرسل المسيح الموعود بالسيف والسنان، بل أمره للرفق والغربة والتواضع ولين القول والمجادلة بالحكمة والمداراة وحسن البيان، بل منعه أن يزيد على ذٰلك،

فكنتُ أُفكر فى هذا حتى كشف اللّٰه علىّ هذا السرّ، فعلمت أن اللّٰه تبارك وتعالى لا يُرسل مصلحًا.. رسولًا كان أو مجدّدًا.. إلّا بإصلاحات اقتضتْها كوائفُ مفاسد الزمان وأهل الأرضين.

فقد يتفق أن الناس مع شِركهم وفساد عقيدتهم يكونون قومًا جبّارين معتدين فاسقين، يظلمون الضعفاء ويُعادون أهل الحق عداوة منجرّة إلى القتل والنهب والسبى، ويسفكون دماء هم، وينهبون أموالهم، ويسْبون ذراريهم، ويعثون فى الأرض مفسدين. ويعطيهم اللّٰه ابتلاءً من عنده قوةً فى الجسم، وكثرة فى المال، وإمارة فى الأرض، فيكفُرون نعم اللّٰه، ولا يتوجّهون إلى وعظِ واعظٍ، ولا نداءِ مناد، ولا إلى أسرارِ حكمة تخرج من أفواه الحكماء، بل عندهم جوابُ كلِّها السيفُ أو الرمح. ويعيشون كالأنعام أو كالسكارى، ولهم قلوب لا يفقهون بها، ولهم آذان لا يسمعون بها، ولهم أعيُن لا يُبصرون بها، ويتكبرون بما أعطاهم اللّٰه من مُلكٍ ﴿۴۲﴾
ورياسة ومال وثروة، ويؤذون الذين يدخلون فى دين اللّٰه وكادوا يقتلونهم، ويصدّون عن سبيل اللّٰه مستكبرين. ويتعامون بعد رؤية الآيات ومشاهدة البينات، وقد تمّت عليهم حُجّة اللّٰه فلا يبالونها، بل يزيدون فى الظلم والعصبية وحمية الجاهلية والقساوة وإيذاء المبلّغين.

فيغضب اللّٰه غضبا شديدًا على تلك الأقوام، ويريد أن يفكّ نظامهم، ويجعل أعزّتَهم أذلّةً، ويُنزل عليهم عذابًا من الأرض أو من السماء ، أو يجعلهم شِيَعًا ليذيق بعضَهم بأسَ بعض، ويأمرُ رسولَه ليؤدّبهم بالسيف والسنان، ويستخلص المسلمين منهم ويكسر هامة الظالمين. فيقتل الرسولُ المأمور قتلًا مهيبا، ويُثخن فى الأرض إثخانا عجيبا، حتى يضعف المستكبرون ويتقوّى المستضعفون، ويُبدّلهم اللّٰه من بعد خوفهم أمنًا، فيعبدونه مطمئنين، ويدخلون فى دينه آمنين. وإن تطلب نظير هذا

النوع من الفساد فتجد فی زمان کلیم اللّٰہ وخاتم النبیین.

وقد یتفق أن الناس یضیّعون دینهم ودیانتهم، ولکنهم لا یقاتلون أنبیاء اللّٰہ ومرسلیه للدین، ولا یفسدون فی الأرض بالسیف والسّنان، بل بتقاریر المُضلّةِ وزیغ البیان، ولا یریدون أن یُبطلوا شعائر الإسلام بالرماح والسهام، بل بالمکائد وسحر الکلام، ولا یؤذون طالب الحق إذا أراد أن یقبل الحق، وکذلک یفعلون لوجه من الوجهین :**أحدهما** إذا کانت تلک الأقوام الذین أُرسل إلیهم رسول أو مُحدَّثٌ ضعفاءَ غیر قادرین علی إیذاء أحد، فلا یظلمون المرسلین لعدم قدرة الظلم وفقدان أسباب البطش والقتل والسفک، ویری اللّٰہ أنهم مع خبث نفسهم وکثرة مکائدهم، لا یستطیعون أن یؤذوا أحدًا ویظلموا مُصلحا، ویری أنهم مستضعفون مغلوبون وقد یکون سبب هذا الضعف مشاجرات وقعت بینهم وسلبت طاقتهم، وقد یکون سببه استیلاء قوم آخرین، وقد یجتمعان فیزیدان عجزا وضعفا. **وثانیهما** :إذا کانت تلک الأقوام مُهذّبین مع کونهم ملوکا وسلاطین، فلا یمنعون رُسُلَ اللّٰہ من دعواتهم ولا یظلمون ولا یؤذون، بل تکون حکومتهم حکومة الأمن ولا یعثون فی الأرض ظالمین سفّاکین، صادّین عن سُبل اللّٰه، ولا یسلّون السیوف لإشاعة الباطل کالمعتدین، بل یکیدون ویمکرون، ویدعون الناس إلی دینهم بلطائف الحِیل، ویفسدون النفوس ولا یؤذون الأجسام، بل یترکون الناس منعمین.

وإن تطلب نظیر هذا النوع من الأقوام فتجد فی زمان عیسٰی علیه السلام لأن عیسٰیؑ أُرسل إلی قوم قد مُزّقوا کلّ ممزّق من قبل مجیئه، وضُربت علیهم الذلّة والمسکنة، واضمحلت ریاساتهم وبطلت إماراتهم، وکانت الدولة الرومیة لا تداخل فی دین الیهود، فما رأی عیسٰی علیه السلام أن یُقاتلهم، لأن المرسلین یدعون بالرفق والحلم والرحمة، ولا یرفعون السیف إلا علی الذین یرفعون علیهم، ویصلحون فساد العقل بالعقل،

﴿۴۳﴾ وفساد السيف بالسيف، ويداوون كل مرض كما يليق وينبغي :السيف بالسيف والكلام بالكلام، ولا يحبّون أن يكونوا من المعتدين.

وكذلك أُرسلتُ **مجدِّدًا محدَّثًا** لآخر الزمان، ووجدتُ أعداء دين الإسلام لا يقاتلون المسلمين للدّين، وما سلّوا سيوفا وما قوَّموا رماحا لإشاعة دينهم، بل يُشيعون دينهم بالمكائد والحِيل العقلية، وتأليفِ الكتب المضلِّة المغلِّطة، ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين. فما كان الله أن يسلّ عليهم السيف، وكيف يقتل الله قومًا لا يبارزون بالسيوف، بل يطلبون الدلائل كالفيلسوف؟ ومع ذٰلك إنهم قوم غافلون، جاء وا من أقصى البلاد لا يعرفون شيئًا من حقائق القرآن وأنواره ولطائفه ودقائقه، وقد نشأوا فى الديار البعيدة من الإسلام، فلما لاقوا المسلمين ووردوا فى ديارنا وجدوا المسلمين فى أنواع الظلام من الآثام، فقست قلوبهم برؤية المبتدعين، وكانوا من كلام الله غافلين. وما آذونا وما قتلونا وما سعوا فى الأرض سفّاكين. فلا يرضى عقل سليم وفهم مستقيم، أن ندفع الحسنة بالسيئة، ونؤذى قوما أحسنوا إلينا، ونرفع السيف على أعناقهم قبل أن نتمّ الحجة على قلوبهم، وقبل أن نسكّتهم بالبراهين العقلية والآيات السماوية، وقبل أن يظهَر أنهم عصوا عمدًا بعدما رأوا الآيات وبعدما تبين الرشد من الغى فلو نترك الرحم والرفق والمدارات ونقوم عليهم سفّاكين جبّارين، فلا يكون ذنب أكبر منه، وإذًا كنّا أخبث الظالمين.

فهذا هو السبب الذى أرسلنى الله تعالىٰ على قدم المسيح. فإنه رأى زمانى كزمانه، وقوما كقومه، ورأى النعلَ طابَقَ بالنعل، فأرسلَنى قبل عذاب من السماء لأنذر قوما ما أُنذرَ آباؤهم ولتستبين سبيل المجرمين. وأنت ترى أن أكثر المسلمين اتبعوا شهواتهم، وأضاعوا الصوم

والصلاة، وقست قلوبهم، وفسدت طبائعهم، وما بقى فيهم إلا اسم الإسلام ورسمُ الدخول فى المساجد، ولا يعلمون ما الإخلاص وما الذوق وما الشوق، وكثير منهم يزنون ويشربون الخمر ويكذبون، ويحبون المال حبا جما، ويعملون السيئات، ويؤثرون البدعات على هدى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فكيف الكافرون الغافلون الذين لا يعلمون شيئا ولا يعقلون، ولا يتكلمون إلا كغطيط النائم، وما يدرون ما سبل الإسلام وما البراهين! فظهر من ههنا أن العقيدة التى استحكمت فى قلوب العوام أن **المهدى والمسيح** يظهران فى آخر الزمان ويقتلان كل من لم يسلم، ليس بشىء، و بل إنه لخطأ مبين.

أيُفتى العقل السليم أن اللّٰه الذى هو الرحيم والكريم، يأخذ الغافلين فى غفلتهم، ويُهلكهم بالسيف أو عذاب السماء، ولَمَّا يفهموا حقيقة الإسلام وبراهينه ولم يعلموا ما الإيمان ولا الدّين؟ ثم إذا كان مدار الرحم والشفقة إزالةَ آفة قد أحاطت وكثرت، فكيف يجوز علاج مفاسد الأقلام بالسيوف والسهام بل هٰذا إقرار صريح بأننا لا نقدِر على الجواب، وليس عندنا جواب الأدلّة المضلّة إلا ضرب السيف البتّار وقتل الكفّار. وكيف يطمئن قلب المعترض الشاكّ الغافل بضرب من السيف أو السوط أو جرح من الرمح والسهم، بل هذه الأفعال كلها تزيد ريب المرتابين. ﴿۴۴﴾

ثم اعلم أن غضب اللّٰه ليس كغضب الإنسان، وهو لا يتوجّه إلا إلى قوم قد تمّت الحجّة عليهم، وأزيلت شكوكهم، ودُفعت شبهاتهم، ورأوا الآيات ثم جحدوا مع استيقان القلب، وقاموا على ضلالاتهم مبصرين. والعجب من إخواننا أنهم يعلمون أن عذاب اللّٰه لا ينزل على قوم إلا بعد إتمام الحجّة، ثم يتكلمون بمثل هذه الكلمات. والعجب الآخر أنهم ينتظرون المهدى مع أنهم يقرأون فى صحيح ابن ماجه والمستدرک حديث:

"لا مهدى إلا عيسٰى "، ويعلمون أن الصحيحين قد تركا ذِكره لضعفِ أحاديث سُمعت فى أمره، ويعلمون أن أحاديث ظهور المهدى كلها ضعيفة مجروحة، بل بعضها موضوعة، ما ثبت منها شىء ، ثم يُصرّون على مجيئه كأنهم ليسوا بعالمين.

وأما الاختلافات التى وقعت فى خبر نزول المسيح، فالأصل فى هذا الباب أن الأخبار المستقبلة المتعلقة بالدنيا لا تخلو عن الابتلاء ، وكذلك يريد اللّٰه منها فتنةَ قوم واصطفاء قوم، فيجعل فى مثل هذه الأخبار استعاراتٍ ومجازات، ويُدقّق مأخذها ويجعلها غامضة دقيقة فتنةً للذين يُكذّبون المرسلين، ويظنون ظن السوء كالمستعجلين. ألا ترى إلى اليهود كيف شَقُوا فى ردِّ الرسول الصادق الذى جاء كطلوع الشمس مع وجود خبر مجيئه فى كتبهم. ولو شاء اللّٰه لكتب فى التوراة كل ما يهديهم إلى صراط مستقيم، ولأخبرهم عن اسم خاتم الأنبياء صلى الله عليه و سلم وعن اسم والده واسم بلدته وزمان ظهوره واسم صحابته واسم دار هجرته، ولكتب صريحًا أنه يأتى من بنى إسماعيل، ولكن ما فعل اللّٰه كذلك بل كتب فى التوراة أنه يكون منكم من إخوانكم، فمالت آراء اليهود إلى أن نبى آخر الزمان يكون من بنى إسرائيل، ووقعوا من هذا اللفظ المجمل فى ابتلاء عظيم، فهلك الذين ما نظروا حق النظر، وظنوا أن يخرج النبى من قومهم ومن بلادهم، وكذّبوا خاتم النبيين.

واعلم أن هذه السُنّة ليست من قبيل الظلم بل من جميل إحسانات اللّٰه على عباده الصالحين، لأنهم يُبتلون عند الأنباء النظرية الدقيقة بابتلاء دقيق من ربهم، ثم يعرفون بنور عقلهم ولطافة فراستهم الصراطَ المستقيم، فيتحقق لهم الأجر عند ربهم، ويرفع اللّٰه درجاتهم، ويميّزهم من غيرهم ويُلحقهم بالواصلين. ولو كان الخبر مشتملًا على انكشاف تام وعلامات بديهة واضحة لجاوز الأمر من حدّ الإيمان، ولأقرّ به المفسد

المعاند كما أقرّ به المؤمن المطيع، وما بقى على وجه الأرض أحد من المنكرين. ألا
ترىٰ أن أهل المِلل والنِّحل كلهم مع اختلافاتهم الكثيرة لا يختلفون فى أن الليل ﴿۴۵﴾
مظلم والنهار منير، وأن الواحد نصف الاثنين، وأن لكل إنسان لسان وأذنين، وأنف
وعينين، ولكن اللّٰه ما جعل الإيمانيات من البديهيات، ولو جعل لضاع الثواب وبطل
العمل، فتَفكّرْ فإن اللّٰه يهدى المتفكرين. ومن كان عالما صالحًا مجتهدا فى طلب
الحق ينوِّر اللّٰه قلبَه، ويُريه طريقه، ويعطيه فراسة من عنده، وإن اللّٰه لا يضيع أجر
المحسنين. والذين كفرونى ولعنونى ما تدبّروا فى كتاب اللّٰه حق التدبر، وظنوا ظن
السوء ، وما تفكروا فى أنفسهم أن العاقل لا يختار السوء والضلالة لنفسه، ولا
يفترى على اللّٰه، وكيف يختار طريقا ويعلم أن فيه هلاكه وأى شيء يحمله على
ذلك الوبال مع علمه أنه طريق الخسران فى الدنيا والآخرة ولا يخفى على أعدائى
أنى امرؤ قد نفد عمرى فى تأييد الدين حتى جاء نى الشيب من الشباب، فكيف يظن
عاقل أن أختار الكفرَ والإلحاد فى كبر سنّى ووهن جسمى وقربى من القبر سبحان
ربّى! إن هٰذا إلا ظلم مبين. وها أنا برىء من بهتانهم، وما أجد عند النظر فى عقائدى
من سريان الوهم بهذا، واللّٰه يعلم ما فى قلبى وقلوبهم، وتوكلت عليه. وما حمل
عقلاء هم على مخالفتى إلا حبُّ الدنيا وناموسها، والحسدُ الذى لا ينفكّ من أكثر
العلماء إلا من حفظه اللّٰه برحمته. وقد جرت عادة أكثر العلماء هكذا أنهم إذا رأوا
رجلًا يقول قولا فوق أفهامهم فلا يتفكرون فيه، ولا يسألون القائل ليبين لهم حقيقته،
بل يشتعلون بمجرد السماع، ويكفرونه فى أول مجلس، ويلعنونه ويُكثرون القول
فيه، وكادوا أن يقتلوه مشتعلين. وقال اللّٰه: يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ
رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ [1].

والأمر الحق الذى يعلمه اللّٰه أن المسلمين كانوا فى هذا الزمان كأفراخ العصافير

[1] يٰس:۳۱

ما بلغوا أشُدَّهم الروحانية، وسقطوا من أكنانهم وأوكارهم وأعشاشهم، فأراد اللّٰه أن يجمعهم تحت جناحى، ويذيقهم حلاوة الإيمان، ولذةّ أُنس الرحمٰن، ويجعلهم من العارفين. فمن كان عاقلًا طالبًا للنجاة فليبادرْ إلىّ، ولا يُبادرُ إلىّ إلا الذى يخاف اللّٰه وينبذ الدنيا من أيديه وعِرضها وناموسها، ويبادر إلى الآخرة، ويرتضى لنفسه كل لعن وطعن، وأقوال الأعداء وهجر الأحباء، وسبّ السّابّين.

التنبيه

اعلم يا أخى.. أراك اللّٰه من عنده طرق الصواب.. ان الذين يعتقدون نزول عيسى عليه السلام وصعوده بجسمه العنصرى إلى السماء قد يستدلّون على حياته بقوله تعالى: وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ [1] واللّٰه يعلم أنهم خاطئون فى هذا الاستدلال وإن هم إلّا يظنون، ويُضلّون الناس بغير علم، ثم ينهضون لإيذاء أهل الحق بألسنة حداد، ولا يخافون اللّٰه ويسمّون المؤمنين كافرين. إنما مثلهم كمثل قوم اتخذوا مسجدًا ضِرارًا وكفرًا وتفريقًا بين المؤمنين. وأنت تعلم أنّا لو ﴿۳۶﴾
فرضنا أن اليهود كلهم يؤمنون بعيسى عليه السلام قبل موته كما فهموا من هذه الآية للزم المحال الصريح من هذا المعنى، وللزم أن يبقى بنى إسرائيل كلهم إلى نزول عيسى عليه السلام أحياء سالمين. لأن أمر إيمان اليهود كلهم لا يتم بحياة المسيح فقط، بل يجب لإتمامه حياةُ كفّار بنى إسرائيل كلهم من أول الزمان إلى يوم القيامة، ومع ذلك يجب حياة المسيح إلى يوم الدين. ومعلوم أن كثيرا من اليهود قد ماتوا ودفنوا ولم يؤمنوا بعيسٰى عليه السلام، فكيف يستقيم أن يُقال أن اليهود كلهم يؤمنون بالمسيح قبل موته؟ فلا شك

[1] النساء: ۱۶۰

أن هـذا الـمـعنى بديهى البطلان وظاهر الفساد ولا سبيل إلى صحته، فتفكر إن كنت من المتفكرين. ثـم إذا نـظرنا نظرا آخر وتأمّلنا فى قولهم وعقيدتهم واتفاق ندوتهم عـلى أن الموجودين فى زمان نزول المسيح يدخلون فى دين الإسلام كلهم ولا تبقى نـفس واحدة منهم منكرةً للإسلام، وتهلك المِلل كلها إلّا الإسلام، فما وجدنا هذه الـعـقيـدة موافقةً لتعليم القرآن، بل وجدناها مخالفة لقول رب العالمين؛ فإن القرآن يـعـلّـم بتـعـليم واضح، ويشهد بصوتٍ عال على أنّ اليهود والنصارىٰ يبقون إلى يوم القيامة كما قال عزّ و جلّ: فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [1]. ومعلوم أن وجـود الـعداوة والبغضاء فرعٌ لوجود المعاندين والمباغضين، ولا يتحقق إلا بعد وجودهم. ولـقـد وصّـلْـنـا لهـم الـقول وقلنا غير مرة لعلهم يتذكرون أو يكونون من الـخـائـفيـن. فـكيف نـؤمـن بأن أهل الملل كلّها تهلك فى وقتٍ من الأوقات أنكفر بآيات كتاب مبين وقد قال الله تعالى: وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [2]، وقـال: وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [3]. ومـعـلـوم أن كـون اليهـود مـغـلـوبـيـن إلى يوم القيامة يقتضى وجودهم وبقاء هم وكفرهم إلى يوم الدّين. ومـعلوم أن كل ما يُعارض أخبارَ القرآن ويُخالفه فهو كذب صريح وليس من أحـاديـث أصـدق الـصـادقين. بل المراد من هلاک الملل كلها هلاكهم بالبيّنة، ولا شک أنـه مـن هـلـک مـن البيـنة فـقد هلک، ومن أتم الحجّة علىٰ أحد فقد أهلكه، فتفكر كالمتوسّمين.

واعـلـم أن حـديـث هـلاک المِلل صحيح، ولكن أخطأ العلماء فى فهمه، ومـا فهـموا من هلاک أهل الأديان فهو ليس بصحيح، بل المعنى الصحيح هو الـذى يشيــر إليـه القـرآن فـى آية: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [4] فـقـد أشــار فـى هـذه الآية إلــى غـلبة دين الإسلام

[1] المائدة:١٥ [2] المائدة:٦٥ [3] ال عمران:٥٦ [4] الصف:١٠

علٰی کل مذهب ودين. وأنت تعلم أن دينًا إذا صار مغلوبًا مقهورًا فهو نوع من هلاک أهله بسلطان مبين. فثبت من هذا التحقيق أن تأويل آية قَبْلَ مَوْتِهِ بنحوٍ ذَكَرَه العلماء ُتأويلٌ فاسد، وقد بلغک كلام رب العالمين.

وأمّا ما رُوِىَ فى البخارى عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه فى هذا الباب، فلا تحسبه شيئا يُتوَجّه إليه، وعندنا كتاب اللّٰه فلا تطلب الهدى من غيره، فترجع بالخيبة ولن تكون من المهتدين. قال صاحب التفسير **المظهرى** إن أبا هريرة صحابى جليل القدر، ولكنه أخطأ فى هذا التأويل، ولا يوجد فى حديث ما يؤيد زعمه، ولا نرى مستفادًا من الآية ما فهمه، فلا شک أنه خالفَ الحق المبين. ﴿۴۷﴾

وما ثبت أنّ مأخذ قوله من مشكاة النبوة والسُّنّةِ المطهرة، بل هو رأى سطحى، وكان رضى الله عنه كثير الخطأ فى بعض اجتهاداته كما ثبت خطأُهُ فى حديثٍ ذكره البخارى فى صحيحه، قال حدثنى **عبد اللّٰه** بن محمد قال **حدثنا عبد** الرزاق قال أخبرنا معمر عن الزهرى عن سعيد بن مسيب عن أبى هريرة قال ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال :ما من مولود يولد إلّا والشيطان يمسّه حين يولد، فيستهلّ صارخا من مس الشيطان إياه إلا مريم وابنها، يقول أبو هريرة :واقرأوا إن شئتم: وإنى أعيذها بک وذريتها من الشيطان الرجيم. هذا ما زعم أبو هريرة، ولكن الذى اغترف شيئا من بحر كلام اللّٰه فيعلم بالبداهة أن هذا الزعم فاسد، ويعلم أن أبا هريرة استعجل فى هذا الرأى، وما أرصد نفسه لشهادة بينات القرآن ألم يعلم أن اللّٰه تعالى جعل نبيّنا أول المعصومين وقد طعَن **الزمخشرى** فى معنى هذا الحديث وتوقف فى صحّته، وكيف يجوز أن نخص ابن مريم وأُمَّه فى العصمة من مسّ الشيطان وقد قال اللّٰه تعالى: اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ [1] وقال :وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ

[1] الحجر:۴۳

حَيًّا [1] وما معنى السلام إلا الحفظ والعصمة؟ وقال: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ [2]
فلا يصحّ هذا الحديث إلا أن نريد من ابن مريم وأُمّه معنى عاما، ونقول إن كل تقىّ ونقىّ كان فى صفتهما فهو ابن مريم وأمه، وإليه أشار الزمخشرى رحمه اللّٰه. ولا يُستبعد هذا التأويل، فإن الأنبياء قد يتكلمون فى حُلل المجازات والاستعارات، ومثل ذلک كثير فى كلام سيدنا ومولانا خاتم النبيين، ومن هذا الباب قوله إن عيسى ابن مريم لينـزلن فيكم، يعنى يُبعث رجل منكم على صفته فينـزل منزلة عيسى. فما فهِم أكثر الناس معنى هٰذين الحديثين، واعتقدوا أن عيسَى الذى كان نبيًّا من بنى إسرائيل ينـزل من السماء ، وإنْ هذا إلا خطأ مبين.

ثم القرينة الثانية على خطأ أبى هريرة فى آية: "قَبْلَ مَوْتِهِ " ما جاء فى قراء ة أُبَىّ بن كعب.. أعنى :موتهم، فإنه يقرأ هكذا" :وإنْ من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موتهم"، فثبت من هذه القراء ة أن ضمير لفظ موته لا يرجع إلى عيسى عليه السلام، بل يرجع إلى أهل الكتاب. فإلى أى ثبوتٍ حاجةٌ بعد قراء ة أُبَىّ بن كعب لقوم طالبين.

ثم مع ذلک قد اختلف أهل التفسير فى مرجع ضمير بِهِ، فقال بعضهم إن هذا الضمير الذى يوجد فى آية لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ راجع إلى نبيّنا صلى اللّٰه عليه وسلم، وهذا ﴿۴۸﴾
أرجح الأقوال. وقال بعضهم إنه راجع إلى الفرقان، وقال بعضهم إنه راجع إلى اللّٰه تعالى، وقيل إنه راجع إلى عيسى، وهذا قول ضعيف ما التفت إليه أحد من المحققين. فيا حسرة على أعدائنا المخالفين! إنهم يتركون القرآن وبيّناته، بل قلوبهم فى غمرة من هذا ويقولون بإخوانهم إنّا نتبع أخبار رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وليسوا بمتّبعين، بل يتركون أقوالا ثابتة من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويبدّلون الخبيث بالطيب، ويكتمون الحق وكانوا عارفين.

[1] مريم: ۱۶ [2] الحجر: ۴۱

إنـما مثلهم كمثل سَبُعٍ اعتاد أكل الميتة، فلا يتوجه إلى الأغذية اللطيفة النظيفة مـن الثـمـرات وسـواها، ويسعى فى البرارى لها ويحتفر القبور ويطلب كل جيفة من حـمـار أو كـلـب أو خـنـزير، فإن وجدها فيكون بها أصفى فرحًا، وأوفى مرحًا، ولا يـفـارقها بـطرد الطاردين. ألا يـعـلـمـون أن لـفـظ التوفّى الذى يوجد فى القرآن قد استـعـمـلـه الـلّٰه للموتى الذين خلوا من قبله أو ماتوا من بعده أو لم يكفِ شهادةُ رب الـعـالـمين؟ أو لم يكفِ لهم ما اعتاده العرب إلى هذا الوقت وإذا قيل لجاهل أُمّيّ من العرب أن الفلانى تُوفى فيعرف أنه مات. فانظرْ، أما ترىٰ هذه المحاورة جارية فيهم ثم انظرْ أنهم كيف فرّوا معرضين.

وقـال بـعضهم أن آية: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى' حقٌّ ولا شك أنها يدلّ عـلى وفاة عيسى بـدلالةٍ قـطـعيةٍ، وإنه مات وإنّا نؤمن به، وكتبُ التفسير مملوّ ة من هذا البيان، ولكنه مـا بقى ميتًا بل بُعِثَ حيًّا بعد ثلا ثة أيـام أو سبـع ساعات، ثم رُفع إلى السماء بجسده الـعنصرى، ثم ينـزل فى آخر الزمان على الأرضِ ويمكث أربعين سنة، ثم يموت مرة ثـانيةً ويُـدفـن فـى أرض الـمـدينة فى قبر رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم. فحاصل كـلامهم أن للخَلق كلهم موت واحدٌ وللمسيح موتين. ولـكننا إذا نظرنا فى كتاب الـلّٰـه سُبـحـانـه فـوجـدنا هذا القول مخالفا لنصوصه البيّنة. ألا تـرى أن اللّٰه تبارك وتـعـالى قال فى كتابه المحكم حكايةً عن مؤمن مُغْبِطًا نفسه بما أعطاه اللّٰه من الخُلد فـى الـجـنة والإقـامة فـى دار الكرامة بلا موت : اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ۔ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [۱]

فـانظر أيها العزيز.. كيف أشـار الـلّٰه تعالى إلى امتناع الموت الثانى بعد الـمـوتة الأولـى، وبشّـرَنـا بـالخلود فى العالم الثانى بعد الموت، فلا تكن من الـمـنكرين. وأنـت تـعـلـم أن الهـمـزة فى جملة :أَ فَـمَـا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ

[۱] الصّٰفّٰت: ۵۹ تا ۶۱

للاستفهام التقريرى، وفيها معنى التعجب، والفاء هٰهنا للعطفِ على محذوفٍ، أى: أَنَحنُ مخلّدون مُنعَمون مع قلة أعمالنا وما نحن بميتين. واعلم أن هذا سؤال من أهل الجنة حين يسمعون قول الله تعالى: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ[1]، كما رُوِىَ عن ابن عباس فى تفسير قوله تعالى: هَنِيئًا، فعند ذلك يقولون أفما نحن بميتين إلا موتتنا الأولى. واعلَم أن قولهم هذا يكون على طريقة الابتهاج والسرور. ﴿۴۹﴾

ثم اعلم أن الاستثناء ههنا مُفرَغ، وقيل منقطع بمعنى لكن. وفى كل حالٍ يثبت من هذه الآية أن أهل الجنة يُبشَّرون بالدوام والخلد ويُبشَّرون بأن لهم لا موت إلا موتتهم الأولى. وهذا دليل صريح على أنّ الله ما جعل لأهل الجنة موتين، بل بشّرهم بالحياة الأبديّة بعد الموت الذى قد قُدّرَ لكلّ رجل. وقال فى آخر هذه الآية: إِنَّ هَـذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، فأشار إلى أن دوام الحياة وعدم الموت مع نعيم وسرورٍ وحبورٍ من التفضلات العظيمة. فإذا تقرر هذا فكيف يُتصَوَّر ويُظَنُّ أن نبيًّا كمثل عيسى.. مع كونه من المقرّبين.. محروم من هذا التفضل العظيم؟ وكيف يُتصَوَّرُ أن الله يُخلِف وعده ويردّه إلى الدُّنيا وآلامها وآفاتها ومصائبها وشدائدها ومراراتها، ثم يُميته مرةً ثانية، سبحانه هذا بهتان عظيم. وما كان لأحد أن يعود لمثله بعدما اطّلع على خطئه إن كان من المؤمنين.

وإن الأنبياء لا يُنقَلون من هذه الدنيا إلى دار الآخرة إلا بعد تكميل رسالات قد أُرسِلوا لتبليغها، ولكل بُرهةٍ من الزمان مناسبة بوجود نبيّ، فيُرسَل كل نبيّ برعاية المناسبات، وإلى هذا إشارة فى قوله تعالى: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[2]. فلو لم يكن لرسولنا وكتاب الله القرآن مناسبة لجميع الأزمنة الآتية وأهلها علاجًا ومداواةً.. لما أُرسِل ذلك النبيّ العظيم الكريم لإصلاحهم ومداواتهم للدوام

[1] المرسلٰت:۴۴ [2] الاحزاب:۴۱

إلٰى يوم القيامة. فلا حاجة لنا إلى نبيّ بعد محمد صلى الله عليه و سلم ، وقد أحاطت بركاته كلَّ أزمنة، وفيوضُه واردةٌ على قلوب الأولياء والأقطاب والمحدَّثين، بل على الخَلق كلهم، وإن لم يعلموا أنها فائضة منه، فله المنّة العظمٰى على الناس أجمعين.

والذين كثر عليهم فيضان العلوم والمعارف من هذا النبى الرسول الأُمّيّ، فمنهم قوم توجّهوا إلى كتاب اللّٰه والتدبر فيه واستنباطِ دقائقه، وقوم آخرون كانت همّتهم أَخْذَ العلوم من اللّٰه تبارک وتعالى، فهم الحكماء المحدَّثون أهلُ الحكمة الربّانية. وكل يأخذون من تلک العين المباركة، ويُرَبّون من فيوضه إلى يوم الدين. وإلى هذا أشار اللّٰه عزّ و جلّ فى قوله وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ [1] يعنى يُزكّى النبيُّ الكريم آخرين من أمته بتوجّهاته الباطنية كما كان يُزكّى صحابته، فتفكرُ فى هذه الآية واستعذ باللّٰه من شر كل مستعجل ولو كان عندک له كرامة وعزازة أو كان من عشيرتک الأقربين. ولن تجد فى الأرض أحدا من الصالحين أن يتبدّى مُرشدًا وما تفوّقَ من كأس النبى صلى الله عليه و سلم. فدَعْ عنک الالتفاتِ إلى غيره نبيًّا كان أو من المرسلين. وعليک أن تقبل ما قيل، وتتحامى القال والقيل، واعلم أنه خاتم الأنبياء ، ولا يطلع بعد شمسه إلا نجم التابعين الذين يستفيضون من نوره. هو منبع الأنوار، وكاد يحل نوره بساحة قوم منكرين.

ثمّ نرجع إلى كلماتنا الأولى ونقول إن الآية التى ذكرناها آنفا. أعنى قوله تعالى ﴿۵۰﴾
إِلّا مَوْتَتَنَا الْأُولَى، قد استدل بها الخليفةُ الأول أبو بكر الصدّيق رضى الله عنه إذا تُوفّىَ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم واختلف الناس فى وفاته، وقال عمر ما مات رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بموت حقيقى، بل يأتى مرة ثانية فى الدنيا ويقطع أنوف المنافقين وأيديهم وآذانهم، فأنكره الصدّيق ومَنعه من ذلک، ثم بادرَ إلى بيت عائشة رضى اللّٰه عنها وأتى رسولَ اللّٰه

[1] الجمعة: ۴

صلى اللّٰه عليه وسلم، وكان ميتًا على الفراشِ، فنزَع عن وجهه الرداء وقبّله وبكى، وقال :إنك طيب حيّا وميتا، لن يجمع اللّٰه عليك الموتين إلا موتتك الأولى. فرد بذلك القول قولَ عمر، وكان مأخذُ قولِه قولَه تعالى إلا مَوْتَتَنَا الْأُولٰى. وكانت لأبي بكر رضي الله عنه مناسبة عجيبة بدقائق القرآن ورموزه وأسراره ومعارفه، وكان له ملكة كاملة في استنباط المسائل من القرآن الكريم، فلذلك هُدِىَ قلبه إلى الحق وفهِم أن الرجوع إلى الدنيا موتة ثانية، وهي لا يجوز على أهل الجنة بدليل قوله تعالٰى حكايةً عن أهلها "إِلّا مَوْتَتَنَا الْأُولَى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ". فإن رجوع أهل الجنة إلى الدنيا ثم موتهم وورود آلامِ السكرات والأمراض عليهم نوعٌ من التعذيب، وقد نجّى اللّٰه إياهم من كل عذاب، وآواهم عنده بإعطاء كل حبور وسرور من يوم انتقالهم إلى الدار الآخرة، فكيف يمكن أن يرجعوا إلى دار التعذيبات مرة ثانية فهذا معنى قول أهل الجنة "وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ"[1]۔

فحاصل الكلام.. أن أبا بكر الصدّيق ردَّ بهذه الآية قولَ عمر رضي الله عنه . ثم ما اكتفى على ذلك بل قصد المسجد وانطلق معه رهط من الصحابة، فجاء وصعد المنبر، وجمَع حوله كلَّ من كان موجودا من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم أثنى على اللّٰه وصلى على رسوله وقال :أيها الناس.. اعلموا أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قد تُوفّيَ، فمن كان يعبد محمدا فليعلم أنه قد مات، ومن كان يعبد اللّٰه فإنه حيّ لا يموت، ثم قرأ :وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ[2]. فاستدل بهذه الآية على موت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بناءً على أن الأنبياء كلهم قد ماتوا. فلما سمع الصحابة قول الصدّيق رضي الله عنه ما ردَّ أحد على قوله، وما قال أحد له :أيها الرجل. إنك كذبت أو أخطأت في استدلالك أو

[1] الشعراء: ۱۳۹ [2] ال عمران: ۱۴۵

ذكرت استدلالًا ناقصًا وما كنت من المصيبين.

فلو كانوا معتقدين بأن عيسٰى حيّ إلى ذلك الزمان لردّوا علٰى أبى بكر، وقالوا كيف تفهم من هذه الآية موت الأنبياء كلهم ألا تعلم أن عيسٰى قد رُفع إلى السماء حيًّا ويأتى فى آخر الزمان؟ فإذا كان عيسٰى راجعا إلى الدنيا مرة ثانية وأنت تؤمن به، فأى حرج ومضايقة فى أن يأتينا رسولنا صلى الله عليه و سلم أيضًا كما زعمه عمر.. الذى ﴿۵۱﴾ يجرى الحق على لسانه، وله شأن عظيم فى الرأى الصائب، ولرأيه موافقة بأحكام القرآن فى مواضع، ومع ذلك هو مُلهَم ومن المحدَّثين وإن وفاة نبيناصلى الله عليه و سلم للمسلمين مصيبة ما أصيبوا بمثله.. فليس من العجب أن يرجع نبيناصلى الله عليه و سلم إلى الدنيا، بل رجوعه إلى الدنيا أحق وأولى وأنفع من رجوع المسيح، وحاجة المسلمين إلى وجوده المبارك أشدّ وأزيَد من حاجتهم إلى وجود المسيح. لكنهم ما ردّوا على الصدّيقؓ بهذه الكلمات، بل سكتوا كلهم ونبذوا من أيديهم سهام الإنكار، وقبلوا قوله، وبكوا وقالوا إنّا للّٰه وإنّا إليه راجعون. ونظروا إلٰى موت الأنبياء كلهم واطمأنوا بها، فإنهم ماتوا كلهم وما كان أحد منهم من الخالدين.

وإذا ثبت أن رجوع أهل الجنة والذين قعدوا عند مليك مقتدر بحبور وسرور ممنوعٌ، وخروجهم من نعيمهم ولذّاتهم يُخالف وعد اللّٰه، فكيف يجوِّز العاقل المؤمن أن المسيح عليه السلام محروم من هذا الفوز العظيم، ولكل بشر موت وله موتان؟ أليس هذا ممّا يخالف نصوص القرآن؟ فتدبّرْ وسَلِ اللّٰهَ يهَبُ لك فهم المتدبرين. وقد قال اللّٰه تعالى فى مقاماتٍ أخرىٰ وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ [1] وقال: فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ [2] وقال: حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [3].

فانظر أيها العزيز! كيف نترك هذا الحق الصريح بناءً على خيالات واهية

[1] الحجر: ۴۹ [2] الزمر: ۴۳ [3] الانبياء: ۹۶

و تحكّماتٍ فاسدة فتفكرْ واتق اللّٰه، إن اللّٰه يحب المتقين.

وربما يختلج فى قلبك أن رجوع الموتٰى إلى الدنيا بعد دخولهم فى الجنة ممنوع، ولكن أىّ حرج فى رجوعٍ كان قبل دخول الجنة فاعلم أنّ آيات القرآن كلها تدل على أن الميت لا يرجع إلى الدنيا أصلًا، سواء كان فى الجنة أو فى جهنم أو خارجًا منهما، وقد قرأنا عليك آنفا آية فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ [1] و اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [2]. ولا شك أن هذه الآيات تدل بدلالة صريحة على أن الذاهبين من هذه الدنيا لا يرجعون إليها أبدًا بالرجوع الحقيقى. وأعنى من الرجوع الحقيقى رجوع الموتٰى إلى الدنيا بجميع شهواتها ولوازمها، ومع كسب الأعمال من خير وشر، ومع استحقاق الأجر على ما كسبوا، ومع ذلك أعنى من الرجوع الحقيقى لُحوقَ الموتٰى بالذين فارقوهم من الآباء والأبناء والإخوان والأزواج والعشيرة الذين هم موجودون فى الدنيا، وكذلك رجوعهم إلى أموالهم التى كانوا اقترفواها، ومساكنهم التى كانوا بنَوها، وزروعهم التى كانوا زرعوها، وخزائنهم التى كانوا جمعوها. ثم من شرائط الرجوع الحقيقى أن يعيشوا فى الدنيا كما كانوا يعيشون من قبل، ويتزوجوا إن كانوا إلى النكاح محتاجين، وأن يؤمنوا باللّٰه ورسوله فيُقبَل إيمانهم ولا يُنظَر إلى كفرهم الذى ماتوا عليه، بل ينفعهم إيمانهم بعد رجوعهم إلى الدنيا وكونهم من المؤمنين. ولكنا لا نجد فى القرآن شيئا من هذه المواعيد، ولاسورةً ذُكرتْ فيها هذه المسائل، بل نجد ما يخالفه كما قال اللّٰه تعالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا [3]. فانظر كيف وعد اللّٰه للكافرين لعنة أبدية، فلو رجعوا إلى الدنيا وآمنوا بكتبه ورسله لوجب أن لا يُقبَل عنهم إيمانهم، ولا يُنزَع عنهم اللعنة الموعودة إلى الأبد كما هو منطوق الآية. وأنت تعلم أن هذا الأمر ﴿۵۲﴾

[1] الزمر:۴۳ [2] الانبياء: ۹۶ [3] البقرة:۱۶۲، ۱۶۳

يُخالف هدايات القرآن كما لا يخفى على المتفقهين.

وأما إحياء الموتٰى من دون هذه اللوازم التى ذكرناها، أو إماتة الأحياء لساعة واحدة ثم إحياؤهم من غير توقف كما نجد بيانه فى قصص القرآن الكريم فهو أمر آخر، وسرٌّ من أسرار اللّٰه تعالٰى، ولا توجد فيه آثار الحياة الحقيقى ولا علامات الموت الحقيقى، بل هو من آيات اللّٰه تعالى وإعجازات بعض أنبيائه، نؤمن به وإن لم نعلم حقيقته، ولكنا لا نسمّيه إحياءً حقيقيا ولا إماتة حقيقية. فإن رجلًا مثلًا أُحيِىَ بعد ألف سنة بإعجاز نبى ثم أُميت بلا توقف، وما رجع إلى بيته، وما عاد إلى أهله وإلى شهوات الدنيا ولذّاتها، وما كان له خِيَرةٌ مِن أن تُرَدّ إليه زوجه وأمواله وكل ما ملكت يمينه من ورثاء آخرين، بل ما مَسَّ شيئا منها ومات بلا مكث ولحق بالميّتين، فلا نسمى مثل هذا الإحياء إحياءً حقيقيا، بل نسميه آية من آيات اللّٰه تعالى ونفوّض حقيقته إلٰى رب العالمين.

ولا شك أن إحياء الموتى وإرسالهم إلى الدنيا يقلِّب كتاب اللّٰه بل يُثبت أنه ناقص، ويوجب فتنًا كثيرة فى دين الناس ودنياهم، وأكبرها فتن الدّين. مثلًا كانت امرأة نكحتْ زوجًا فتُوفّىَ، فنكحت زوجا آخر فتُوفّىَ، فنكحت ثالثا فتُوفّىَ، فأحياهم اللّٰه تعالى فى وقت واحد، فاختصموا فيها بعولَتُها، وادّعى كل واحدٍ منهم أنها زوجته، فمَن أحقُّ منهم فى كتاب اللّٰه الذى أكمل أحكامه وحدوده؟ وكيف يحكم فيهم القاضى؟ وكيف يحكم فى أموالهم وأملاكهم وبيوتهم من كتاب اللّٰه أتؤخذ من الورثاء وترد إلى الموتى الذين صاروا من الأحياء بيِّنُوا توجَروا، إن كنتم على قول اللّٰه ورسوله مطّلعين.

وكذلك الإماتة التى كانت لساعةٍ أو ساعتين ثم أُحيِىَ الميت، فليست إماتةً حقيقية بل آية من آيات اللّٰه تعالٰى، ولا يعلم حقيقته إلا هو. وأنت تعلم أن اللّٰه ما وعد بحشر الموتٰى فى القرآن إلّا وعدًا واحدًا وهو الذى

يظهر عند يوم القيامة، وأخبر عن عدم رجوع الموتى قبل يوم القيامة، فنحن نؤمن بما أخبر وننزه القرآن عن الاختلافات والتناقضات، ونؤمن بآية فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[۱] ونؤمن بآية وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ.[۲]

وإنّا لا نقول أن أهل الجنّة بعد انتقالهم إلى دار الآخرة يُحبَسون فى مكان بعيد من الجنة إلى يوم القيامة، ولا يدخل الجنة قبل القيامة إلا الشهداء، كلاّ.. بل الأنبياء عندنا أول الداخلين. أيظن المؤمن الذى يُحب الله ورسوله أن النبيين ﴿۵۳﴾ والصدّيقين يُبعَدون عن الجنة إلى يوم البعث ولا يجدون منها رائحة، وأما الشهداء فيدخلونها من غير مكثٍ خالدين

فاعلم يا أخى أن هذه العقيدة رديئة فاسدة، ومملوءة من سوء الأدب. أما قرأت ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الجنة تحت قبرى وقال إن قبر المؤمن روضة من روضات الجنة، وقال فى كتابه المحكم يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ـ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ـ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ـ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ـ[۳] وقال فى مقام آخر: قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ـ[۴] وقصّ علينا قصة رجل مات ودخل الجنة، وكان له صاحب فى الدنيا فاسق، فمات صاحبه أيضا ودخل النار، فذكَر الذى دخل الجنة قصةَ صاحبه عند أصحاب الجنة و قَالَ: هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ـ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ـ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ـ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ـ[۵]

وأنت تعلم أن هذه القصة تدل بدلالة صريحة على أن المؤمنين يدخلون الجنة بعد موتهم من غير مكث، ثم لا يُخرَجون منها ويتنعّمون فيها خالدين. وكذلك يثبت من القرآن أن أهل جهنم يدخلونها بعد الموت من غير مكث، كما لا يخفى على الذين يتدبرون فى آية فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ[۶]، وكما قال الله تعالى مِمَّا خَطِيْۤـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا[۷]. وإن كنت تطلب شاهدا من الحديث فانظر إلى أحاديث المعراج، فإن

[۱] الزمر: ۴۳ [۲] الحجر: ۴۹ [۳] الفجر: ۲۸ تا ۳۱ [۴] يسٓ: ۲۷ [۵] الصافات: ۵۵ تا ۵۸ [۶] الصافات: ۵۶ [۷] نوح: ۲۶

النبى صلى الله عليه وسلم رأى جهنم فى ليلة المعراج، وكذلك رأى الجنة، فرأى فى الجنة أهلها، وفى جهنم أهلها، فريقًا فى النعيم وفريقا من المعذّبين.

وإن قلتَ إن كتاب اللّٰه والأخبار الصحيحة شاهدةً على أن البعث حق، والميزان حق، وسؤال اللّٰه عن عباده حق واقع لا شبهة فيه، ثم بعد كل هذه الواقعات.. يعنى بعد حشر الأجساد والحساب ووزن الأعمال يدخلون أهلُ الجنة مقامَ جنتهم، ويدخلون أهلُ النار مقام نارهم، وإن كان هذا هو الحق فكيف يمكن دخول أهل الجنة وأهل جهنم فى مقامهم إلا بعد حشر الأجساد ووزن الأعمال وغيرها كما تقرر فى عقائد المسلمين قلنا لو حملنا ألفاظ تلك الآيات على ظواهرها لاختلّ نظام كتاب الله وما بقى توافُقُ آيات الله، بل وجب فى هذه الصورة أن نُقرّ بأن القرآن مملوء من الاختلافات والتناقضات وبعض آياته يُعارض بعضا. ألا ترى الآيات التى تدل علٰى دخول أهل الجنة وأهل جهنم فى رياض الخلد ونيران السعير من غير مكث وتوقف فاعلم أن فى هذه الآيات ليست مُخالفَة، وليس المراد من الحساب ووزن الأعمال وحشر الأجساد أن يخرج أهل الجنة من جنتهم ومقام عزتهم، وأنهم يؤخذون ويُحاسَبون لعلهم كانوا من أهل النار، ويُخرَج أهل النار من نارهم، ويُنظَر فى أمرهم لعلهم كانوا
من أهل الجنة، لأن الله تعالٰى يعلم الغيب ويعلم إيمان الناس وكفرهم قبل أن ﴿۵۴﴾
يُخلَقوا، ولا يعجز علمه عن درك المغيبات، بل الحساب والميزان لإظهار مكارم المكرمين وإراءة مفاسد المفسدين. ولا شك أن أهل الصلاح وأهل المعصية يرون ثمرات أعمالهم بعد الموت بغير مكثِ طرفةِ عين، وجنّتُهم ونارهم معهم حيثما كانوا، ولا تفارقانهما فى آن. ألا تنظر إلى ما قال

رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إن القبر روضة من روضات الجنة أو حفرة من حفر النـار والـميت قد يُدفن وقد يُحرق وقد يأكله الذئب وقد يغرق فى البحر، وفى كل صورة لا يفـارقه روضةُ جنته أو حفرةُ ناره. وقـد ثبـت أن كل مؤمن وكافر يُعطى من جسـم بـعـد موته، ويوضع جنته أو جهنمه فى قبره، ثم إذا كان يوم القيامة فيبعث كل ميـت ببعث جديد، ويحضرون لوزن أعمالهم، وتمشى معهم جنتهم ونارهم ونورهم وغبـارهـم، ثـم بـعـد حسـاب الأعـمـال والسـؤال بطريق إظهار العزة أو إراء ة الذلة والـوبـال، وبـعـد الـوزن وغيـرهـا من الأمور التى نؤمن بها، تقتضى رحمة اللّٰه تعالى وغـضبه تجليات جديدة، فيُمثّل اللّٰه الجنةَ فى أعين أهلها بصورة ما رأتها أعينهم قط كـمـا وعـد فـى كتـابـه لـلـمسـلـميـن، فيكون لهم ذلک اليوم يومَ المسرّة العظمٰى والسعادة الكبرىٰ، فيدخلونها فرحين آمنين.

وكـذلک تُـمثَّـلَ جهـنـم فـى أعيـن أهـلهـا، ويُـريهـا فـى صورة يفجعهم رؤيتُها، ويسمعون تغيُّظَها وزفيرها وشهيقها، ويحسبون أنهم ما رأوا مثلها من قبل وما دخلوها، فيـكـون لهـم ذلک اليوم يوم الفزع الأكبر. ولـلّـه مَـجـالى كثيرة فى أقداره وأسراره وحِـكمه، فلا تعجبوا من مَجالى اللّٰه، وادعوا اللّٰه يلهمكم طرق المهتدين. وكلّ ذلک مـكـتـوب فـى كـلام الـلّـه، وما كتبنا حرفًا من عندنا، وما حرّفنا وما افترينا. ومن كذّب الـقرآن فهو هالک، ومن اختار سبيلًا غيره فيُتَبّ وتأكله السماء بأنيابها. فاستمسکْ بكتاب اللّٰه ولا تركنْ إلى غيره فتضلّ، وحسبُنا كتاب اللّٰه إن كنا مؤمنين.

ويـكـفـى لک فـى شأن كتاب اللّٰه ما أثنى اللّٰه عليه وقال: مَـا فَرَّطْنَا فى الـكِتَـابِ مِنْ شَىْ ءٍ، فيه تفصيل كلّ شىء، وما جاء فى حديث مسلم عن زيد بن أرقم قال :قام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يومًا فينا خطيبًا بماء يُدعٰى خُـمًّـا بيـن مـكّة والـمدينة، فحمد اللّٰه وأثنى عليه، ووعظ وذكّر، ثم قال :أمّا بـعد.. ألا يـا أيهـا النـاس! إنّـمـا أنـا بشـرٌ يـوشک أن يـأتينى رسول ربّى

فأجيب، وأنا تاركٌ فيكم الثَّقَلينِ، أوّلها كتابُ اللّٰه فيه الهدىٰ والنور، فخذوا بكتاب اللّٰه واستمسِكوا به. فحثّ علٰى كتاب اللّٰه ورغّب فيه، ثم قال :وأهل بيتى، أذكّركم اللّٰه فى أهل بيتى. وكتاب اللّٰه هو حبل اللّٰه، من اتّبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على الضلالة. فانظر كيف رغّب فيه وخوّف مَن تركه مُعرضا عنه بحيث أخذ غيره الذى يعارضه. فاعلم أن القرآن إمامٌ ونورٌ، ويهدى إلى الحق، وأنه تنزيل رب العالمين.

والذين يؤثرون الأحاديث على كتاب اللّٰه هم ينسون عظمة كتاب اللّٰه ولا يتبعونه إلا قليلا، ويريدون أن يجعلوا مقام الأحاديث أرفع من مقام كتاب اللّٰه، ولا يخافون اللّٰه ولا يبالون ولا يتقون. ويقولون إنّا ألفينا على هذا آباء نا، ولو كانوا آباؤهم من الغافلين المتعصبين. لا يخفى على اللّٰه المعوّقون منهم والخادعون الذين يقولون للغافلين الأُمّيّين هَلُمَّ إلينا إنّا كنا مهتدين، وإن هؤلاء لمن الكافرين. أيجعلون قصص الأحاديث كقصص كتاب اللّٰه؟ لا يستوون عند اللّٰه، وبأىّ حديث بعد اللّٰه وآياته يؤمنون إن كانوا مؤمنين أم حسبوا أن يرضى عنهم ربهم بالأحاديث وما يُسألون عن ترك كلام اللّٰه كلا بل إنهم من المسؤولين. ﴿۵۵﴾

وكم من دلائل أقمتُ على هذه المسألة فى كتبى، وأسرّوا الندامة لما رأوا أنها الحق، ولكن ما رجعوا وما كانوا راجعين. اعلم أيها العزيز أن مدار النجاة تعليم القرآن، ولا يدخل أحد الجنة أو النار إلا من أدخله القرآن، ولا يبقى فى النار إلا من قد حبسه كتاب اللّٰه، فاعتصموا بكتاب فيه نجاتكم وقوموا للّٰه قانتين. وقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى آخر وصاياه التى تُوفى بعدها :خذوا بكتاب اللّٰه واستمسِكوا به، وأوصى بكتاب اللّٰه. وهذا الكتاب الذى هدى اللّٰه به رسولكم فخُذوا به تهتدوا. ما عندنا شيء إلا كتاب اللّٰه، فخذوا بكتاب اللّٰه.حسبكم القرآن. ما كان من شرط ليس

فـی کتـاب الـلّٰه فهو باطل. قـضـاء اللّٰه أحق. حسبـنـا کتاب اللّٰه. انـظروا صحیح البـخاری ومسلم، فإن هذه الأحادیث کلها موجودة فیهما، وقال صاحب "التلویح": إنما خبر الواحد یُرَدّ مِن معارضة الکتاب. واتفق أهل الحق علی أن کتاب اللّٰه مقدَّم عـلـی کـل قول، فإنه کتاب أُحکمت آیاته، لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه، وقـد حـفـظـه الـلّٰـه وعـصـمـه، ومـا مسّه أیدی الناس، وما اختلط فیه شیء من أقوال المخلوقین.

ولنرجعُ إلی بیاننا الأول فنقول إن القرآن کما منع من رجوع أهل الجنة إلی الدنیا، کذلک منع من رجوع أهل النار إلیها، فقال وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ کَذٰلِکَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ [1]. ثم قال فی مقام آخر لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا [2]. ثم قال فی مقام آخر یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا [3]. ثم قال فی مقام آخر فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ [4]. وقـد عـلـمـتَ آنـفا أن أهل الجنة والسعیر یدخلون مـقامیهما بعد موتهم من غیر مُکث ولا ینظرون القیامة، وقال رسول اللّٰه: من مات فقد قامت قیامته. ولولا کان الإنعام والإیلام واصلا إلی المیت بمجرد موته، فما معنی قیام الـقیامة فی حقه؟ وإذا أقررنا بأن المیّت یُعذَّب أو یُنعَم علیه بعد الموتِ من غیر توقف، فـقـد لـزمـنـا أن نُـقرّ بأن عذاب جهنم وإنعام الجنة یبدو بمجرد واقعة الموتِ من غیر مـکـث، ولأجـل ذلک جـاء فـی الأحـادیث أن أدنی نعیم المؤمنین فی القبر أن الجنة تُـزلَف لهـم، وتُـفـتَـح له غرفة من غرفاتها، فیأتیهم فی کلّ وقتٍ رَوحُ الجنة وریحانها مّن هـذه الـغرفة، وأن أدنٰی عذاب الکافر فی القبر أن تُبرَز الجحیم له وتُفتَح له حفرة ﴿۵۶﴾ مـنهـا، فیأتیه فی کلِّ وقت لظی النار من تلک الحفرة ویـوسع اللّٰه للمؤمنین بفضله ورحـمتـه الـوسیعة غـرفة الـجـنة مـن خیرات جـاریة وبـاقیـات صـالـحـات ترکهـا

[1] البقرة:۱۶۸ [2] الکهف:۱۰۹ [3] المائدة:۳۸ [4] یٰسٓ:۵۱

الـمـؤمـن لـنـفـسـه فی الدنيا، أو من دعاء أبنائه وإخوانه الصالحين، فيزيد الغرفة يومًا فيومًا حتى يصير قبر المؤمن روضة من روضات الجنة. فـانـظـر إلـى هـذه الأحاديث كيف يبين رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم انظر إلى الذين يقولون لإخوانهم إنّا نـحـن الـمـؤمـنـون بـالقرآن وأحاديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ومع ذلک يُصـرّون عـلـى أن الـدخـول فـی الجنة مخصوص بالشهداء، والذين هم غيرُهم من الأنبيـاء والـصـدّيـقيـن حتى سيدنا المصطفٰى صلى اللّٰه عليه وسلم فهم مُبعَدون عن الـجـنة لا يصل إليهم رَوحها وريحانها، وما كان لهم أن يدخلوها إلا بعد يوم القيامة. فتَعْسًا لهم ولأقوالهم! ما اتقوا اللّٰه وفضّلوا الشهداء على خاتم النبيين. ثـم لا يخفى عـلـيـک أن الـموتی بعد وفاتهم لا يُحبَسون معطّلين، بل يكونون إما فی نعيم وإما فی عذاب، وما هذا إلا الجنّة والنار، فتدبر مع المتدبرين☆.

☆ اعلَم أن وفاة عيسٰى عليه السلام ثابت بالنصوص القطعية اليقينية، وإن تطلب الثبوت من القرآن ☆ فتجد فيه آية يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ [1]، وآية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ [2]، وآية

☆ **الحاشية تحت الحاشية**: وأمّـا ثبـوت وفاة عيسى عليه السلام من قول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عـليه وسلم فـيـنـكشف عـليـک إذا تـدبّـرت فی حديث البخاری الذی جاء فی تفسير آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ. والبـخـاری ذكر هذا الحديث فی كتاب التفسير ليشير إلى أن قول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم واستعـماله آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنی لنفسه كما استعمل عيسى لنفسه نوعٌ من التفسير، ولأجل ذلک أيّد البخاری هذا التفسيرَ بقول ابن عباس مُتَوَفِّيْکَ مُمِيْتُکَ. والبخاری أشار إلى مذهبه المختار بهذا الاجتهاد. فـالحاصل أن لفظ ”توفی“ ليس كلفظ يُفسّره أحد برأيه، بل أوّ[1]ل مـفسِّـرِه الـقـرآنُ مـن حيـث إنـه ذكـر هـذا الـلـفـظ فـی كل مقامه بمعنى الإماتة وقبض الروح، والمفسر الثا[2]نی رسولُ اللّٰه صلى الله عليه و سلم، والمفسر الثا[3]لث أبو بكر الصدّيقُ رضى الله عنه، والمفسر الرا[4]بع ابن عبـاس رضـى الله عنه، والمفسر الخا[5]مـس جـماعة من التابعين، والمفسر السا[6]دس الإمام البخاری فی صحيحه، والمفسر السا[7]بع إمام المحدثين ابن القيّم، بل إنه كتب فی كتابه مدارج السالكين: لو كان موسى وعيسٰى حيّين لكانا من أتباع نبياصلى الله عليه وسلم وأشار إلـى الـحـديـث الـنبوی، والمفسر الثامن محدّثُ وقته ولیّ اللّٰه الد هلوی، فإنه فسّر معنى يَا عِيسٰى

[1] ال عمران:۵۶ [2]، [3] المائدة:۱۱۸

هـذا مـا ذكـرنـا مـن نـصـوص القرآن على وفاة المسيح وعلى نفى صعوده مع الـجسم الـعـنـصـرى، ونـفـي رجـوعـه إلـى الدنيـا ☆ . وأمـا الأحـاديـث النبوية

بقية الحاشية : كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ [1] ، وآية وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [2] ، وآية فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ [3] . وهذه الآية الأخيرة تدل بمنطوقها على أن بنى آدم يحيون

☆**حاشيه:** قال بعض الناس الذى لا علم عنده إن آية وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [4] ﴿۵۶﴾
وآية بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [5] دليـل عـلـى أن الـمسيـح رُفـع حيًّا بجسمه العنصرى. هـذا قوله واستـدلالـه، ولـكن لو كان هذا الرجل مطلعًا على شأن نزول هذه الآية لرجع من قوله، بل ما التفتَ إلى معنى يخالف طريق المعقول والمنقول، وما تكلَّمَ بالفضول، وكان من المتندمين. فاسمع أيها العزيز! إن اليهود كانوا يقرأون فى التوراة أن الكاذب فى دعوى النبوة يُقتَل، وإن الـذى صُلِبَ فهو ملعون لا يُرفَع إلى اللّٰه. وكـانت عقيدتهم مستحكمة على ذلک، ثم شُبّه لهـم ابتـلاءً من عند اللّٰه كأنهم صلبوا المسيح ابن مريم وقتلوه، فحسبوه ملعونًا غير مرفوع، ورتبـوا الشكل هكذا الـمسيـح ابـن مـريم مصلوب، وكل مصلوب ملعون وليس بمرفوع، فثبـت عـنـدهـم مـن الشكل الأول الذى هو بيّنُ الإنتاج أن عيسى (نعوذ باللّٰه) ملعون وليس بمرفوع. فأراد اللّٰه أن يزيل هذا الوهم ويبرّء عيسىٰ من هذا البهتان فقال ما قتلوه وما صلبوه ولـكن شُبّه لهم... بـل رفـعه اللّٰه. وحـاصـل كـلام تـعـالى أن شأن عيسى منـزه عن الصلبِ والـنتيـجةِ التـى هـى الـملعونيةُ وعدمُ الرفع، بل هو مات حتف أنفه، ورُفع إلى اللّٰه كما يُرفَع الـمـقرّبون وما كان من الملعونين. وهـذا هـو السبب الذى ذكر اللّٰه تعالى لأجله قصة عدم صـلب عيسى، وبرّأه مما قالوا، وإلا فأىّ ضرورة كانت داعية إلى ذكر هذه القصة، وما كان مـوت الـقتـل نـقـصًـا لأنبيـائه وكسرًا لشأنهم وعزّتهم، وكأين من النبيّين قُتلوا فى سبيل اللّٰه كيحيٰى عليه السلام وأبيه، فتفكرْ واطلبْ صراط المهتدين ولا تجلس مع الغاوين. منه

بـقية الـحاشية تحت الحاشية : إِنِّى مُتَوَفِّيکَ فـى كتابه" الـفوز الكبير "وقال متوفيک مميتک. ومـع ذلک قـد ذهـب حـزب كثيـر من الأولين والآخرين إلى هذا المعنى، وقد اتـفـقوا على أن معنى التوفى فى هذه الآية هو الإماتة لا غير. ثـم الذين فى قلوبهم مرض لا يُسـألـون قـول الـلّٰـه ولا تـفسيـر رسـولـه ولا مـا فسـره صـحابته ولا أقوال التابعين والأئمة والمحدّثين. فـلا نـعـلـم كيف نقبل معناهم الذى لا دليل عليه من بيان اللّٰه وتفسير رسوله، وأين نفرّ من الرشد الذى قد تبيّن؟ أنترک اللّٰه ورسوله لقول قوم ضالين؟ منه.

[1] المائدة:۷۶ [2] ال عمران:۱۴۵ [3] الاعراف:۲۶ [4] النساء:۱۵۸ [5] النساء:۱۵۹

فلن تجد فيها أثرًا من رفع المسيح بجسمه العنصرى، وتجد فى كل مقامٍ ذِكْرَ وفاته كما ذكرنا قليلا منها ولا حاجة إلى الإعادة. وما نجد فى حديثٍ معنى التوفى رَفْعُ رجلٍ إلى السماء مع جسمه، بل جاء فى البخارى عن ابن عباس فى تفسير آية يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ' مُمِيُتُكَ، وما خالفه فى هذا التفسير أحد من أصحاب رسول اللّٰه صل اللّٰه عليه وسلم. فإذا تحقق

بقية الحاشية : فى الأرض خاصة ولا يصعدون إلى السماء بجسمهم العنصرى، لأن لفظ فِيهَا الذى هو مقدّم على لفظ تَحْيَوْنَ يوجب تخصيص الحياة بالأرض ويُقيّد بها، وفيه ردٌّ على الذين يقولون لِم لا يجوز أن يُرفَع أحد بجسمه العنصرى إلى السماء ويحيا فيها إلى مدة أرادها اللّٰه؟ والعجب منهم أنهم يفترون علينا ويحسبون كأنّا تركنا النصوص القرآنية فى رفع المسيح بجسمه العنصرى، فليتدبر العاقل هٰهنا.. أنحن تركنا القرآن ونصوصه فى هذه العقيدة أم هم كانوا تاركين؟ وقالوا إن اللّٰه عزّوجل قال بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ، ويحتجّون بهذه الآية على رفع جسم المسيح، ولا يتدبرون أن الأمر لو كان كذالک لتعارضَ الآيتان.. أعنى آية بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[1] وآية فِيْهَا تَحْيَوْنَ[2].وأنت تعلم أن القرآن منزّه عن التعارض والتخالف، وقال اللّٰه تعالى وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا[3]، فأشار فى هذه الآية أن الاختلاف لا يوجد فى القرآن، وهو كتاب اللّٰه وشأنه أرفع من هذا، وإذا ثبت أن كتاب اللّٰه منزّه عن الاختلافات فوجب علينا ألا نختار فى تفسيره طريقا يوجب التعارض والتناقض، وما كان لليهود غرض وبحث فى رفع جسمه أو عدم رفعه، فلا بد من أن نفسر الرفع فى آية بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ بالرفع الروحانى كما هو مفهوم آية اِرْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً[4]، فإن الرجوع إلى اللّٰه تعالى راضية مرضية والرفع إليه أمر واحد لا فرق بينهما معنىً.ثم انظرْ وتدبّرْ.. وهبک اللّٰه من عنده قوة الفيصلة.. إن النزاع كان فى الرفع الروحانى لا فى الرفع الجسمانى، فإن اليهود كانوا منكرين من رفع عيسٰىؑ إلى اللّٰه كما يُرفَعُ المطهَّرون المقرَّبون من النبيين، وكانوا يصرّون (لعنهم اللّٰه)على أن عيسٰى عليه السلام ﴿ب﴾ من الملعونين لا من المرفوعين، كما أنهم يقولون إلى هذه الأيام. وكانوا يستدلون (غضب اللّٰه عليهم)على ملعونيته عليه السلام من مصلوبيته، فإن المصلوب ملعون غير

[1] النساء:۱۵۹ [2] الاعراف:۲۶ [3] النساء:۸۳ [4] الفجر:۲۹

أن معنى التوفّى الوفاةُ لا غيره فلا يُقال إن إماتة المسيح التى رُوِيَت عن ابن عباس وعدٌ غير واقع إلى هذا الوقت بل يقع فى آخر الزمان، لأن المواعيد التى ذُكرتْ فى هذه الآية بالترتيب قد وقعت وتمت كلها على ترتيبها الذى يوجد فى تلك الآية، ووعدُ التوفّى مقدَّم عليها فى الترتيب. وأنت تعلم أن وعد رَافِعُكَ إِلَيَّ قد وقع، وهكذا وعدُ:

بقية الحاشية : مرفوع فى دينهم كما جاء فى التوراة فى كتاب الاستثناء . فأراد اللّٰه تعالى أن يُبرّء نبيَّه عيسٰیؑ من هذا البهتان الذى بُنى على آية التوراة وواقعة الصلب، فإن التوراة يجعل المصلوب ملعونا غير مرفوع إذا كان يدّعى النبوة ثم مع ذلک كان قُتل وصُلب، فقال عزّ وجل لذبّ بهتانهم عن عيسٰى مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ...... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [۱] يعنى الصلب الذى يستلزم الملعونيةَ وعَدَمَ الرفع من حكم التوراة ليس بصحيح، بل رفعَ اللّٰه عيسى إليه، يعنى إذا لم يثبت الصلب والقتل لم يثبت الملعونية وعدم الرفع، فثبت الرفع الروحانى كالأنبياء الصادقين وهو المطلوب. هذه حقيقة هذه القصة، وما كان هٰهنا جدال ونزاع فى الرفع الجسمانى، وما كان هذا الأمر تحت بحث اليهود أصلا، وما كان غرضهم متعلقا به، بل علماء اليهود كانوا يمكرون لتكذيب المسيح وتكفيره، ويُفتّشون لتكذيبه وتكفيره حيلةً شرعية، فبدا لهم أن يصلبوه ليُثبتوا ملعونيته وعدم رفعه الروحانى كالأنبياء الصادقين بنص التوراة لئلا يكون حجّة لأحد بعد كتاب اللّٰه، فصلبوه بزعمهم، وفرحوا بأنّهم أثبتوا ملعونيته وعدم رفعه بالتوراة، ولكن اللّٰه نجّاه من حيلهم وقتلهم، فأخبر عن هذه القصة فى كتابه الذى أنزل بعد الإنجيل حَكَمًا عَدْلًا ومُبيِّنًا لظلمِ كلِّ قوم وإيذائهم وكيدهم ومُكذِّبًا للكافرين. فكأنه يقول يا حزب الماكرين! يا أعداء الصدق والصادقين! لم تقولون إنّا قتلنا المسيح ابن مريم وصلبنا وأثبتنا أنه ملعون غير مرفوع؟ فأُخبرُكم أيها القوم الخبيثون، أنكم ما قتلتموه وما صلبتموه ولكن شُبّه لكم، وأنتم تعلمون فى أنفسكم أنكم ما قتلتموه يقينًا، بل نجّاه اللّٰه من مكركم ورزَقه الرفعَ الروحانى الذى كنتم لا تريدون له وتمكرون لئلا يحصل له ذلک المقام، فقد حصل له ورفعه اللّٰه وكان اللّٰه عزيزا حكيما. وهذا القول.. يعنى قوله تعالى عَزِيزًا حَكِيمًا.. إشارةٌ إلى أن اللّٰه يُعزّ من

[۱] النساء:۱۵۸، ۱۵۹

مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[۱] وقع وتم ببعث نبينا صلى الله عليه و سلم ، وقد شهد القرآن على أن المسيح وأمّه مبرَّء ان مما قالت اليهود، فقال مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ[۲] ، وقال وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ[۳] ، وكذا تم وعد وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[۴] ، وقد وقع كما وعد، وما نرى اليهود إلا مغلوبين ومقهورين.

وأنت تعلم أن فى ترتيب هذه الآية كانت هذه المواعيد كلها

بقية الحاشية : يشاء ، ويحفظ عزة أصفيائه بحكمته الدقيقة البالغة اللطيفة، لا يضرها مكرُ ماكر كما ما أضرّ عزّةَ عيسى مكرُ اليهود، بل أعزّه ورفعه ودمّر الماكرين.

فاعلم أيها العزيز! هذا تفسير قوله تعالى بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ، ولكن لا يقبله قومنا ويُحرّفون كلام الله ولا يتدبرون فى شأن نزوله، ويمشون على الأرض مستكبرين. وإذا قيل لهم إن الله ورسوله قد شهدا على وفاة المسيح وكذلك شهدوا عليه أكابر المؤمنين من الصحابة والتابعين وأئمة المحدثين، فكان آخر جوابهم أن الله قادر على أن يحييه بعد وفاته مرة أخرى، ولا يتفكّرون أن قُدرة الله تعالى لا يتعلق بما يُخالف مواعيده الصادقة، وقد قال فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[۵] ، وقال وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ[۶] ، وقال لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى[۷] ، ولا شك أنه من مات من الصلحاء فإنه نال حظّا من الجنة وحُرّم عليه الموتة الثانية، فكيف يجوز أن يُرَدّ عيسى إلى الدنيا ويُخرَج من حظ الجنّة ونعيمها أو يُسَدّ عليه غرفتُها ثم يُتوَفّى مرة ثانية؟ مع أن الآية المتقدمة.. أعنى لا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى تدل على دوام الحياة وعدمِ ذوق الموت. وإلى هذا يُشير الاستثناء المنقطع، فإنه جرىٰ مجرى التأكيد والتنصيص على حفظ العموم وجعَل النفى الأول العام بمنزلة النص الذى لا يتطرق إليه استثناء البتة، إذ لو تطرّق إليه استثناء فردٍ من أفراد لكان أولى بذكره من العدول عنه إلى الاستثناء المنقطع، فاحفظْه فإنه من أسرار مفيدة للمحققين. منه

[۱] ال عمران:۵۶ [۲] المائدة:۷۶ [۳] ال عمران:۴۶ [۴] ال عمران: ۵۶ [۵] الزمر:۴۳ [۶] الحجر:۴۹ [۷] الدخان:۵۷

بعد وعد التوفى، وكان وعد التوفى مقدَّمًا على كلها، وقد اتفق القوم على أنها وقعت بترتيب يوجد فى الآية، فلو فرضنا أن لفظ التوفى مؤخر من لفظ الرفع، للزمنا أن نقر بأن عيسى عليه السلام قد توفى بعد الرفع وقبل وقوع المواعيد الباقية، وهذا مما لا يعتقد به أحد من المخالفين. ولو قلنا إن لفظ التوفى مؤخر من جملة وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ﴿۵۷﴾
الَّذِينَ كَفَرُوا ومقدَّم من وعد وقع فى ترتيب الآية بعدها، للزمنا أن نقر بأن وفاة عيسى عليه السلام كان بعد نبينا صلى الله عليه و سلم من غير مكث قبل غلبة أتباعه على أعدائهم، وهذا باطل أيضا بزعم القوم، فإنهم قد اعتقدوا أن المسيح لا يموت إلا بعد هلاك الملل كلها. فلو رجعنا من هذه الأقوال كلها وقلنا إن المسيح لا يموت إلا بعد تكميل وعد الغلبة الممتدة إلى يوم القيامة كما صرحت آية وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [1] للزمنا أن نقر بأن المسيح لا يموت إلا بعد يوم القيامة، فإن الوعد قد امتدّ إلى يوم القيامة، ولا يمكن نزول المسيح إلا بعد وقوعه على الوجه الأتم والأكمل، فما نجد له موضعَ قدم فى كتاب اللّٰه إلا بعد يوم الحشر على طريق فرض المحال. وليت شعرى.. إن أعداءنا يقولون بأفواههم إن لفظ مُتَوَفِّيكَ فى آية يَا عِيسٰى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ مؤخر فى الحقيقة، وليس هذا الموضع موضعه، ولكنهم لا يُنبئوننا بأن لو نرفع هذا اللفظ من هذا المقام فأين نضعه، أنسقطه من كتاب اللّٰه كالمحرّفين

والذين يقولون إن لفظ التوفى مؤخر من لفظ الرفع ومقدم على مواعيد أخرى، فيضحك العاقل من قولهم، ويتعجب من حمقهم.

[1] آل عمران : ۵۶

ألا يعلمون أن هذا القول خلاف ما يعتقدون فى وقت وفاة المسيح بزعمهم؟ وإنّا ذكرنا آنفًا أنهم يعتقدون أن وعد التوفى لا يظهر ولا يقع إلا بعد هلاك أهل الملل كلها، فلزمهم أن يعتقدوا أن لفظ التوفى مؤخر من هذا الوعد الآخر لا من الرفع فقط، فإن التأخّر الوضعى يتبع التأخّر الطبعى، كما لا يخفٰى على المتفكرين. ثم ما كان لنا أن نؤخر من عند أنفسنا ما قدّم اللّٰه تعالى فى كتابه المحكم من غير سند من اللّٰه ورسوله، وما هذا إلا التحريف الذى لعن اللّٰه لأجله اليهود؛ فاتقوه ولا تقلِبوا آيات اللّٰه بعد ترتيبها إن كنتم خائفين. وقد علمتم أن آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنى شاهدة أخرى على وفاة عيسٰى عليه السلام، فإن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم استعمل لنفسه جملة فلما توفيتنى من غير تغيير وتبديل ومن غير تفسير يُخالف أصل التفسير، وكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أعلمَ الناس بمعانى القرآن ورموزه وأسراره. فلو كان معنى التوفى فى هذه الآية رَفْعَ الجسم حيًّا إلى السماء، لما جعل نفسه مصداقَ هذه الآية، ولكنه نسب هذه الآية إلى نفسه كما هى نُسبت إلى المسيح، فهذا أول دليل على أن لفظ تَوَفَّيْتَنى فى هذه الآية بمعنى أَمَتَّنى. فهذا هو السبب الذى استدل البخارى فى صحيحه على وفاة المسيح بهذه الآية، وأكّد هذا المعنى بقول ابن عباس متوفيك مميتك. فأى دليل أوضح من هذا على موت عيسى عليه السلام لقوم طالبين؟ وقد بيّن اللّٰه فى هذه الآية وقت وفاة المسيح فكأنه قال أيها الناس، إذا رأيتم أن النصارى اتخذوا عيسى إلها، وأفسدوا مذهبهم، فاعلموا أنّ عيسٰى قد مات. فانظر كيف

اتـضـح وانـكشف معنى التوفى بتفسير رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ثم بتفسير ﴿۵۸﴾
ابـن عبـاس، وانـظـر كيف ثبت وقوع موته من قبل فساد مذهب النصارى واتخاذهم عيسٰى إلهًا وأنـت تـعلم أنّا إذا فرضنا أن عيسٰى حيّ إلٰى هٰذا الوقت فلزمنا أن نقر بأن مـذهـب الـنـصـارىٰ صحيح خالص إلٰى هذا الزمان، ما اختلط به شيء من الشرك، فتفكرْ وسَلِ المتفكرين.

قـال بـعـض المستعجلين إن لفظ "التوفى "قـد جـاء فـى القرآن بمعنى الإنامة أيـضًـا، كما قال اللّٰه تعالى اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا [1]، وكـمـا قال اللّٰه تعالى وَهُوَالَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى [2]. فـاعـلـم أن اللّٰه تعالٰى ما أراد فى هذه الآيات من لفظ التوفى إلا الإمـاتة وقبض الروح، فلأجل ذلك أقام القرائن، وقال وَالَّتى لَمْ تَمُتْ فى مَنَامِهَا، يـعـنـى والتى لم تمت بموت حقيقى يتوفاه اللّٰه فى منامها بموتٍ مجازى. فانظر كيف أشـار فى هذه الآية إلٰى أن قبض الروح فى النوم موت مجازى. فذكَر لفظ التـوفى ههنا بإقامة قرينة المنام تنبيهًا على أن لفظ التوفى هٰهنا قد نُقل من المعنى الـحـقـيـقـى إلـى الـمـعـنـى المجازى، وإشارةً إلٰى أن معنى لفظ التوفى حقيقةً هو الـموت لا غيره. وكـذلك أقـام قـريـنـةَ قـولِـه ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ وقـريـنـةَ الـليل فى آية أخرى.. أعنى آية هُوَالَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ.. الـخ، تـنبيهًـا على أن لفظ التوفى ههـنا ليس بـمـعـنـى الإنـامة بل المقصود الإماتة، والبعث بعد الإماتة ليكون دليلًا على بعث يوم الدين.

فـلأجـل ذلك ذكـر بـعـث يوم الـقيـامة بـعـد هـذه الآية وقـال ثُمَّ إِلَيْـهِ

[1] الزمر:۴۳ [2] الانعام:۶۱

مَرْجِعكُم، ليجعل هذا الموت المجازى والبعث المجازى دليلا على الموت الحقيقى والبعث الحقيقى. فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين. ألا تنظر كيف ذكر لفظ البعث بعد ذكر التوفى وقال ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ ومعلوم أن للنائمين يُستعمل لفظ **الإيقاظ لا لفظ البعث**، فلو كان مرادًا من لفظ التوفى هٰهنا **الإنامة** لقال هو الذى يتوفاكم بالليل ويعلم ما جرحتم بالنهار ثم **يوقظكم** فيه، ولكنه تعالٰى ما قال ثم يوقظكم فيه، بل قال ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ. فأى دليل أوضح من هذا فإن البعث يتعلّق بالموتى لا بالنائمين.

ومثل هذه الاستعارة كثير **فى القرآن** كما قال عزّوجل اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا[1]، فلا يُقال إن لفظ يُحْيِى ههنا بمعنى يُنبت من حيث اللغة، بل هو استعارة، والمقصود منه تشبيه الإنبات بالإحياء، ليُستَدَلَّ به على بعث الموتى. وكما قال: فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ[2]، فلا يُقال إن لفظ أَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى بمعنى أضلهم من حيث اللغة، بل هى استعارة، والمقصود منها تشبيه الضالين المعرضين بالصم والعمى. فلا تطمَعْ ولا تُتعِبْ نفسك فى أن تجعل معنى التوفى الإنامةَ من حيث اللغة، فإنه إن كان ذلك هو الحق فلزمك أن تقرّ بأن لفظ يُحيِى فى آية يُحْيِ الْاَرْضَ بمعنى يُنبت، ثم تثبتها من كتب اللغة، ﴿۵۹﴾
وكذلك إن أصررت على هذا فلزمك أن تقر بأن لفظ فَأَصَمَّهُمْ ولفظ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ بمعنى أضلهم وأبعدهم عن الحق وأزاغ قلوبهم، ثم تُرِينا من كتب لغة العرب هذه المعنى، وأين لك هذا؟ فلا تتّبع الفكرَ المشوب بالوهم، ولا بد أن تقبل ما ثبت وتلحق بقوم صادقين.

[1] الحديد: ۱۸ [2] محمد: ۲۴

واعلم أنک لن تجد أثرا من هذه المعانی التی تتخیل فی بادی النظر فی الآیات المتقدمة فی کتاب من کتب لسان العرب علی وجه الحقیقة، والقرآن مملوء من هذه النظائر إن کنت من الناظرین. وقد تقرر عند القوم أن المعنی الحقیقی هو الذی کثرت استعماله فی موضع من غیر أن یُقام القرینة علیه، فعلیک أن تنظر القرآن تدبّرًا لیتبین لک أن استعمال لفظ التوفی مطلقا من غیر إقامة قرینة.. ما جاء فی القرآن إلا فی معنی الإماتة، ولن تجد فی حدیث أو فی شعر شاعر.. إذا نُسب التوفی إلی اللّٰه تعالی وکان الإنسان مفعولا به.. معنی آخر من غیر الإماتة، فأخرِجْ لنا وخُذْ منّا ما وعدنا من الإنعام إن کنت من الصادقین.

والذین قالوا إن لفظ مُتَوَفِّیکَ فی آیة یَا عِیسَی إِنِّی مُتَوَفِّیکَ بمعنی إنی مُنیمک، ما کان خطؤهم خطأ واحدا، بل جمعوا أنواع العثرات فی قولهم وترکوا تفسیر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، وهو خیر البشر وکان تکلُّمُه بالروح الرحمانی، وکان قوله خیرا من أقوال کلها، وقد أحاطت کلماته طرق الذوق والوجدان والعلم والعرفان والنور الذی أُعطی له من الرحمن، وترکوا ما قال ابن عباس فی معنی مُتَوَفِّیکَ، وما نظروا إلی القرآن وطریق استعماله فی هذا اللفظ، و ورودِه فیه بمعنی الإماتة بالتواتر والتتابع، فضلوا وأضلوا وما کانوا من المهتدین.

ثم إذا فرضنا أن التوفی بمعنی الإنامة، فما نری أن ینفعهم هذا المعنی مثقال ذرّة، فإن النوم مراد مِن قبض الروح وتعطُّلِ حواس الجسم مع بقاء تعلُّقٍ بین الروح والجسد، فمن أین یثبت من هذا أن اللّٰه قبض جسم المسیح؟ ألا تنظر إلی سُنّة اللّٰه القدیمة.... فإنه یقبض

الأرواح فی حالة النوم ويترک الأجسام على الأرض. فمن أين علمت أن لفظ مُتَوَفِّيکَ مُشْعِرٌ برفع الجسد؟ والخَلق ينامون كلهم ولكن لا يقبض اللّٰه جسم أحد منهم. فاترُک التحكّمَ والمكابرة، وانظر إيمانا وديانة لينفخ اللّٰه فی روعک ويجعلک من العارفين.

وعلى تقدير فرض هذا المعنى يلزم فساد آخر، وهو أن لفظ التوفی فی هذه الآية وعدٌ مُحدَثٌ من اللّٰه تعالى كمواعيد أخرى التی ذكرها اللّٰه فيها، ولو كان هذا المعنی هو الحق فيلزم منه أن يكون نوم المسيح عند الرفع أول أمر ورد عليه فی عمره، ويلزمهم أن يعتقدوا أن عيسى عليه السلام كان لا ينام قبل الرفع قط، فإن الأمر الذی قد وقع عليه فی حياته غير مرة.. كيف يمكن أن يذكره اللّٰه فی مواعيد جديدة محدثة فإن وعد الشیء يدل على عدم وجود الشیء قبل الوعد، وإلا فيلزم ﴿۶۰﴾
تحصيل حاصل، وهو فعل لغو لا يليق بشأن اللّٰه تعالى، ووجب أن يُنزَّه عنه وعدُ رب العالمين. ثم لو كان هذا المعنى هو الصحيح.. فما تقول فی آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ [1] أتظن أن النصارى اتخذوا المسيح إلها بعد نومه لا بعد وفاته وتظن أن المسيح ما نام قط فی عمره إلا فی وقت ضلالة النصارى.. ولم تذق عينه طعم النوم قط إلا عند الرفع وكان قبل الرفع مستيقظا دائما؟ فانظر منصِفًا.. أيستقيم هذا المعنی فی هذا الموضع ويحصل منه ثلج القلب وسكينة الروح واطمئنان الباطن؟ وأنت تعلم أنه مستبعَد جدا وفاسد بالبداهة، وما كان أن يُصلِحه تأويل المؤولين. فهذه غفلة شديدة من العلماء المكفّرين حيث حكموا على المعنى الفاسد بالصلاح، فاسمعوا إن كنتم سامعين.

[1] المائدة:۱۱۸

ثـم مـع ذلک قـد جاء فی البخاری عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ فـی معنی التوفی شـرح واضـح فقال متوفیک ممیتک، وتبِعه سائر الصحابة والتابعين ومن تبعهم، ولم يشذّ أحد منهم بخلاف، فأى دليل يكون أوضح من هذا إن كان رجل من الطالبين؟

وقـد ذكـرت آنـفا أنّا لو فرضنا على سبيل التنـزل وقلنا إن التوفى ههنا.. أعنى فى آية يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ بمعنى الإنامة.. لكانت هذه الواقعة واقعة أخرى، ولا يـنفع الاستدلال بها قوما مخالفين. فـإن مطلوب المخالفين من خبطهم أن يُثبتوا رفع الـمسيـح مـع جسـمه العنصرى، ولكن لا يحصل هذا المطلوب من هذا المعنى، بل يـحـصـل مـا يُخالفه؛ فإن معنى الآية فى هذه الصورة يكون هكذا يا عيسى إنى قابض روحک وتـارک جسـدک عـلـى الأرض مـع بقاء علاقة بين الجسد والروح، فإن الـنـوم عبارة عن قبض الروح وترک الجسد مع بقاء علاقتهما على وجهٍ تامٍ فانظر.. أنّـى يـحـصـل مـطـلوب المخالفين من هذا المعنى؟ وأين يثبت منه رفع جسد عيسى عليه السلام إلـى السـمـاء ، بل الأمر بقِى على حاله مع حمل معنى التوفى على غير محله. ولا شک أن كـل مـنـصف يـفهم قولنا هذا وينتفع به إلا الذى لم يبق إنصافه عـلـى صـرافتـه، واختـلـطـت بـه ظـلـمة التـعـصـب ودخان الحقد، فلا ينفع الدلائل والبراهين قوما مُتعصبيّن.

ثـم إن دقـقـتَ الـنـظـر فـى هـذه الآية، وتـحـملهـا على أحسن وجوههـا ومـعـانيهـا، فـلا يـخـفـى عـليک أن مـفهـومها وسياق عبارتها يدل على وفاة الـمسيـح كـمـا يـدل عـليـه مـنطوقها، فإن اللّٰہ قد ذكر بعد قوله يَا عِيسَى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ كـلـمـاتٍ فيهـا تسـلية للمسيح وتبشير له وإخبار عن أيامٍ

فتـحِ متّبعيه وغلبتِهم على أعدائهم بعد وفاته؛ وهذا دليل واضح على أن موت عيسى عليه السلام كان قبل نصر من الله وقبل غلبة كان ينتظرها ويسأل الله فتحه والأصل فـي هـذا البـاب أن الـلّٰـه قـد فـطر أنبياء ه على أنهم يحبّون أن تُعلٰى كلمة الحق على أيـديهـم، ويُجمَع شمل أمتهم بهم أمـام أعيـنهم، ويريدون أن تهلك الملل كلها إلا الـحق، وكذلك جرت عادة الـلّٰـه تـعـالى بهم، فإنه قد يُريهم غلبتهم وفتحهم وذلة أعـدائهـم ولا يتوفاهم إلا بعد الفتح المبين. ونـظيـر ذلك سوانح رسولنا صلى الله عـليـه وسـلـم، فـإن الـلّٰـه لـمـا رأى أن الـكفار يكذّبون رسوله ويتلاعبون بوحى الله ويستهـزئون ويؤذون.. فـأيّـد نبيّـه ونـصـره وأخـزى كل من عاداه وأهلكه حتى ماز الخبيثَ مـن الطيب، وأرى نبيَّه أن الناس يدخلون فى دين الله أفواجا، وأراه أن الحق قد حق وأن الباطل قد بطل، وتبين الرشد من الغى وظهرت ذلة المفسدين. ﴿۶۱﴾

وقـد تقتضى حكمة الله تعالى ودقائق مصالحه أنه يتوفى نبيًا قبل مجىء أيام فتـحـه وإقبـالـه، فلا يتوفاه حزينا يائسا، بل يبشّره بتبشيرات متوالية متتابعة بغلبة متّبـعيـه بعد وفاته، ليطمئن بها قلبه، ولكى لا يحزن ولكى لا يرجع إلى ربه بقلب أليـم، بـل يـنتقل من هذا العالم بسكينة وسرور وحبور وقرة عين، ولا يبقى له همٌّ بعد تبشير الله ومواعيده الصادقة، ويذهب إلى ربه فرحان غير حزين. فكذلك كـان أمر عيسى عليه السلام فـإنـه ما رأى غلبة فى زمن حياته، واقترب يوم وفاته فبشـره الـلّٰـه تـعـالـى بغلبة متّبِعيه بعد موته، وما بشره بغلبة فى أيام حياته، فارجِعْ إلى الآية الـمتقدمة ودقّق النظر فيها.. هـل تـرى فـى هذا المعنى من فتور؟ فكأنه قال فى

هـذه الآية يـا عيسـى إنى متوفيک قبل أن ترى ظفرک وفتحک وغلبتک، وإنى معطيک مقام العزة والرفع والقرب على خلاف زعم اليهود، فلا تبتئس بما تموت قبـل رؤية غـلبتک، ولا تـخـش عـلـى ضـعف متبـعيک وكثـرة أعدائک، فـإنى خليفتک بعدک، فأمزق أعداءک كل ممزق، وأستأصلهم للأبد، وأجعل الذين اتبـعوک وتصدوا لخلافتک فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، هذا تفسير ما قال أحسن القائلين.

ولـو كـان عيسٰـى نازلًا من السماء فى وقت من الأوقات لما قال كذلک، بل قـال يا عيسىٰ لا تخف ولا تحزن، فإنّا لا نميتک بل نرفعک حيا إلى السماء ، ثـم إنّـا نُـنـــزلک إلى الأرض ونـردک إلـى أمتک، ونـجعلک غـالبًـا على أعـدائک، ثـم نـجـعـل متّبـعيک غـالبيـن عـليهـم إلى يوم القيامة، فلا تحسب نفسک من المغلوبين. ولـكـن الـلّٰه ما وعد له أن يُنـزله من السماء ، ثم يجعله غـالبًـا عـلـى أعـدائـه، بـل وعد له أن يجعل متبعيه غالبين على الكافرين إلى يوم الـقيامة، ففعل كما وعد ومضى عليه قرون كثيرة. وأما النـزول فشىء لا ترى أثـره إلـى هذا الوقت، فتفكر.. لِـم مـا نـزل مـع أن عمر الدنيا قد بلغ إلى آخر الـزمـان فالسر الكاشف لهذا الإشكال هو أن النـزول ما كان داخلا فى مواعيد اللّٰه بل كان من مفتريات الطبائع الزائغة والأفكار المخطئة، فما خرج من زاوية الـعـدم لأنـه مـا كان من اللّٰه تعالى، والمواعيد التى كانت من اللّٰه تعالى ظهرت كلها وتمت. ألا تـرى أن الـلّٰـه تعالى كيف بعث رسولا أُمّيًّا بعد عيسٰى ليُصدق وعده، أعـنـى قوله وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ثم كيف جعل متّبعى عيسٰى عليه السلام غالبين عـلـى اليهـود لـيصـدق وعـده وَجَـاعِـلُ الَّـذِيـنَ اتَّبَعُوکَ .. الخ. فـلـو كـان وعد ﴿۶۲﴾

النزول جزء ا من هذه المواعيد لظهر معها، فانظرْ أين غاب وانعدم وعدُ النزول مع ظهور أجزاء أخرى. فوالذى نفسى بيده إن هذا الذى قلت هو الحق، وأما عقيدة النزول فليس من أجزاء هذه المواعيد، وما ذُكِر معها فى القرآن، بل لا يوجد أثر منه فى كتاب اللّٰه وإن هو إلا وهم المتوهمين. فلما تبيّن الحق فلا تَرَ الحق بعين الاحتقار والازدراء ، واتق اللّٰه وكن من المتورعين. ولا تجدُ فى القرآن إشارة إلى حياته بل القرآن يخبر عن وفاته بعدما ترعرع وتكلّمَ كهلًا، وبُعث وبلّغ رسالات اللّٰه وأتم حجته على المنكرين.

فأيها الناس! لا تكتموا شهادات الحق فى وقت تبيينها، ولا تفسدوا فى الأرض، وتَوادّوا ولا تَباغضوا، وأْتَمِروا بينكم فى المعروف ولا تعاصوا، واتّبعوا الحق ولا تعتدوا، وفكّروا فى أنفسكم ولا تعجلوا، وإنى أذكّركم اللّٰه ربكم فاتقون إن كنتم مؤمنين. واعلموا أن اللّٰه يعلم ما تكتمون وما تقولون، ولا يخفى عليه خافية، فالذى عتا عن أمر ربه وعصاه فسوف يُريه عذابا نُكرًا، ويحاسبه حسابًا شديدًا، ويذيقه وبال أمره، ويُدخله فى الهالكين.

لا يقال إن الجملة الآتية فى الآية المتقدمة.. يعنى وَرَافِعُكَ إِلَيَّ يدل على رفع الجسد بعد الإنامة، فإنه لما ثبت وتحقّق أن معنى التوفى قبض الروح فقط لا قبض الجسم، ثبت من هٰهنا أن الرفع يتعلق بالروح لا بالجسم، فإن اللّٰه لا يرفع إلا الشىء الذى قبضه، ومعلوم أن اللّٰه لا يقبض الأجسام بل يقبض الأرواح فقط. وأنت تعلم أن القرآن يشهد على هذا فى كل مواضعه، ولن تجد فى القرآن لفظًا من ألفاظ التوفى الذى كان معناه رفع الجسم مع الروح، وكذلك جرت عادة اللّٰه تعالٰى من يومِ خلقِ آدم

إلى هذا اليوم، فإنه يقبض الأرواح ويترك الأجسام مطروحة على الأرض أو السرر أو الفُرش. فالشيء الذى ما قبضه اللّٰه تعالى.. كيف يُرفع إليه؟ فإن القبض شرط ضرورى للرفع. ثم إذا تفحصنا عن ألفاظ التوفى فى القرآن فوجدناها فى خمسة وعشرين موضعا من مواضعه، ولكن اللّٰه لم يستعمله فى موضع إلا بمعنى قبض الروح. فانظر القرآن من أوله إلى آخره.. هل تجد فيه معنى يُخالف هذا البيان؟ وانظر فى قوله تعالى رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ [١]، وفى قوله تعالى تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ [٢]، وفى قوله تعالى وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ [٣]، وفى قوله تعالى وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ يَتَوَفّٰكُمْ [٤]، وفى قوله تعالى حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ [٥]، وفى قوله تعالى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ [٦]، وفى أقوال أخرى. وتأمّلْ فى هذه الألفاظ.. أعنى التوفى.. هل تجد معناه الإماتة فى هذه الآيات أو معانى أخرى؟ وأما نظائره فى الصحاح الستّة وأحاديث أخرى وكلام الشعراء فلا تُحصى كثرةً، ففكّرْ ولا تكن من المستنكرين. وينبغى أن تحتاط فى فكرك ولا تجيب كالمستعجلين. واعلموا أن الذين خالفوا بياننا هذا وقالوا إن التوفى فى آية يٰعِيْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ [٧] وفى آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ [٨] إنما جاء بمعنى الرفع مع الجسد، فهو قول لا دليل عليه، وما نصّوا على ذلك، وما استدلوا بمحاورة كلام اللّٰه وتفسير رسوله أو أصحابه أو شهادة أحد من أهل اللسان، فلا شك أنه تحكُّمٌ محضٌ كما هو عادة المتعصبين. ﴿۲۳﴾

وإذا ثبت أن لفظ التوفى فى القرآن فى كل مواضعها ما جاء إلا للإماتة وقبض الروح، فما ظنك فى هذا اللفظ الذى جاء فى آية:

[١] الاعراف:۱۲۷ [٢] يوسف:۱۰۲ [٣] يونس:۴۷ [٤] يونس:۱۰۵ [٥] النساء:۱۶
[٦] الاعراف:۳۸ [٧] اٰل عمران:۵۶ [٨] المائدة:۱۱۸

يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ أهو عندک مثل هذه الألفاظ التی تجدها فی القرآن بمعنی الإماتة وقبض الروح بالتواتر والتتابع فی کل موضع من مواضعه؟ أم له معنی مخصوص الذی لا یوجد فی القرآن مثله ولا فی حدیث ولا فی قول صحابی، ولا فی کلمات بلغاء العرب وشعرائهم من الأولین الی الآخرین؟ فإن کنت تظن أن لهذا المعنی الذی نحته العلماء فی لفظ مُتَوَفِّيكَ بالتکلفات الباردة الرکیکة أمثالا أخری فی لسان العرب والقرآن المجید وأحادیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فأْتِ بها إن کنت من الصادقین. وإن لم تأتوا بها.. ولن تأتوا بها.. فاتقوا اللّٰہ الذی إلیه تُرجَعون ثم تُسألون عما تعلمون وتعملون، واللّٰہ یعلم ما فی صدور العالمین.

وبوجه اللّٰہ وعزّته.. إنی قرأت کتاب اللّٰہ آیةً آیةً وتدبرت فیه، ثم قرأت کتب الحدیث بنظر عمیق وتدبرت فیها، فما وجدت لفظ التوفی فی القرآن ولا فی الأحادیث (إذا کان اللّٰہ فاعله وأحد من الناس مفعولا به) إلا بمعنی الإماتة وقبض الروح. ومن یُثبت خلاف تحقیقی هذا فله ألف من الدارهم المروَّجة إنعاما منی، کذلک وعدتُ فی کتبی التی طبعتها وأشعتها للمنکرین وللذین یظنون أن لفظ التوفی لا یختص بقبض الروح والإماتة عند استعمال اللّٰہ لعبد من عباده بل جاء بمعنی عام فی الأحادیث وکتاب رب العالمین.

والحق أن لفظ التوفی إذا جاء فی کلام وکان فاعله اللّٰہ، والمفعول به أحد من بنی آدم صریحًا أو إشارة، مثلا إذا کان الکلام هٰکذا توفی اللّٰہ زیدا، أو توفی اللّٰہ بکرا، أو تُوُفی خالد، فلا یکون معناه فی لسان العرب إلا الإماتة والإهلاک، ولن تجد ما یُخالفه فی کلام اللّٰہ ولا فی کلام رسوله ولا فی کلام أحد

مـن شعراء العرب ونوابغهم. فـانـظرْ إلى كل جهة هل صدقنا فى قولنا هذا أم كنا من الكاذبين. وقد أطنبنا فى تقريرنا هذا ليتدبّر من كان من المتدبّرين.

والـعـجـب مـن بـعـض الـجهـلاء أنهـم إذا سـمـعـوا منا هذه الحجة فما قبلوها كـالـمسترشدين، بل نهضوا معارضين، وقرأوا آية ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ ونحوها نقضًا منهم، ولم يعلموا مِن حمقهم وشدة جهلهم أن هذه الآيات التى يقرأون ردًّا علينا هى كـلها من باب التفعيل لا من باب التفعل الذى هو محل النـزاع. فانظر كيف يسعون هؤلاء إلى كل جهة ليـطفئوا نور الحق، ثم انظر كيف ينقلبون خائبين. وكأيّن من آيةٍ ﴿۶۴﴾ فـى الـقـرآن يـقـرأونها ثم يمرّون عليها غافلين، وأبطرَهم كثرتُهم فيظلمون الضعفاء متكبّرين.

واعلم.. حـمـاك الـلّٰـه وحفظك ورَحَضَ درن أوزارك.. أن لـلـمـخالفين اعتراضات أخرى قد نشأت من سوء فهمهم وقلة تدبرهم، فأردنا أن نكتبها فى كتابنا هـذا مـع جـوابهـا لـيـنـتـفـع بهـا كل من كان رشيدا من الناس، مُصطفى مُبرَّأ من دنس التعصب وكان من الطالبين.

فـمـنها أنهم يقولون إن الملا ئكة ينـزلون إلى الأرض كنـزول الإنسان من جبل إلـى حـضيـض، فيبـعُـدون عـن مقرهم، ويتركون مقاماتهم خالية إلى أن يرجعوا إليها صاعدين. هذه عقيدتهم التى يبيّنون، وإنّا لا نقبلها ونقول إنهم ليسوا فيها على الحق فـاشتـد غيـظهـم وقـالوا إن هؤلاء خرجوا من عقائد أهل السُنّة والجماعة، بل كفروا وارتدوا، فقاموا علينا معترضين.

وأمـا الـجواب فاعلم أنهم قد أخطأوا إذ قاسوا الملائكة بالناس، ولا يـخـفـى على الذى خُلق من طينة الحرية، وتفوَّقَ دَرَّ الدراية اليقينية، أن الـمـلائـكة لا يشـابهـون الـنـاس فـى صـفـة مـن الـصفات أصلا، ولـم يقم

دليل من الكتاب ولا السُنّة ولا الإجماع على أنهم إذا نزلوا إلى الأرض فيتركون السماوات خالية كبلدة خرجت أهلها منها ويقصدون الناس بشقّ الأنفس، ويصلون الأرض بعد مكابدة الأسفار وآلامِ بُعدِ الشُقّة ومتاعبها وشدائدها، ومعاناةِ كل مشقةٍ وجهد، بل القرآن الكريم يبيّن أن الملائكة يشابهون بصفاتهم صفاتِ اللّٰه تعالى كما قال عزّ وجلّ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا [1]، فانظر.. رزقک اللّٰه دقائق المعرفة.. أنه تعالىٰ كيف أشار فى هذه الآية إلى أن مجيئه ومجيء الملائكة ونزوله ونزول الملائكة متحد فى الحقيقة والكيفية. ولا حاجة إلى أن نذكّرک ما ثبت من نزول اللّٰه تعالى من العرش فى الثلث الآخر من الليل فإنک تعرفه، ومع ذلک ما أظن أن تحمل ذلک النزول على النزول الجسمانى وتعتقد أن اللّٰه تعالىٰ إذا ما نزل إلى السماء الدنيا فبقِى العرش خاليا من وجوده. فاعلم أن نزول الملائكة كمثل نزول اللّٰه كما تشير إليه الآيات المتقدمة، واللّٰهُ أدخلَ وجود الملائكة فى الإيمانيات كما أدخل فيها نفسه وقال وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ [2]، وقال وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [3]. فبيّن للناس أن حقيقة الملائكة وحقيقة صفاتهم متعالية عن طور العقل، ولا يعلمها أحد إلا اللّٰه، فلا تضربوا لِلّٰهِ ولا لملائكته الأمثال وأْتوه مسلمين.

وأنت تعلم أن كل مسلمٍ مؤمنٍ يعتقد أن اللّٰه ينزل إلى السماء الدنيا فى الثلث الآخر من الليل مع وجوده واستوائه على العرش، ولا يتوجّه إليه ﴿۶۵﴾ لُوْمُ لائم ولا طعنُ طاعن لأجل هذه العقيدة، بل المسلمون قد اتفقوا عليها وما حاجّهم أحدٌ من المؤمنين. فكذلک الملائكة ينزلون

[1] الفجر: ۲۳ [2] البقرة: ۱۷۸ [3] المدثر: ۳۲

إلى الأرض مع قرارهم وثباتهم فى مقامات معلومة، وهذا سرٌ من أسرار قدرته، ولولا الأسرار لما عُرف الرب القهّار. ومقامات الملائكة فى السماوات ثابتة لا ريب فيها كما قال عزّ وجلّ حكاية عنهم وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ [1] وما نرى فى القرآن آية تشير إلى أنهم يتركون مقاماتهم فى وقت من الأوقات، بل القرآن يُشير إلٰى أنهم لا يتركون مقاماتهم التى ثبّتهم اللّٰه عليها، ومع ذلك ينزلون إلى الأرض ويُدركون أهلها بإذن اللّٰه تعالٰى، ويتبرزون فى برزاتٍ كثيرة، فتارة يتمثلون للأنبياء فى صور بنى آدم، ومرّة يتراء ون كالنور، وكرّةً يراهم أهل الكشف كالأطفال وأخرى كالأمارد، ويخلق لهم اللّٰه فى الأرض أجسادًا جديدة غير أجسادهم الأصلية بقدرته اللطيفة المحيطة، ومع ذلك تكون لهم أجساد فى السماء ، وهم لا يفارقون أجسادهم السماوية، ولا يبرحون مقاماتهم، ويجيئون الأنبياءَ وكل من أُرسِلوا إليه مع أنهم لا يتركون المقامات. وهذا سر من أسرار اللّٰه فلا تعجب منه، ألم تعلم أن اللّٰه على كل شيء قدير، فلا تكن من المكذبين.

وانظر إلى الملائكة.. كيف جعلهم اللّٰه كجوارحه، وجعلهم وسائط قدره فى الأمور ولِكُنْ فَيَكُونِيَّتِهِ (وهذا لفظ مركب من كن فيكون) فى كل أمر، ينفخون فى الصور على مكانتهم، ويبلّغون صيحتهم إلٰى من يشاء ون، ولا يعجز أحد منهم عن أن يدرك كلَّ من فى المشارق والمغارب فى طرفة عين أو فى أقل منها، ولا يشغله شأن عن شأن. فانظروا مثلا إلٰى ملك الموت الذى وُكِّل بالناس.. كيف يقبض كل نفس فى الوقت المقدر، وإن كان أحد من الذين يُتَوَفَّون فى آن واحد فى أقصى المشرق والآخر فى منتهى بلاد المغرب. فلو كانت سلسلة هذا النظام الإلهى موقوفة على نقل خطوات الملائكة

[1] الصّٰفّٰت:١٦٥

مـن السـمـاء إلـى الأرض، ثـم مـن بلدة إلى بلدةٍ، ومن مُلكٍ إلى مُلكٍ، لفسد هذا الـنـظـام الأمـرىّ، ولتـطـرّقَ حرج عظيم فى أمور قضاء اللّٰه وقدره، ولَمَا كان لملَكٍ عـند انتقاله من مكان إلى مكان أَن يأمن إضاعة الوقت وفوت الأمر المقصود، ولَوَرَدَ فـى وقـت مـن الأوقـات مـورد العتاب، ولأُرْهِقَ فى يوم من الأيام بعتبة رب الأرباب، لأجـل مـا فـاتـه فـعـلُ الأمـر عـلى وقته، ولأُخِذَ بأنواع العقاب. وأنـت تـعلم أن شأن الملائكة مـنـــزّهٌ عـن هـذا، وهـم يـفـعـلون من غير مُكْثٍ، وفعلُهم فعلُ اللّٰه من غير تفاوت، فتدبر ولا تكن من الغافلين☆.

ثـم تدبر.. نـصـرک الـلّٰـه ورزقک الإقبـال عـلى المعارف أن الـملائكة

☆ هٰهنا سؤال ينشأ طبعًا فى كل فهم سليم، وهو أن الملائكة.. هل يستطيعون أن يفعلوا ما أُمِروا فى مقدار وقت لا يكتَفى لانتـقالهم من مكانٍ إلى مكانٍ، بل يمضى قبل أن يقوموا مـن مـقـامهـم أو لا ؟ فـإن قيل فى جوابه أنهم يستطيعون، فالنـزول عبث وداخل فى تضييع الأوقـات، بل هو من أمارة العجز، بل الحق إنه نوع من العصيان والغفلة، ومن غفل متعمدا فقد عصىٰ. فإن قيل أنهم لا يستطيعون.. فهـذا يوجب أن ينتظر اللّٰه تعالى مطلوبه إلى مدةٍ نـزول الـمـلائكة إلى الأرض، ولا يخفى فساد هذا القول على العقلاء، فإن نقص الانتظار عـلـى اللّٰه مُحال، ولا يصح عليه أن يتطرق فى إرادته حرجٌ وفى مشيئته توقُّفٌ، ويأتى عليه زمان كالمنتظرين. فـإن الوقت مقدار غيرُ قارٍّ، فلا شک أن وقت النـزول غير جزء الذى كان هو وقت المقام وسماع الكلام من اللّٰه العلام، وأنت تعلم أنما أمره إذا أراد شيئا فإنما يـقول له كن فيكون. أتـحسبـون أن مـلائكة اللّٰه كانوا أقل همة وقوة من صاحب سليمان الـذى ما قام من مجلسه وما نُقل إلى مكان وأتى بعرش بلقيس قبل أن يرتد طرف سليمان؟ فتدبر، والإشارة مكتفية للعاقلين. منه

أعـظـم جسـمـا مـن كـل مـا فى السماوات والأرض كما ثبت من النصوص القرآنية والـحديثية، فلا شك أنه لو نزل أحد منهم إلى الأرض بجسمه العظيم القوى لغشِى الأقـاليـم كـلهـا، وأهلك أهلها، وما وسعته الأرض فـالـحـق أنهـم ينـزلون كنـزول تـمثلى، ولا تنـزل أجسامهم الأصلية منَ السـمـاوات، ولكن اللّٰه يخلق لهم أجسادًا ﴿۶۶﴾ أخـرى عـلـى الأرض بـحيـث تسعهـا الأرض، وتـقتضيها المعدات الخارجية بقدرٍ تدركه أبصار المبصرين.

فـفـكـر فـى قـولـنا هذا كما هو شرط الفكر ولا تعجل، بل تكلَّفْ للفهمِ لُبْـثَةً، وانـظـر كـلامـى هـذا بـنظر الإنصاف كرّةً، وتَفتّشْ حقيقةَ كلمتى مرّةً، واستمعْ عنى نفثتى تارةً، ثم لك الخيار من بعد، وبيدك القبول والرد وحاصل قولنا أن الملائكة قـد خُـلقوا حاملين للقدرة الأبدية الإلهية، منـزّهين عن التعب واللغب والمشقة، ولا يـجـوز عـليهـم مشقة السفر وتعبُ طيّ المراحل، والوصول إلى المنازل والمقاصد بشـق الأنـفـس وصـرف الأوقات، فإنهم بمنـزلة جوارح اللّٰه لإ تمام أغراضه بمجرد إرادتـه مـن غير مكث، فلو كان نزولهم وصعودهم على طرزِ صعود الإنسان ونزوله، لاختـل نـظام ملكوت السماوات وفسد كل ما فيهما، ولعادَ كل هذا النقص إلى اللّٰه الـذى أقـامهم مقامه فى المهمات الربوبية والخالقية وغيرهما، فإنهم مدبّرات أمره، والـحـافـظـون مـن لـدنـه على كل شىء، وإنما أمرهم إذا أرادوا شيئا فيكون الشىء الـمـقـصـود مـن غير توقف. فأنّى ههنا السفر؟ وأين طيّ المراحل وترك المقامات والـنــزول إلـى الأرض بـصـرف وقت؟ فلا تُمارِ فى هذا ولا تَسْتَفْتِ الذين اعتراهم جنون التعصب فكانوا بجنونهم محجوبين.

وقـد ثبـت مـن رسـول الـلّٰــه صـلـى اللّٰـه عليـه وسلم مـا يـؤيـد قـولـنا هذا من

عـدم نـزول الـمـلا ئـكـة، كـمـا جاء عن عائشة رضى اللّٰه عنها، قالت قال رسول اللّٰه صـلـى الـلّٰـه عـلـيـه وسـلـم مـا فى السماء موضع قدم إلا عليه ملَكٌ ساجد أو قائم، وذلک قول الملا ئكة وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ [1]

فـاعلم.. رحـمـک اللّٰه.. أن هـذا دليـل قـطـعـى على أن الملا ئكة لا يتركون مـقـامـاتهـم، وإلا فـكـيـف يـصـح أن يُـقال إنه لا يوجد فى السماء موضع قدم إلا عليه مـلَكٌ وكيف تبـقـى هـذه الـصـورة عند نزول الملا ئكة إلى الأرض ألا تعتقدون أن لِجبْرَئِيل جسم يـمـلأ الـمشرق والمغرب فإذا نزل جبرائيل بذلک الجسم العظيم إلـى الأرض وبـقيت السماء خالية منه، ففَكِّرْ فى مقدارٍ خالٍ وتذكَّرْ حديثَ ”موضع قدم“ ، وكن من المتندمين.

ثم إذا فكرت فى سورة ليلة القدر فيكون لک ندامة وحسرة أزيد من هذا، فإن الـلّٰـه عـزّ وجلّ يقول فى هذه السورة أن الملا ئكة والروح تـنـزلون فى تلک الليلة بـإذن ربهـم، ويـمـكثون فى الأرض إلى مطلع الفجر، فإذا نزلت الملا ئكة كلهم فى تـلـک الـليـلة إلـى الأرض فـلزم بناءً على اعتقادک أن تبقى السماء كلها خالية بعد نـزولهـم، وهـذا كـمـا تقدم فى حديثِ ”موضع قدم“، فلا تنقل قدمک إلى الضلالة البـديهة وأنت تعلم أن الرشد قد تبـيّن من الغيّ، ولن تستطيع أن تُخرج لنا حديثًا دالًّا عـلـى أن الـسـمـاء تبـقـى خالية بعد نزول الملا ئكة إلى الأرض، فلا تجترء على اللّٰه ورسوله، ولا تقفُ ما ليس لک به علم فتقعد ملومًا مخذولا، وتدخل فى الضالين.

إنّ الـذين يطلبون سبل اللّٰه لا يُصرّون على ما قالوا أو فعلوا، وإذا رأوا أنهـم قـد ضـلـوا فـرجـعـوا إلـى الـحـق مستـغـفرين، هنالک ترىٰ أعينهم ﴿۲۷﴾

[1] الصّٰفّٰت:۱۶۵

تفيض من الدمع ربنا اغفِرْ لنا إنّا كنا خاطئين، فيغفر لهم ربهم ويتوب عليهم رحمةً وفضلا، والله يحبّ التوّابين ويحب المتطهرين. واعلم أن الله ورسوله الذى أُوتىَ جوامعَ الكَلِمِ، كثيرا ما يستعملان استعارات فى الكلام، فيغلط فيها رجل لا ينظر حق النظر، والذى يفسّرها قبل وقتها ويعتقد أنها محمولة على الظاهر وما هى محمولة عليه، ولكنه يُخطى لدخله قبل وقت الدخل، فيصرّ على خطئه أو تدركه عناية الله فيكون من المبصرين.

قد جرت عادة الله تعالى أنه قد يكون فى أنبائه المستقبلة ومعارفه الدقيقة اللطيفة المزيَّنة بالاستعارات أجزاءٌ تُبلٰى بها الناس، فالذين يكون فى قلوبهم مرض فيزيدهم الله مرضا بتلك الابتلاء ات، فيستعجلون ويكذّبون كلام الله.. أو يكذّبون الذى رزقه الله علمه ظلمًا وعُلُوًّا و لا يتدبرون خائفين. ثم إذا ظهرت براء ته وأنارت حجته، فيرجعون إليه متندمين، أو يموتون فى هوّة التعصب، ويستغنى الله والله غنىّ عن العالمين. وأما من أوتى فراسة من عند الله ونُوِّرَ من لدنه، فيمهر فى العلم الإلهى، ويعرف الحقيقة، وينظر بنور الله، ويرزقه الله إصابة المحفوظين.

ولنرجعُ إلى كلامنا الأول فنقول إن الله تبارك وتعالى قال فى كتابه المحكم اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ [1]، فلما كانت الملائكة حافظين لنفوس النجوم والشمس والقمر والأفلاك والعرش وكل ما فى الأرض، لزم أن لا يفارقوا ما يحفظونه طرفة عين، فانظر كيف ظهر من هذا الأمرُ الحقُّ، وبطل ما زعم الزاعمون من نزولهم وصعودهم بأجسامهم الأصلية. فلا مفرّ إلى سبيل من قبولِ دقيقةِ المعرفةِ التى كتبناها.. أعنى أن الملائكة لا ينزلون بنزول حقيقى، ولا يرون وعثاء السفر، بل إذا أراد الله إراء تهم

[1] الطارق:۵

فـی الـنـاسـوت فیخلق لهم وجودا تمثلیا فی الأرض، فتراهم العین التی تسرح فی روضات الکشف. ولـو لـم یکن کذلک للزم أن یری الملا ئکةَ الناسُ کلهم عند نـزولهـم إلـی الأرض لـقبـضِ الأرواح وغیرها من المهمات، وللزم أن یری مَلَکَ الـمـوت مثلاً کلُّ من تُوُفِّیَ أحدٌ من أقاربه وممن یؤاخیه ومن عشیرته وعقبه وقومه وأصـدقـائـه أمـام عیـنـه، فإن جسم الملا ئکة جسم کأجسام أخری، فلا وَجْهَ لعدم رؤیتهـم مـع نزولهم بأجسامهم الأصلیة. وأنـت تـعـلـم أن خَلقًا کثیرا یموتون أمام أعیـنـنـا فـلا نـری عند نزعهم وغمـرةِ موتهم الملا ئکةَ التی تَوفَّتْهم، وما نسمع ما یسألون الموتی وما یکلّمونهم. فـالحق أن هذا الأمر وأمثاله من عالم المثال الذی ما أراد اللّٰه کَشْفَ کُنْهِه علی العقول والأعین وأما نظائر عالم المثال فکثیرة ومنها نـزول الـمـلا ئکة، ومنها ما جاء فی الأحادیث أن قبر الـمؤمن روضة من روضات ﴿۶۸﴾ الجنة أو حفرة مـن حـفـر الـنـار، ومنها ما جاء فی بعض الأحادیث أن اللّٰه یکشف لـمؤمن غرفة إلی الجنة فی قبره، ویکشف لکافر غرفة إلی جهنم، ولکنا ربما نزور الـقبـور أو نحفر أرضها فلا نری غرفة إلی الجنة أو إلی جهنم، ولا نری فیها شجرة واحـدة فـضًلا عـن الروضات، ولا جـمرة مـن الـنـار فـضًلا عـن الـنیران الموقدة الـمـحـرقة، ولا نـرٰی هـنـاک میتًـا قـاعدًا عائشًا بعد الموت، کما أخبر عن قعود الـموتٰی وحیـاتهـم عـند السؤال والجواب، بل نریٰ میتًا مُکفَّنًا قد أکلت الأرض لـحـمـه وکفنه. وقـد جـاء فـی الأحـادیـث أن الشهـداء یُرزَقون من ثمرة الجنات وألبـانهـا وشـرابهـا الـطهـور، ولـکنا لا نری فی قبورهم.. التـی هی روضة من روضات الجنة.. مـن ثـمرة أو ریحان أو من قدح لبن أو کأس خمر. وربما لا نـدفـن الـموتی إلـی أیـام فـلا نـریٰ مـجـیء الـمـلا ئکة عندهم ولا ذهـابهم وقد

أخبر اللّٰه تعالى فى كتابه أن الملا ئكة يضربون وجوه الكفار، ولكنا لا نرٰى ملِكًا ضاربًا ولا أثر الضرب، ولا نسمع صراخ المضروبين.

وقد جاء فى بعض الأحاديث أن الطفل الرضيع إذا مات قبل تكميل أيام الرضاعة فتتم أيامها فى القبر، ولكنا لا نرىٰ مُرضِعًا قاعدة فى القبر، ولا طفلًا يمصّ لبنها وقد جاء فى بعض الآثار أن قبر المؤمن يُوسَّع عليه بمقدار كذا وكذا، ولكنا لا نرىٰ أثرا من ذلک التوسيع، بل نراه كقبرِ كافر مِن غير تفاوُت سعة وضيق، فكيف ندعى الحقيقة ولا نرىٰ آثارها؟ وكذلک قيل إن الشهداء أحياء يأكلون ويشربون ولكنا لا نرى أنهم لاقوا الناس كالأحياء ووثبوا من قبورهم ورجعوا إلى دورهم. فلو كانت هذه الأمور .أعنى نزول الملائكة، وتوسيع قبور المؤمنين ووجود الجنات فيها، وقعود الموتى فى القبور أحياءً، وغيرها التى يوجد ذكرها فى القرآن والأحاديث . من الأمور الحقيقية الحسّيّة التى هى من هذا العالم لا من عالم المثال.. لرأيناه كما نرىٰ أشياءً أُخرى التى توجد فى هذه الدنيا. وأنت تعلم أن أحدا منّا لا يرى هذه الواقعات بعين يرى بها أشياء هذا العالم، فإنّا نرى أشجار هذا العالم وبساتينها عن بعيد، ونرى ثمراتها معلّقة بأغصانها، ولكنا إذا كشفنا قبر شهيد من الشهداء فلا نجد فيها أثرًا منها، وقد آمنّا بأن قبورهم أُودِعَت لفائف النعيم، وضُمِّخت بالطيّب العميم، وسيقَ إليها شربٌ من تسنيم، وأريج نسيم، وفيها روضة من روضات الجنة، وكأس من كأس اللبن والخمر، ولكنّا ما شاهدنا شيئا منها بأعيننا، ولا تحسّسناه بحاسّةٍ أخرىٰ، فلم نجد بُدًّا من تأويل، فقلنا إن هذه الأمور كلها.. أعنى نزول

الملا ئكة ونزول الجنة وغيرها متشابهة يشابه بعضها بعضًا، ولا شك أن لها حقيقة واحدة من غير اختلاف وتفاوت، ولا شك أن هذه الواقعات كلها منسلكة فى سلك واحدٍ فتبصَّرْ تسترحْ من سهام المعترضين، ولا تركنْ إلى الذين ظلموا واكتسَوا ثوب الذل والخطأ بعدما تبين الرشد من الغيّ، واتبعْ قولًا قد انكشف كل الانكشاف ومزِّقْ رقعةَ تقليد الجهلاء شَذَرَ مَذَرَ، ولا تبالِ أعَذَلَ أحدٌ أو عَذَرَ، وكنْ ﴿۶۹﴾
من الذين يقومون للّٰه قانتين.

ولا بد لك أن تؤمن وتعتقد أن نزول الملا ئكة، وحياة الموتٰى فى قبورهم، وقعودهم فى أجداثهم، ووجود الجنة والسعير فيها، ليس من واقعات هذا العالم ولا من مدركات هذه الحواس، بل هى من عالم آخر، ولا ينبغى لأحد أن يحملها على واقعات هذا العالم، أو يقيس عليه حقائقَ تلك العالم، بل هى أمور متعالية عن طور هذا العالم ومُدرَكاته، ولا يعلم كُنْهَهَا إلا اللّٰه فلا تضربُ لها الأمثال ولا تكن من المعتدين.

وأنت تعلم أن اللّٰه تعالى ما قال فى كتابه إن الملا ئكة يشابهون الناس فى صعودهم ونزولهم، بل أشار فى كثير من مقامات كتابه المحكم إلى أن نزول الملائكة وصعودهم كنزوله تعالى وصعوده ولا يخفى عليك أن اللّٰه تعالى ينزل فى الثلث الأخير من الليل إلى السماء الدنيا، فلا يقال إن العرش يبقى خاليًا عند نزوله وكذلك أشار اللّٰه فى كتابه إلى نزوله فى ظُلل من الغمام مع الملا ئكة المقربين، فإذا حل اللّٰه الأرض مع جميع ملا ئكته.. فإن كان هذا النزول كنزول الأجسام فلا بد لك أن تعتقد أن العرش والسماوات تبقى خالية يومئذٍ.. ليس فيها

الرحمٰن ولا ملائكته فَادَّكِرُ إن كنت من المدّكِرين، وأحسِنِ النظر إلٰى ما قلنا، واستعِدّ لقبول المعارف إن كنت من الطالبين.

أفتظن أن السماء لا تبقى على حالة واحدة.. فقد تكون مملوّةً من الملائكة.. مكتظّة بحفلهم، وقد تكون كمواضع خالية ليس أحد فيها؟ فإن كنت تصدّق هذه العقيدة الباطلة وتصرّ على نزول الملائكة بأجسامهم، فعليك أن تُثبِتها من النصوص القرآنية أو الحديثية كما ادعيتَها أو تتوب كرجال متقين.

وقد جاء فى بعض الأحاديث أن جبرائيل عليه السلام مكث على الأرض مع عيسٰى عليه السلام إلٰى ثلاثين سنة ما فارقَه فى وقت، وجاء فى أحاديث أخرى أنه لا يَلقَى الوحىَ إلا حالَ كونه فى السماء ، ويَلقَى الوحى مِن لدن ربّه ثم يُطلِع عليه آخرين. فهذه مصيبة أخرىٰ عليك، ولن تقدر علٰى تطبيق هذه الأحاديث وتوفيقها.

وربما يختلج فى قلبك وهمٌ وتقول إنى لست قائلا بخلوّ السماوات بعد نزول الملائكة فيُقال لك إنك تنسى عقيدتك؛ ألستَ تعتقد أن الملائكة ينزلون بنزول حقيقى؟ فلزمك من هذا أن تقول إنهم ينزلون بأجسامهم الأصلية، وأنت تعلم أن نزولهم بأجسامهم الأصلية يستلزم خُلوَّ السماوات بعد النزول. وإن كنت تعتقد أن الملائكة لا ينزلون بأجسامهم الأصلية بل يخلق اللّٰه لهم فى الأرض أجساما أخرى التى لا تُدرَك ولا تُرى، فهذا هو مذهبنا. ولكنك إذا أصررت على نزولهم بأجسامهم الأصلية فهذا قول يُخالف القرآن العظيم، لأن القرآن يُدخِل ﴿۷۰﴾
وجودَ الملائكة فى الإيمانيات، ويجعل لهم مقامات معلومة فى السماء أعنى

المقامات التی أقامهم اللّٰه علیها، ولا یذکر أنهم یترکون مقاماتهم فی حین من الأحیان وأمّا ذکر نزولهم فهو کذکر نزول اللّٰه، لا تفاوُتَ بینهما، فمنهم الصافُّون، ومنهم المسبِّحون، ومنهم الراکِعون ومنهم الساجدون، ومنهم القائمون کما أشار إلیه القرآن، ولیس أحد منهم قاعدا کالفارغین.

فإذا نزل أحد منهم بجسمه العنصری.. فلزم أن یترک مقامه خالیًا ویخرُج مِن صفّه، ویبعد عن مقام تسبیحه أو رکوعه أو سجدته الذی أقامه اللّٰه علیه، وینزل إلی الأرض کالمسافرین، وما نری فی القرآن أثرًا من هذا التعلیم، بل جعل اللّٰه نزول الملائکة کنزول نفسه، وجعَل مجیئهم کمجیء ذاته. ألا تنظر إلی هذه الآیة.. أعنی قوله تعالی وَ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا [1] وقوله عزّ وجلّ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ [2].

وههنا نکتة أخری.. وهی أن اللّٰه إذا نزل إلی الأرض مع ملائکته فلا بد من أن ینزل الملائکة کلهم، فإن الملائکة جند اللّٰه فلا یجوز أن یتخلف أحد منهم عند نزول ربّ العرش إلی الأرض، فإذا تقرر هذا فیلزم منه أن تبقی کل سماءٍ من العرش إلی السماء الدنیا خالیة عند نزول اللّٰه تعالیٰ علی الأرض، لیس فیها رب رحیم رب العرش ولا ملَکٌ من الملائکة، واللازم باطل فالملزوم مثله کما لا یخفی علی المتفکرین.

ثم إذا فرضنا أن فی الأرض مثلا مئة ألف من الأنبیاء ، بعضهم فی المشرق وبعضهم فی المغرب، وبعضهم فی نواحی الجنوب وبعضهم فی أقصی بلاد الشمال، وأمَر اللّٰه تعالی لجبرائیل أن یُوحی إلیهم کلهم فی آن واحد لا یتأخر منه أحد ولا یتقدم؛ أو إذا فرضنا أن اللّٰه أمَر ملَکَ

[1] الفجر:۲۳ [2] البقرة:۲۱۱

الـمـوت أن يتـوفـى مـئة ألف مـن الـرجـال الـذيـن بعضهم فى المشرق وبعضهم فى الـمـغرب فى طرفة عين، لا يقدم ولا يؤخر، فما ظنك أن جبرائيل أو ملك الموت يـعـجـز عـن ذلك أو يـقـدر على إتمام أمر المغرب مع كونه فى المشرق، فإن كان قادرا، فكذلك يقدر أن لا ينـزل من السماء ويفعل كل ما يشاء كالنازلين.

ومثـل آخر نستفسرك جوابه.. وهـو أن مـلك الموت حلَّ بلدةً عظيمة من البلاد المشرقية فى أيام الوباء ليقبضَ أرواح سكان تلك البلدة، فاشتدت الضرورة لـقيـامه فيها إلى الشهرين بما كثرت فيها واقعات الموت مسلسلة متواترة، وما فرغ مِـن قبـض نـفـس إلا وجـاء وقـت قبض نفس أخرى، فحبَسه هذه السلسلة المتواليه الـمتتـابعة فيها، وما كان أن يتحاماها قبل أن يتوفى أهلَها، فمكث فيها إلى أن تمادى الـمُـقـام وامتـدت الأيـام إلى شهرين، فما بال قوم قد جاء أجلهم فى تلك الأيام فى البـلاد المغربية، وما قدر ملَكُ الموت على أن يصلهم على وقتهم، أهُمْ يموتون مِن غيـر أن يحضرهم قابض الأرواح أو تـطيـش سهـام مناياهم بَيِّنوا إن كنتم صادقين. لا ﴿۱۷﴾ يُـقـال إن مـلك الـمـوت قـادر عـلـى أن يقبض نفوس المغربيين مع كونه مقيما فى المشرق.. لأنّا نقول إنه لو كان قادرًا علٰى مثل تلك الأفعال لما اضطر إلى النـزول من السماء وما كان محتاجًا إلى سير الأرضين.

وإذا قبلتم وسلمتم أن ملكًا من الملا ئكة يتصرف على كل وجه الأرض مـع كـونـه فى بلدة من البلاد، ولا يشغله شأن عن شأن، ويتوفى المشرقى فى الـمشـرق مـع كـونه فى المغرب، فأىّ حرج فى ذلك أن تقول إن الملا ئكة مـع كـونهـم فـى السـمـاء يتصرفون فى الأرض بإذن اللّٰه تعالٰى فـأى ضرورة اشتـدت لـنــــزولهـم مـع كـونهـم قـادرين على أن يتصرفوا فى سكان مكان

مع كونهم فى مكان آخر من الأرضين.

وإن كنت تطلب منّا من مثلٍ ينكشف بهٖ عليک مذهبنا فاعلم أنه أمرٌ أرفعُ وأبعدُ عن ضرب الأمثال، وقد يقال تقريبًا لا تحقيقا إن مَثل نزول الملا ئكة إلى الأرض كمثل نجوم السماء .. تنطبع أشكالها فى البحار والأنهار والحياض والمرايا التى قابلتُها، والحق أن أمر النزول أمرٌ متعالٍى عن طور العقل وضرب الأمثال، وإن هو إلا خلق جديد من القادر الذى هو بكل خلقٍ عليمٌ، ولا تدرک الأبصار كُنُهَ حِكمه وكوائف أسراره فتشبيه نزول الملا ئكة بنزول الناس حمقٌ وضلالة، والإنكار منه إلحادٌ وزندقة، وقبول معنى يليق بشأن الملا ئكة الذين هم كجوارح اللّٰه معرفةٌ تامة وصراط مستقيم، رزَقها اللّٰهُ لنا ولجميع عباده الصالحين.

وهذا من أحسن العبارات عن معنى النزول الذى تشابهَ على أكثر الناس، فخُذُها منّى شاكرا، فإنها من علوم نفثها اللّٰه فى روعى وشرح بها صدرى، وإنها هى السكينة التى تنطق على لسان المحدَّثين حين يحتاج الخَلق إلى إزالة أوهامهم، فتفكَّرُ ولا تَجِدُ منه إن كنت تطلب سبل اليقين وقد جعلنى اللّٰه إمامًا لحل تلک الغوامض، وإن كانت طبيعتى تأبى الإمامةَ وتأنف منها، ولكنه فعَل كذلک فضلًا من لدنه ليُحسِن إلى مَن كُذِّبَ ولُعِنَ وكُفِّرَ، ويُحسِن إلى خَلقه، وليُرِى الأعداء أنهم كانوا كاذبين مخدوعين، وليرزقَ أبناءَ الزمان علوما اقتضت طبائعهم كَشْفَها، واللّٰه يفعل ما يشاء ، ما كان للناس أن يسألوه عما فعل وهم من المسؤولين.

والذى نفسى بيده.. إنه نظَر إلىَّ فقبِلنى، وأحسن إلىَّ وربّانى،

وأعطانى من لدنه فهما سليما وعقلا مستقيما. وكم من نور قذف فى قلبى، فعرفتُ من القرآن ما لم يعرف غيرى، ودركت منه ما لا يُدرك مخالفى، ووصلتُ فى فهمه إلى مرتبة تتقاصر عنها أفهامُ أكثر الناس، وإنّ هذا إلا إحسانه وهو خير المحسنين.

ومن اعتراضاتهم أنهم إذا قرأوا كتابى "التوضيح"، ووجدوا فيه مكتوبًا أن للشمس والقمر والنجوم تأثيرات يُربّى اللّٰه بها كل ما يوجد فى الأرضين.. ﴿۴۲﴾ فاعترضوا علىّ وقالوا إن هذه العقيدة عقيدة فاسدة تخالف ما جاء فى الأحاديث فيا حسرة عليهم! إنهم ما فهموا معنى الأحاديث، وما فهموا معنى قولى، وقاموا مستعجلين ظانّين ظن السوء، وما استفسروا معنى كلماتى منى كدأب أهل الصلاح، بل امتلأوا غضبًا وغيظًا، وردّوا علىّ وكفّرونى وأطالوا الألسنة، وقلّلوا الإنظار و أرَوا خبثهم وهِتارهم، وما هتكوا إلا أستارهم، وما كانوا على جهلهم متنبهين.

فاعلموا يا أولى الأبصار الرامقة والبصائر الرائقة، أنّا ما كتبنا فى كتاب شيئا يُخالف النصوص القرآنية أو الحديثية، وما تفوَّهْنا به يومًا من الدهر، وقد أعاذنا اللّٰه من مثل ذلك، ولكنهم يعترضون قبل أن يفهموا، ويحسبوننا ضالين قبل أن يكونوا مهتدين. واللّٰهُ يعلم. ونُشهد الثَّقَلينِ أنّا لا نعتقد أن أحدًا من الشمس والقمر والنجوم فاعل مستقل فى فعله ومؤثر بذاته، أو له اختيار فى إفاضة التأثيرات أو له دخلٌ إرادىّ فى إيصال الأنوار وإنزال الأمطار وتربية الأبدان والأجسام والثمرات ولا نعتقد أن أحدًا من تلك الأجرام النورانية يستحق الحمدَ والشكر والعبادة على إفاضته،

أو له مِنّة وإحسان على أهل الأرض مثقال ذرّة، أو هو يسمع دعاء الناس ويرضى عن الحامدين. ومن عزا إلينا أمرًا من هذه الأمور فقد ظلَمَنا، والله يعلم أنه مفترٍ كذّاب، ومُجاهِرٌ بالقِحَة والفِرْية، ويتّبع سبل الخادعين.

بل نؤمن ونعتقد أنّ اللّٰه أحد صمد، لا شريك له فى ذاته ولا فى جميع صفاته، لا فى السماوات ولا فى الأرضين. ومن أشرك بالله شيئًا من أشياء السماء أو الأرض فهو كافر مرتد عندنا، ومُفارِقٌ لدين الإسلام، وداخل فى المشركين.

ومع ذلک إنّا نعتقد أن خواص الأشياء حق، وفيها تأثيرات بإذن العليم الحكيم الذى ما خلق شيئا باطلا، ونریٰ أن فى كل شىء خاصية وأثرًا أودعَه الله، حتى البعوضة والذباب والقمّل والدود وما دونها، فكيف نظن أن خلق الشمس والقمر والنجوم هى أدنى من هذه الأشياء وما فى طبائعها من خاصة ونفع للناس، وإنما هى باطلة الحقيقة، وخلَقها الله كأشياء عبثٍ و رديٍّ ما أودعَها الله منفعةً عظيمة لعباده إلا القليل الذى يقوم مقامه كثير من الأشياء ، كما أنت تزعم فى خلق النجوم وتقول إنها علامات هادية للمسافرين. وأنت تعلم أن الناس قد صنعوا وعملوا لأنفسهم لأسفار برّهم وبحرهم طرقا أخرى أغنتْهم عن النجوم، بل ما بقى لهم حاجة إلى هذه العلامات أصلًا. ثم إذا أنصفتَ فوجب عليک أن تقول إن الناس لا يحتاجون إلى النجوم كلها ليتخذوها علامات عند أسفارهم إلا إلى كواكب معدودة، وأمّا النجوم التى كثرت عدّتها فى السماء حتى إنكم لا تستطيعون أن ﴿۷۳﴾ تعدّوها.. فأىّ حاجة للمسافرين إليها بيِّنوا تُؤجَروا إن كنتم لدعواكم مبيّنين،

و إن لم تبيّنوا.. ولن تبيّنوا.. فاتقوا اللّٰه الذى لا يُحب المبطلين.

وكيف تظن أن اللّٰه خلق النجوم باطلة الحقيقة وما خلق فيها تأثيرات عجيبة وإنّا نرى خواصا وتأثيرات فى أدنى مخلوقاته.. وكيف نعتقد أن اللّٰه الذى وشّح تلك الأجرام بالأنوار الظاهرة، وزيّنها بالصور المنيرة المشرقة المعجبة، لم يلتفت إلى أن يُودع بواطنها أنوارا أخرى.. أعنى تأثيرات مما ينفع الناس؟ وقد سخّر الشمس والقمر والنجوم للناس، وأشار إلى أن كل منها خُلق لمصالح العباد، وإلى أن وجود تلك الأجرام من أعظم إحساناته وتفضلاته. وإنه لم يذكر تأثيرات بعض الأشياء فى كتابه المحكم وأنها قد ثبتت عند أولى التجارب، فما لنا أن لا نقر بتأثيرات أشياء قد ذكرها اللّٰه تعالى فى القرآن العظيم، بل فضّلها على أكثر النعماء وحث عباده على أن يُفكّروا فى خلق السماوات والأرض وآياتها وقال اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ[1]. والحق أن تأثيرات الشمس والقمر والنجوم شىء يراه الخَلق فى كل وقت وحين، ولا سبيل إلى إنكارها. مثلًا اختلاف الفصول وطبائعها، وخصوصية كل فصل بأمراض مخصوصة ونباتات معروفة وحشرات مشهورة.. شىء تعرفه فلا حاجة إلٰى تفصيلها. وأنت تعلم أنه إذا طلعت الشمس وفاضت الأنوار فلا شك لهذا الوقت تأثير فى النباتات والجمادات والحيوانات، ثم إذا هرم النهار وكاد جُرُفُ اليوم ينهار، ففى ذلك الوقت تاثيرات أُخرٰى والحاصل أن لبعد الشمس وقربها أثرًا جليًّا وتأثيرات قويّة فى الأشجار والأثمار والأحجار وأمزجة بنى آدم، ولا بد من أن نقرّ بها وإلا فأين نفرّ من

[1] ال عمران: ۱۹۱

علومٍ حسّيّة بديهة ثابتة عند كل قوم وكم من خواص القمر يعلمها الدهاقين وأرباب الفلاحة، فيا حسرة على الذين يقولون إنّا نحن العلماء ثم يتكلمون كأرذل الجاهلين.

وقد اتفق الحكماء على أن أعدل أصناف الناس سكّان خط الاستواء ، وما هذا إلا لتأثير خاص يكون سببا لكمال صحتهم وزيادة فهمهم وحزمهم. ولا شک أن هذا من العلوم الحسّية البديهة المرئية، ولا يُعرِض عنه إلا الذى لا يحظى بسراج الحجة ويزيغ عن المحجّة، فتعسًا للمعرضين. وقد تقرر فى ديننا أن بعض الأوقات مباركة تُجاب فيها الدعوات، وتُسمع فيها التضرّعات.. كليلة القدر وثُلث الأخير من الليل. وقال المحققون إن فى الأوقات التى عُيّنتْ للصلاة بركات مخفية فلذلک خصّها الله للعبادات، فمن حافظ عليها وقضى كل صلاة بحضور القلب فى
وقتها فلا شک أنه يُعطى بركاتها ويُصيبه حظ منها، وينال سعادة مطلوبة ويُنجّى مِن ﴿۷۴﴾
بئس القرين. فتأمَّلْ هذا الموضع حق التأمل فإنه موضع عظيم. ومَن جدّ فى الطلب وجاهد فتقارنه العناية والتوفيق والاجتباء ، ويعصمه الله من الخذلان، ويجعله من الموفَّقين.

وإذا عرفتَ هذا.. فإن كنت ذا قلب سليم فقد عرفتَ الحقيقة، وزالت عنک شكوک كثيرة وشبهات فى هذا الباب، وانجابت غشاوة الاسترابة، وبانت أمارة الحق، وكُشف عنک الغُمّى، وهُديت إلٰى نور اليقين. وإن كنت لا يكفيک هذا، وتجد فى نفسک طلب الزيادة فى الإيضاح والإفصاح، فاعلم أن القرآن قد صرّح بهذا فى غير موضع، كقوله عزّوجلّ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْكَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا [۱]، وكقوله يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ [۲]، وكقوله يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ [۳]، فهذه الآيات كلها تدل على أن اللّٰه الحكيم العليم الرحيم الكريم المتفضل خلَق السماوات والأرض كذَكرٍ وأنثى، واقتضت حكمته أن يجمعهما من حيث الفعل والانفعال، ويجعل بعضهما مؤثرًا فی بعض، وهذا معنى قوله فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا . ففكِّرْ فی هذه الآية حق الفكر، ولا تفرّطْ فی جنب اللّٰه، وقُمْ لكسب الحسنات وتلافی الهفوات قبل الوفاة، ولا تكن من الغافلين.

ثم انظر أنه تعالى قال فی مقام آخر قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا [۴]، وقال وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ [۵]، وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ [۶]، ومعلوم أن هذه الأشياء لا تنزل من السماء فما عزاها اللّٰه إليها إلا إشارةً إلى أن العلّة الأولى من العلل التی قدّر اللّٰه تعالى لخلق تلك الأشياء وتولُّدها وتكوُّنها تأثيراتٌ فلكية وشمسية وقمرية ونجومية، وأشار عزّوجلّ فی هذه الآيات إلى أن الأرض كامرأة والسماء كبعلها، ولا تتمّ فعل إحداهما إلّا بالأخرى، فزوّجهما حكمةً من عنده وكان اللّٰه عليمًا حكيمًا.

فتدبَّرْ فی هذه الآيات بنظر عميق وكرِّرِ النظر فيها، واعلم أن هذا الموضع من أجلّ المواضع لمن حقّقه وفهمه ونظره بدقة النظر. ويؤيد هذه الآياتِ قولُه تعالى فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ . [۷] وأنت تفهم أن فی هذا القول إشارةً إلى أن للنجوم ومواقعها دخل لِتحسُّسِ زمان النبوة ونزول الوحی، ولأجل ذلك قيل إن بعض النجوم لا يطلع إلا فی وقت ظهور نبی من الأنبياء. فطوبىٰ للذی يفهم إشارات اللّٰه ثم يقبلها كالتقاة، ولا يصول

۱ حٰمٓ السجدة:۱۲،۱۳ ۲ الطلاق:۱۳ ۳ السجدة:۶ ۴ الاعراف:۲۷ ۵ الحديد:۲۶ ۶ الزمر:۷
۷ الواقعة : ۷۶

كالذى هو خليع الرسن ومديد الوسن ومن العصاة ومن المتكبرين.

وإن كنت ما سمعت من قبل بيانا واضحا كمثل بياننا هذا.. فلا تعجب من ذلك، فإن لكل موطن رجال، ولكل وقتٍ مقال، وإن اللّٰه لا يُنزل دقائق المعارف ولا يبسطها كل البسط إلا فى وقت ضرورتها. وكم من لطائف ونِكات تخفى من ﴿۷۵﴾ أهل زمان ثم يأتى وقت إظهارها فى زمان آخر، فيبعث اللّٰه مجدّدًا فى ذلك الوقت، وينطق محدَّثُ الوقت بتلك النكات، فيفصّل مجملاتٍ اقتضتْ حالةُ الزمان تفصيلَها، وتُلقَى على لسانه معارفُ كتابِ اللّٰه التى قد جاء وقتُ تبيُّنها، فيُبيّنُها للناس على وجه البصيرة بجأشٍ متين. فيقبَله الذى رَكَنَ من الدنيا إلى اللّٰه، ويُعرِض عنه الجاهل لغباوته وغلبة شقاوته، فاتق اللّٰه وكُنْ من الصالحين.

واعلم أن كثيرا من العلماء الراسخين ذهبوا إلى ما ذهبنا فى تفسير هذه الآيات المتقدمة، وكانوا يعتقدون أن فى الشمس والقمر والنجوم تأثيرات خلقها اللّٰه لمصالح عباده، كما قال **الرازى** فى تفسيره الكبير وهو هذا : فإن الشمس سلطان النهار، والقمر سلطان الليل، ولولا الشمس لما حصلت الفصول الأربعة، ولولاها لاختلّت مصالح العالم بالكلّية. وقد ذكرنا منافع الشمس والقمر بالاستقصاء فى أول هذا الكتاب".

تمَّ كلامه، فتفكَّرْ فيه ولا تمرّ بها كالنائمين.

وقال صاحب **"حُجّة اللّٰه البالغة"**

"أما الأنواء والنجوم فلا يبعد أن يكون لهما حقيقة، فإن الشرع إنما أتى بالنهى عن الاشتغال به لا نفى الحقيقة البتّة. وإنما توارث من السلف الصالح ترك الاشتغال به وذمّ المشتغلين وعدمُ القبول بتلك التأثيرات لا القولُ بالعدم أصلا

وإن منها ما يلحق البديهاتِ الأوّليّة كاختلاف الفصول باختلاف أحوال الشمس والقمر ونحو ذٰلک، ومنها ما يدل عليه الحدس والتجربة والرصد.. كمثل ما تدل هذه على حرارة الزنجبيل وبرودة الكافور. ولا يبعد أن يكون تأثيرها على وجهين.. وجهٌ يُشبه الطبائع، فكما أن لكل نوعٍ طبائع مختصة به من الحر والبرد واليبوسة والرطوبة، بها يتمسک فی دفع الأمراض.. فكذلک للأفلاک والكواكب طبائع وخواص كحر الشمس ورطوبة القمر، فإذا جاء ذٰلک الكوكب فی محله ظهرت قوّته فی الأرض. ألا تعلم أن المرارة إنما اختصّت بعادات النساء وأخلاقهن بشیء يرجع إلى طبيعتها.. وإن خَفِیَ إدراكها، والرجل إنما اختص بالجرأة والجهورية ونحوهما لمعنى فی مزاجه، فلا تنكر أن يكون لحلول قوى الزهرة والمريخ بالأرض أثر كأثر هذه الطبائع الخفيّة. وثانيهما.. وجهٌ يُشبه قوةً روحانية مشتركة مع الطبيعة، وذلک مثل قوة نفسانية فی الجنين من قِبَلِ أُمّه وأبيه. والمواليد بالنسبة إلى السماوات والأرضين كالجنين بالنسبة إلى أبيه وأمّه، فتلک القوة تُهيّء العالم لفيضانِ صورةٍ حيوانية ثم إنسانية. ولحلول تلک القوى بحسب الاتصالات الفلكية أنواع، ولكل نوع خواص، فأمعنَ قوم فی هذا العلم فحصل لهم علم النجوم.. يتعرّفون به الوقائع الآتية. غير أن القضاء إذا انعقد علىٰ خلافه جعَل قوة الكواكب متصورةً بصورة أخرى قريبة من تلک الصورة، وأتم اللّٰه قضاءه من غير أن ينخرم نظام الكواكب فی خواصها". ﴿۷۶﴾

تمّ كلامه، رحمه اللّٰه.

فانظر أيها العزيز.. كان اللّٰه معک.. إن هذا القائل بتأثير النجوم عالم ربّانی من علماء الهند، وكان هو مجدّد زمانه، وفضائله متبينة

فـى هذه الديار، وهو إمام فى أعين الكبار والصغار، ولا يختلف فى علو شأنه أحد من الـمـؤمـنـيـن.فـويـل للذين يطيلون لُسُنَهم لتكفير المسلمين كالوَقاح المتسلطة، ولا يتـفـكـرون فـى كـلـمـاتِ أئـمّتهم، ويريدون أن يزيدوا الكفار ويُقلّلوا أهل الإسلام، ويـريـدون أن يُـلْقُوا الأُمّةَ فى فتنة صمّاء يكفر بعضهم بعضا، ويبيعون الإيمان لفضالة الـمـأكـل وثـمـالة الـمـنهـل، ويسـقـطـون كالذباب على قَيح ومُخاط وبُراز الناس، ويتـركـون وَردًا وريـحانًا ومسكًا وعنبرا وأنهارَ ماءٍ مَعين. **ثم اعلم** أن الـفاضل الذى كتبـنـا قـليلًا من كلامه قال فى **"فيـوض الحرمين** "أزيـد مـن هـذا، فلنذكُرْ قليلًا من عباراته التى فيها بيان تأثير النجوم والأفلاک، وهى هذه:

"ربـمـا لـم يـكـن الـرجـل شـريفا فى الأصل، ولكنه وُلِد فى زمان تقضى الاتصالاتُ الـفـلـكية يـومـئذ نبـاهةَ نسبـه. وأرى أن ذلک بـنـوع امتـزاج زُحـل مـع الشـمـس والـمشتـرى، بـحيـث يـكـون الـزحـل مـرآةً ونورُ الشمس والمشترى منعكسًا فيه، فـحيـنئذ يكون.. والـلّٰـه أعلم.. بـراعة الـنـسـب والـنباهة من أجله. ويكون ذلک الاتصال بـحيـث يـنحفظ فى صورته المُفاضة حُكْمُ هذا الاتصال كـما ينحفظ فى الأولاد أشكال الوالدين وتخاطيطهما، وهذا الرجل ليس له شرفٌ موروث. "

ثم قال فى مقام آخر من كتابه "الفيوض"

"هـاکَ مـا فهَّـمـنـى ربى.. أنــه يـجـىء مِـن مـدد السـمـاء الأولى نُقولٌ وتـوسّـطـاتٌ وزىٌّ، ومن السـماء الثانية قواعدُ منضبطة، فتُكتَب وتُسطَر وتُعلَّم وتُـؤْثَـر كـابرًا عن كابر، وتُوقَر بها الصدور وتُملَأ بـه الصحف، ومن السماء الثـالثة لـون طبـعـى، فتـصيـر طبيعته وتميل إليه الطبائع وتهيج لها حميّةٌ منهم فيـحـمـونهـا ويـنـصـرونهـا ويـنـاضـلون دونهـا، ويحبونهـا كحب الأموال

والأولاد والأنفس. ومن السماء الرابعة غلبة وقوة وتسخير، فيكون مسخَّرًا لها أكابرُ الناس وأصاغرهم، علماؤهم وأمراؤهم، ومن السماء الخامسة نِكايةٌ وشدة، فلن ترى منكرا لها إلا وقد امتُحن بالمحن، وابتُلى بالبلايا ولُعن وعوقب كأن من الغيب ناصرا لها. ومن السماء السادسة هداية معظّمة، فيكون سببا لاهتدائهم ومثابةً للناس إلى كمالهم. ومن السابعة الشرفُ الدائم الذى كالندب فى الحجر لا يزال حتى تُمزَّع أوصاله وتُقطَع أجزاؤه. فهذه أركانٌ سبعة نلتم فى الملأ الأعلى، فيكون جسدًا مسويًّ فيهم، فيُنفَخ مِن التدلّى الأعظم جذبٌ فيها بمنزلة الروح ﴿۷۷﴾ فى الجسد، فمن تلبّسَ بتلك الأذكار والأفكار، وتزيّنَ بذلك الزىّ شملتُه الرحمة الإلهية، وأتاه الجذب من فوقه ومن تحته ويمينه وشماله ومن حيث لايحتسب. ثم يربّى هذا الطفل ساداتُ الملأ الأعلى، ويخدمه الملأ السافل، فلا يزال يتقرر أمره ويزداد شأنه، حتى يأتى أمر اللّٰه على ذلك. فهذه هى الطريقة، وقِسْ عليه المذهب فى الفروع والأصول. فكل من ادّعى أن اللّٰه تعالٰى أعطٰى طريقة أو مذهبًا ولم يكن الذى أُعطى كما وصفْنا فقد عجز عن معرفة الأمر على ما هو عليه. ثم ليس كل أحد يُقضى له بالطريقة، وليس عند اللّٰه جزاف ولا تخمين فى شىء من الأشياء، بل إنما يعطى من جِبِلّ مباركا زكيا فيه إمداد الأفلاك السبعة والملأ الأعلى والسافل، وله رحمة خاصة من التدلى الأعظم. وكم من عارف عظيم المعرفة أو فانٍ باقٍ شديد الفناء سابغ البقاء ليس بمبارك وزكىّ فلا يُعطاها. وكذلك لا يتعاطى حفظها كل أحد، بل لكل أمر رجلٌ خُلق له ويُسِّرتْ جبلّةٌ لذلك. وأما صورةُ ظهورها فنشأة أخرى وراء النشأة المتعارفة

حقيقتها بركة فائضة فى الأعراض والأفعال."

تمّ كلامه رحمه اللّٰه. فإن كفّرتَ أحدًا بهذه العقائد فكفّرْه أوّلاً، فإن الفضل للمتقدمين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن هذا الرجل يحقّر معجزاتِ المسيح ويستهزء بها ويقول إنها ليست بشيء، ولو أردتُ لارى مثلَها بل أكبر منها، ولكنى أكره ولا أتوجّه إليها كالشائقين.

أما الجواب فاعلم أن المعجزة ليس من فعل العباد بل من أفعال اللّٰه تعالىٰ، فما كان لرجل أن يقول أنى أفعل كذا وكذا باختيارى وإرادتى. وما يفعل إنسان باختياره وإرادته وتدبيره فهو فعلٌ من أفعال الإنسان، ولا نسمّيه معجزة بل هو مكيدة أو سحر. فافْهَمْ يا أخى .. زادک اللّٰه رشدا.. أنى ما قلت كما فهِم المستعجلون، بل قلتُ متكلما بزىِّ رجلٍ محمّدىّ نظرًا على فضلٍ كان على **سيّدنا محمدنِ المصطفىٰ خاتم النبيين.**

وما ضحكتُ على المسيح وما استهزأت بمعجزاته، بل كان مرادى من كلماتى كلها أنّا أُوتينا دينًا كاملًا ونبيا كاملًا، ولا شک أنّا نحن خير أُمّة أُخرجتْ للناس فكم من كمال يوجد فى الأنبياء بالإصالة، ويحصُل لنا أفضلُ منه وأولىٰ منه بالطريق الظلّى، وهذا فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء . ألا ترىٰ إلى **قول رسول اللّٰه** صلى اللّٰه عليه وسلم إذ قال إن فى الجنة مكانا لا يناله إلا رجل واحد وأرجو أن أكون أنا هو، فبكٰى رجل من سماع هذا الكلام وقال **يا رسول** اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، لا أصبر على فراقک، ولا أستطيع أن تكون فى مكان وأنا فى مكان بعيد عنک محجوبا عن رؤية وجهک، فقال له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنت تكون معى ﴿۷۸﴾
وفى مكانى فانظرْ كيف فضّله على الأنبياء الذين لا يجدون ذٰلک المكان. ثم

انـظر إلى قوله تعالى ودعائه الذى علّمنا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1]، فإنّا أُمِرنا أن نقتدى الأنبياء كلهم ونطلب من اللّٰه كمالاتهم، ولما كانت كمالات الأنبياء كأجزاء متفرقة وأُمِرنا أن نطلبها كلها ونجمع مجموعة تلك الأجزاء فى أنفسنا، فلزم أن يحصل لنا شىء بالظلية ومتابعةِ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما لم يحصل لفردٍ فردٍ من الأنبياء وقد اتفق علماء الإسلام أنه قد يوجد فضيلة جزئية فى غير نبى لا توجد فى نبى. ثم انظر إلى كلام **ابن سيرين** حين سُئل عن مرتبة المهدى.. وقيل أهو **كأبى بكر** فى فضائله قال بل هو أفضل من بعض الأنبياء . وما اختلف اثنان من علماء هذه الأمة فى أن الفضائل الظلية التى توجد فى هذه الأمة قد تفوق بعض الفضائل التى توجد فى الأنبياء بالأصالة، ولذلك قيل إن الأنبياء السابقين كانوا ينظرون إلى هذه الأمة بعين الغبطة، وتمنى أكثرهم أن يكونوا منهم. فلو لم يكن فى هذه الأمة شىء من أنواع الفضائل التى لم توجد فى أنبياء بنى إسرائيل.. فلِمَ سألوا ربهم أن يجعلهم من هذه الأمة وأما كراهتنا من بعض معجزات المسيح فأمرٌ **حق**، وكيف لا نكرَه أمورًا لا توجد حِلّتَها فى شريعتنا مثلا.. قد كُتب فى إنجيل يوحنا الإصحاح الثانى أن عيسٰى دُعى مع أُمّه إلى العُرس وجعَل الماء خمرًا من آنية ليشرب الناس منها.فانظر..كيف لا نكره مثل هذه الآيات فإنّا لا نشرب الخمر، ولا نحسبه شيئا طيّبًا، فكيف نرضى بمثل هذه الآية ؟ وكم من أمور كانت من سنن الأنبياء ، ولكنا نكرَهها ولا نرضى بها، فإن آدم.. **صفيّ اللّٰه**..كان يُزوِّج بنته ابنه ونحن لا نحسب هذا العمل حسنا طيّبًا فى زماننا، بل كُنّا كارهين.

[1] الفاتحة: ٦،٧

فلكلّ وقت حكمٌ، ولكلّ أُمّة منهاجٌ، وكذٰلك نكره أن يكون لنا آيةُ خَلْق الطيور، فإن اللّٰه ما أعطىٰ رسولَنا هذا الإعجاز، وما خلَق نبيُّنا ذبابة فضلًا عن أن يخلق طيرًا عظيما. وكان السر فى ذٰلک إعلاء كلمة التوحيد وتنجية الناس من كل ما هو كان محل الخطر، بل قد يكون كبذر الشرک. هذا ما كان مرادنا فى كتابنا، وإنما **الأعمال بالنِّيّات**، فتدبَّرْ ساعةً، لعل اللّٰه يجعلک من المصدّقين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن هذا الرجل يحسب الملا ئكة أرواح الشمس والقمر والنجوم. أما الجواب فاعلم أنهم قد أخطأوا فى هذا، واللّٰه يعلم أنى لا أجعل ﴿۷۹﴾ أرواح النجوم ملا ئكة، بل أعلم من ربّى أنّ الملا ئكة مدبِّرات للشمس والقمر والنجوم وكلِّ ما فى السماء والأرض، وقد قال اللّٰه تعالىٰ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ [1]، وقال فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا [2]. ومثل تلک الآيات كثير فى القرآن، فطوبىٰ للمتدبرين.

ومن اعتراضات المكفِّرين أنهم قالوا إن هذا الرجل ادّعى النبوة وقال إنّى من النبيّين. **أما الجواب** فاعلم يا أخى أنى ما ادّعيتُ النبوة وما قلت لهم إنى نبى، ولكنهم تعجَّلوا وأخطأوا فى فهم قولى، وما فكّروا حق الفكر بل اجترأوا على نحتِ بهتان مبين. وتراهم يسارعون إلى التكفير ويكفّرون بعض المؤمنين ويخادعون البعض، ولا يخفى على اللّٰه ما فى صدور الظالمين. ومنهم من يُعجِب الناسَ قولُه ويُقسِم باللّٰه أنه على الحق وهو أول المُبطِلين. يلبِس الحقَّ بالباطل ويغطّى الصدقَ على الكذب، ويسعى سَعْىَ العفاريت، وينجّس وجه الأرض بالتمويهات والتلبيسات، ويفُوق بمكره كل مكّار، ثم يسمّى الصادقين دجالين.

[1] الطارق:۵ [2] النازعات : ٦

وما قلت للناس إلا ما كتبت فى كتبى من أننى محدَّث ويكلّمنى اللّٰه كما يكلّم المحدَّثين. واللّٰهُ يعلم أنه أعطانى هذه المرتبة، فكيف أردّ ما أعطانى اللّٰه ورزقنى من رزق.. أأعرضُ عن فيض ربّ العالمين وما كان لى أن أدّعى النبوة وأخرج من الإسلام وأَلحَق بقوم كافرين. وها إننى لا أصدّق إلهامًا من إلهاماتى إلا بعد أن أعرضه على كتاب اللّٰه، وأعلم أنه كل ما يخالف القرآن فهو كذب وإلحاد وزندقة، فكيف أدّعى النبوة وأنا من المسلمين؟ وأحمد اللّٰه على أنى ما وجدت إلهاما من إلهاماتى يخالف كتاب اللّٰه، بل وجدت كلها موافقا بكتاب رب العالمين.

ومن الناس من يقول إن باب الإلهام مسدودٌ على هذه الأمة، وما تدبَّرَ فى القرآن حق التدبر، وما لقى المُلهَمين. **فاعلم** أيها الرشيد أن هذا القول باطل بالبداهة، ويخالف الكتاب والسنة وشهادات الصالحين. أما كتاب اللّٰه.. فأنت تقرأ فى القرآن الكريم آياتٍ تؤيد قولنا هذا، وقد أخبر اللّٰه تعالىٰ فى كتابه المحكم عن بعض رجال ونساء **كلّمهم ربهم** وخاطبهم وأمرهم ونهاهم، وما كانوا من الأنبياء ولا رسل رب العالمين. **ألا تقرأ** فى القرآن وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ [1].

فتدبَّرْ أيها المنصف العاقل كيف لا يجوز مكالماتُ اللّٰه ببعض رجال هذه الأمة التى هى خير الأمم وقد كلّم اللّٰهُ نساءَ قوم خلوا من قبلكم، وقد أتاكم مثل الأولين فإن كان بعض الناس فى شك مّن إلهامى، وكان لهم ﴿۸۰﴾
عجبٌ من أن يخاطب اللّٰه أحدا من هذه الأُمّة ويكلّمه من غير أن يكون نبيّا.. فلِمَ لا يحكّمون القرآنَ فيما شجر بينهم؟ ولِمَ لا يردّون الأمر إلى اللّٰه ورسوله إن كانوا مؤمنين وقد قال اللّٰه تعالىٰ : لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَوٰةِ

[1] القصص:۸

الدُّنْيَا[1]، وقال اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ[2]، وقال يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ[3]، وقال يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا[4]، وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ[5]. فالنور.. الذى هو الأمر الفارق بين خواص عباد اللّٰه وبين عباد آخرين.. هو الإلهام والكشف والتحديث، وعلوم غامضة دقيقة تنزل على قلوب الخواص من عند اللّٰه. وكذلك قال عزّوجلّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[6]. وأنت تعلم أن الذين يصِلون مقاماتِ الكمال من الاتقاء وخوفِ هجر الرب، لا يبقى لهم همٌّ واهتمام فى فكر الرّزق الّذى هو حظّ الجسم.. أعنى الخُبز واللحم وأنواع الطعام والشراب والألبسة، بل ينهضون لاكتساب الأموال الروحانية، ويُجذَب قلبهم وروحهم وشوقهم إلى المولى، وإلى رزقٍ يزيد لهم يقينًا ومعرفةً ويُدخلهم فى الواصلين. ولا يريدون الدنيا وشهواتها ولذّاتها، وما كان أعظم مراداتهم الدنيا ولا أن يأكلوا ويشربوا ويُتلفوا أعمارهم فى الخَضْم والقَضْم، ويعيشوا كالمترَفين. فالرزق الذى هو مُرادُ رجالٍ أُولى التقوى إنما هو فيوض الغيب من الكشف والإلهام والمخاطبات، ليبلغوا مراتب اليقين كلها، ويدخلوا فى عباد اللّٰه العارفين. فقد وعد اللّٰه لهم وقال وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ، وأما الذين يظنون أن الرزق منحصر فى التنعمات الجسمانية، فقد أخطأوا خطًا كبيرًا، وما تدبّروا فى القرآن حق التدبر، وكانوا من الغافلين.

[1] یونس: ۶۵ [2] حٰمٓ السجدة: ۳۱، ۳۲ [3] المومن: ۱۶ [4] الانفال: ۳۰ [5] الحدید: ۲۹
[6] الطلاق: ۳، ۴

وكذلك قوله تعالى إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا[1]، أى هاتوا قلوبَهم وألقُوا فيها كلماتِ التثبيت، يعنى قولوا لَا تَخَافُوا وَ لَا تَحْزَنُوا، وكمثله مِن كلمات تطمئن بها قلوبهم. فهذه الآيات كلها تدل على أن الله قد يكلّم أولياء ه ويخاطبهم ليزداد يقينهم وبصيرتهم وليكونوا من المطمئنّين.

وكذلك علّم الله عباده دعاء اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ[2]، ومعلوم أن من أنواع الهداية كشفٌ وإلهام ورؤيا صالحة ومكالمات ومخاطبات وتحديث لينكشف بها غوامض القرآن ويزداد اليقين، بل لا معنى للإنعام من غير هٰذه الفيوض السماوية، ﴿۸۱﴾ فإنها أصل المقاصد للسالكين الذين يريدون أن تنكشف عليهم دقائق المعرفة، ويعرفوا ربهم فى هذه الدنيا، ويزدادوا حُبًّا وإيمانا، ويصِلوا محبوبهم متبتّلين. فلأجل ذٰلك.. حثَّ اللّٰه عبادَه على أن يطلبوا هذا الإنعام من حضرته، فإنه كان عليمًا بما فى قلوبهم من عطش الوصال واليقين والمعرفة، فرحِمهم وأمدّ كلَّ معرفة للطالبين، ثم أمرهم ليطلبوها فى الصباح والمساء والليل والنهار، وما أمرهم إلا بعدما رضى بإعطاء هذه النعماء ، بل بعدما قدّر لهم أن يُرزَقوا منها، وبعدما جعلهم ورثاء الأنبياء الذين أُوتوا مِن قبلهم كلَّ نعمة الهداية على طريق الأصالة. فانظر كيف منَّ اللّٰه علينا.. وأمَرنا فى أمّ الكتاب لنطلب فيه هدايات الأنبياء كُلّها، ليكشف علينا كل ما كشف عليهم، ولكن بالا تّباع والظلّية، وعلى قدرِ ظروف الاستعدادت والهمم. فكيف نردّ نعمة اللّٰه التى أُعِدّت لنا إن كنّا طُلباء الهداية؟ وكيف نُنكرها بعدما أُخبرنا عن أصدق الصادقين.

[1] الانفال:۱۳ [2] الفاتحة:۶،۷

وأمّا ما ثبت من **سُنة رسول اللّٰه** وآثارِه فی هذا الباب فاعلمْ أنه قال صلی الله علیه و سلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی إسرائیل رجال یُکلَّمون مِن غیر أن یکونوا أنبیاء ، فإن یّکُ فی أمتی منهم أحدٌ **فعمرُ**. وقال قد کان فیما مضٰی قبلکم من الأُمم محدَّثون، وإنه إن کان فی أمتی هذه منهم فإنه **عمر بن الخطاب** . وجاء فی البخاری فی آیة وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی [1] ...الآیة عن ابن عباس أنه کان یزید فیه "**ولا محدَّثٍ**"، یعنی یقرأ وما أرسلنا من قبلک من رسول ولا نبیّ ولا محدَّث. وتجد هذا الذکر مفصّلا فی "فتح الباری"، فلا تُعرِضُ عن الحق بعدما جاء ک، وتدبّر مع المُتدبّرین.

وإنی کتبت فی بعض کتبی أنّ **مقام التحدیث** أشدّ تشبُّهًا بمقام النبوّة، ولا فرق إلا فرق القوة والفعل. وما فهموا قولی وقالوا إنّ هذا الرجل **یدّعی النبوة**، واللّٰه یعلم أن قولهم هذا کذب بحت، لا یُمازجه شیء من الصدق، ولا أصل له أصلاء، وما نحتوه إلا لیهیّجوا الناس علی التکفیر والسب واللعن والطعن، وینهضوا هم للعناد والفساد، ویفرّقوا بین المؤمنین.

وإنی واللّٰه أؤمن باللّٰه ورسوله، وأؤمن بأنه خاتم النبیین . نعَمْ، قلت إن أجزاء النبوة توجد فی التحدیث کُلّها، ولکن بالقوة لا بالفعل، فالمحدَّث نبیٌّ بالقوة، ولو لم یکن سدُّ باب النبوة لکان نبیًا **بالفعل**، وجاز علی هذا أن نقول **النّبیّ مُحدَّث** علی وجه الکمال، لأنه جامع لجمیع کمالاته علی الوجه الأتم الأبلغ ﴿۸۲﴾
بالفعل، وکذلک جاز أن نقول إن المحدَّث نبی بناءً علی استعداده الباطنی أعنی أن المحدَّث نبی **بالقوّة**، وکمالات النبوة جمیعها مخفیّة مضمَرة فی التحدیث، وما حبس

[1] الحج:۵۳

ظهورها وخروجها إلى الفعل إلّا سدّ باب النبوة. وإلى ذٰلك أشار النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى قوله: ”**لو كان بَعْدِى نبىّ لكان عمر**“ وما قال هذا إلا بناءً على أن عمر كان **محدَّثا**، فأشار إلى أن مادة النبوة وبذرها يكون موجودًا فى التحديث، ولكن اللّٰه ما شاء أن يُخرجها مِن مَكْمَن القوة إلى حيّز الفعل، وإلٰى ذٰلك إشارة فى قراء ة ابن عباس وما أرسلنا من رسول ولا نبىّ ولا محدَّث، فانظرْ كيف أُدخل الرّسل والنبيّون والمحدَّثون فى هذه القراء ة فى شأن واحد، وبيّن اللّٰه أن كلّهم من المحفوظين ومن المرسلين.

ولا شكّ أن التحديث موهبة مجردة لا تُنال بكسبٍ البتّة.. كما هو شأن النبوة، ويُكلِّم اللّٰه المحدَّثين كما يُكلِّم النبيين، ويرسل المحدَّثين كما يرسل المرسل، ويشرب المحدَّث من عينٍ يشرب فيها النبىّ، فلا شك أنه نبىٌّ لولا سدّ الباب، وهذا هو السرّ فى أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سمّى **الفاروق** محدَّثا فقفّى على أثره قوله لو كان بعدى نبى لكان عمر، وما كان هذا إلا إشارة إلى أن المحدث يجمع كمالاتِ النبوة فى نفسه، ولا فرق إلا فرق الظاهر والباطن، والقوة والفعل. فالنبوة شجرة موجودة فى الخارج مثمرة بالغة إلى حدّ ها، والتحديث كمثل بذر فيه يوجد فى القوة كلُّ ما يوجد فى الشجر بالفعل وفى الخارج. وهذا مثال واضح للذين يطلبون معارف الدّين، وإلى هذا أشار رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى حديث **علماء أُمتى كأنبياء بنى إسرائيل**، والمراد من العلماء المحدَّثون الذين يُؤتَون العلم من لدن ربهم ويكونون من المكلَّمين.

وقد استصعب الفرق بين التحديث والنبوة على بعض الناس، فالحق أن بينهما فرق القوة والفعل كما بينتُ آنفا فى مثال الشجرة وبذرها،

فـخُذْها منی ولا تخفْ إلا اللّٰهَ، وادعُ اللّٰه أن تكون من العارفين. هذا ما قلنا فی بعض كتبنا استنباطًا من الأحاديث النبوية والقرآن الكريم، وما قال بعض السلف فهو أكبر مـن هذا، ألا ترى إلی قول ابن سيرين أنه ذُكر المهدی عنده وسئل عنه هل هو أفضل من أبی بكر فقال ما أبو بكر هو أفضلُ من بعض النبيّين!

هـذا مـا كتب صاحب ”فتح البيان“ صدّيق حسن فـی كتابه "الحُجَج"، ومثله أقوال أخـرى ولـكـنـا نتـركها خوفا من الإطناب وعليک أن تدقّق النظر بالإنصاف الـكـامل ليتضح لک الحق الحقيق وتكون من الفائزين. وقد بيّنت لک كُلّ ما هو ﴿۸۳﴾ كـلـمة الكفر فی أعين المستعجلين، فانظر.. أيـن هذا وأين ادعاء النبوة؟ فلا تظن يا أخی أنی قلت كلمة فيه رائحةُ ادّعاء النبوة كما فهِم المتهوّرون فی إيمانی وعِرضی، بـل كُـلّ مـا قُـلـت إنـمـا قلتها تَبْيِينًا لمعارف القرآن ودقائقه، وإنما الأعمال بالنّيّات ومـعـاذَ الـلّٰه أن أدّعی النبوة بعدما جعل اللّٰه نبيًّا وسيدنا محمدًا المصطفٰی صلی اللّٰه عليه وسلم خاتم النبيّين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن المسيح الموعود لا يأتی إلا عند قُرب القيامة وظهـور أمـاراتها الكبرىٰ.. يـعـنـی ظهور يأجوج ومأجوج، ودابّة الأرض، والدجّال الـذی تسيـر مـعـه الـجنة والنار، وطلوع الشمس من مغربها، وما ظهر شیء من هذه العلامات.. فـمـن أيـن جـاء المسيح الموعود مع عدم مجیء آيات أخرى؟ وكيف يطمئن القلب على هذا وكيف يحصل الثلج واليقين؟

أمـا الجواب فـاعـلـم أن هـذه الأنبـاء قـد تـمّـتْ كلها، ووقعت كما كان فی الآثار المنتقاة المدوّنة عن الثقات، ولكن الناس ما عرفوها وكانوا غافلين.

والـكـلام الـمفصّل فی ذلک أن أمارات القيامة علٰی قسمين : الأمارات الصغرىٰ،

والأمارات الكُبریٰ. أما الأمارات الصغریٰ فقد تبدو وتظهر علٰی صورتها الظاهرة، وقد تنكشف وجودها فی حُلل الاستعارات. ولكن الأمارات الكبری فلا تظهر علٰی صورتها الظاهرة أصلًا، ولا بد فيها أن تظهَر فی حُلل الاستعارات والمجازات. والسر فی هذا الأمر أن الساعة لا تأتی إلا بغتة كما قال اللّٰه تعالی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [1]

وقال فی مقام آخر اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ـ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ [2] ..

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ [3].

وقال كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ـ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ـ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ [4].

وقال هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ [5].

وقال وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ [6].

فثبت من قوله .أعنی وَلا يَزالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فی مِرْيَةٍ مِنْهُ أن العلامات القطعية المزيلة للمِرية، والأمارات الظاهرة الناطقة الدّالة علی قُرب القيامة.. لا تظهر أبدا، وإنما تظهر آيات نظرية التی تحتاج إلی التأويلات، ولا تظهر إلا فی حُلل الاستعارات، وإلا فكيف يمكن أن تنفتح أبواب السماء وينزل منها عيسٰی أمام أعين الناس وفی يده حربة، وتنزل الملائكة معه، وتنشقّ الأرض وتخرج منها دآبّة عجيبة تكلّم الناسَ أن الدّين ﴿۸۴﴾

[1] الاعراف:۱۸۸ [2] يوسف:۱۰۸، ۱۰۹ [3] الانبياء:۴۱ [4] الشعراء:۲۰۱ تا ۲۰۳
[5] الزخرف:۶۷ [6] الحج:۵۶

عـنـد الـلّـه هو الإسلام، ويخرج يأجوج ومأجوج بصورهم الغريبة وآذانهم الطويلة، ويـخرج حمار الدجّال ويرى الناس "بين أذنيه سبعون باعًا "، ويخرج الدجّال ويرى الـنـاس الـجـنـةَ والـنّار معه والخزائن التى تتبعه، وتطلُع الشمس من مغربها كما أخبر عـنهـا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويسمع الخَلق أصواتا متواترة عن السماء أن المهدى خليفة اللّٰه، ومع ذلك يبقى الشك والشبهة فى قلوب الكافرين.

ولأجل ذٰلک كتبتُ فى كتبى غير مرّة أن هذه كلها استعارات وما أراد اللّٰه بها إلّا ابتـلاء الناس ليعلم من يعرفها بنور القلب ومن يكون من الضالين. ولو فرضنا أنها تـظهـر بصورها الـظاهرة فـلا شكّ أن مـن ثـمـراتهـا الضرورية أن يرتفع الشک والشبهة والـمِـرية مـن قـلـوب الـنـاس كـلهـم كـما يرتفع فى يوم القيامة، فإذا زالت الشـكـوک ورُفـعـت الـحـجـب فـأىُّ فرقٍ بقى بعد انكشاف هذه العلامات المهيبة الغريبة فى تلک الأيام وفى يوم القيامة؟

انـظر أيها العاقل أنه إذا رأى الناس رجلا نازلًا من السّماء وفى يده حربة ومعه ملائكة الذين كانوا غائبين من بدء الدنيا وكان الناس يشكّون فى وجودهم، فنـزلوا وشهـدوا أن الرسول حق، وكذلک سمع الناس صوت اللّٰه من السماء أن المهدى خـليفة اللّٰه، وقرأوا لفظ "الكافر "فـى جبهة الـدجّال، ورأوا أن الشمس قد طلعت مـن الـمـغـرب، وانشقّت الأرض وخرجت منها دآبة الأرض التى قدمه فى الأرض ورأسـه تـمـسّ الســماء ، ووسَمت المؤمن والكافر، وكتبتُ ما بين عينهم مؤمن أو كـافـر، وشهـدت بـأعـلى صوتها بأن الإسلام حق، وحصحص الحق وبرق من كل جهة، وتبيـنــت أنـوار صـدق الإسـلام حتــى شهـد البهــائـم والسبا ع والعقـارب

علی صدقه، فكيف يمكن أن يبقى كافر على وجه الأرض بعد رؤية هذه الآيات العظيمة، أو يبقى شك فى اللّٰه وفى يوم الساعة؟ فإن العلوم الحسّية البديهة شیء يقبله كافر ومؤمن، ولا يختلف فيه أحد من الذين أُعطوا قوى الإنسانية؛ مثلًا إذا كان النهار موجودًا والشمس طالعة والناس مستيقظين فلا يُنكره أحد من الكافرين والمؤمنين. فكذلك إذا رُفعت الحجب كلها، وتواترت الشهادات، وتظاهرت الآيات، وظهرت المخفيّات، وتنزلت الملائكة، وسُمعتُ أصوات السماء، فأى تفاوُت بقيت بين تلك الأيام وبين يوم القيامة، وأى مفرّ بقى للمنكرين؟ فلزم من ذلك أن يُسلِم الكفار كلهم فى تلك الأيام، ولا يبقى لهم شك فى الساعة؛ ولكن القرآن قد قال غير مرة إن الكفار يبقون على كفرهم إلى يوم القيامة، ويبقون فى مِريتهم وشكّهم فى الساعة حتى تأتيهم الساعة بغتة وهم لا يشعرون. ولفظ "البغتة" تدل بدلالة واضحة علىٰ أن العلامات القطعية التى لا تبقى شک بعده ، على وقوع القيامة لا تظهر أبدا، ولا تجليها اللّٰه بحيث تُرفع الحجب كلّها وتكون تلك ﴿۸۵﴾ الأمارات مرآة يقينية لرؤية القيامة، بل يبقى الأمر نظريا إلى يوم القيامة، والأمارات تظهر كلها ولكن لا كالأمر البديهى الذى لا مفر من قبوله، بل كأمور ينتفع منها العاقلون، ولا يمسّها الجاهلون المتعصبون، فتدبَّرْ فى هذا المقام فإنه تبصرة للمُتدبّرين.

وأنت تعلم أن هذه الأنباء كلها.. كخروج دابّة الأرض ويأجوج ومأجوج وغيرها، قد اختلفت الآثار فى تبيينها، ولم تُبيَّن على نهج واحد، حتى إن بعض الصحابة زعموا أن دآبّة الأرض عليٌّ رضى اللّٰه عنه، فقيل له إن الناس يظنون

أنک أنت دآبّة الأرض، فقال ألا تعلمون أنه إنسان ومعه لوازم بعض الحيوانات، ولها وبر و ريش، وشيء فيه كالطير، وشيء فيه كالسباع، وشيء فيه كالبهائم، وهو يسعٰى كمثل فرس ضليع ثلاث مرة ولم يخرج إلا أقلّ من ثلثيه، وما أنا إلا إنسان بحتٌ ليس علٰى جلدى وبر ولا ريش.. فكيف أكون دآبّة الأرض؟ وقال بعض الناس إن دآبة الأرض التى ذكره القرآن هو اسم الجنس لا اسم شخص معين، فإذا انشقت الأرض فيخرج منه ألوف من دوآبّ الأرض سُمى كل واحد منها دآبّة الأرض.. لهم صور كصور الإنسان وأبدان كأبدان السباع والكلاب والبهائم. وقيل إنها حيوان لها عنق طويلة.. يراها المغربى كما يراها المشرقى، ولها مناقير الطيور، وهى حيوان أصوف ذاتُ زَغَبٍ وذات وبر وريش، وفيها من كل لونٍ من ألوان الدواب، ولها أربع قوائم، وفيها من كل أُمّةٍ سِيُمَى، وسيماها من هذه الأمة أنها تكلّم الناسَ بلسان عربى مبين، تكلّمهم بكلامهم. هذا قول ابن عباس. وجاء من أبى هريرة أنها ذات عَصَبٍ وريش، وأن فيها من كل لونٍ، ما بين قرنيها فرسخ للراكب المُجِدِّ. وعن ابن عمر قال إنها زَغُباءُ ذات وبر وريش. وعن حذيفة قال إنها سَلَمَّعَةٌ ذات وبر وريش، لن يدركها طالب ولا يفوتها هارب. وعن عمرو بن العاص قال إنها حيوان طويل القامة، رأسه يبلغ السماء ويمسّها ولم يخرج رجلاه من الأرض، وإنها لتخرج كجرى الفرس ثلا ثة أيام لم يخرج ثلثاوعن ابن زبير قال هى دآبة رأسها كرأس البقر، وعينها كعين الخنزير، وأذنها كأذن الفيل، وقرنها كقرن الأيِّل، وعنقها كعنق النعامة، وصدرها كصدر الأسد، ولونها كلون النمر، وخاصرها كخاصر السنور، وذنبها

كـذنـب الـمـعيـز، وأرجلها كقوائم الإبل، وما بين مفصليها اثنا عشر ذراعا. وعن عـاصـم بـن حبيـب بـن اصبهـان قـال رأيـت عليًّا يقول إن دآبة الأرض تأكل بفيها وتتكلم مِن إسُتها. وجـاء فى بعض الأحاديث أنها تخرج ويكون معها عصا موسى وخاتم سليمان بن داؤد، وينادى بأعلٰى صوت أن الناس كانوا بآياتنا غافلين، وتسِم المؤمن والكافر.. أما المؤمن فيبرق وجهه بعد الوسم كالكوكب الدرّى، وتكتب ﴿۸۶﴾ الـدابة مـا بيـن عيـنيـه لـفـظ الـمؤمن، وأما الكافر فتكتب ما بين عينيه لفظ الكافر كنقطة سوداء . وجاء فى رواية أن لها صوتا عالٍ يسمعها كل من هو فى الخافقين، وهـى تقتل إبليس وتمزّقه.وفى مواضع خروجها وأزمنة ظهورها اختلافات عجيبة تـركنا ذكرها اجتنابا من طول الكلام. وقـالوا إنها تخرج فى زمان واحد من أمكنة متـعددة.. تـخـرج مـن أرض مـكة، وتـخـرج من أرض المدينة، وتخرج من أرض اليـمـن، فيُـرى صورته فى الأمكنة المختلفة بطور خرق العادة فى الصور المثالية. فمن هٰهنا يثبت عالم المثال. وأعـجبنى أن علماء نا قد جوّزوا هذه الصور المثالية فـى خـروج دابّة الأرض، وقـالـوا إن لهـا تـكـون قـدرةٌ عـلى كونها موجود ة فى الـمشـرق والـمـغرب فى آن واحد، وهـم لا يجوّزون هذه القدرة لـلملا ئكة، ويـقولون إنهم إذا نزلوا من السماء فلا بد من أن تبقى السماوات خالية منهم، وإنُ هذا إلا حمق مبين.

هذا ما جاء فى حال دابة الأرض فى كتب الأحاديث مع اختلافات وتـناقضات حتى إن أكثر الصحابة ظنوا أنه إنسان فقط، ولأجل ذلك حسبـوا أن عـليًّـا هو دابة الأرض. ومـن أعـجـب الـعـجــائب أن بعض الأحـاديـث تـدل عـلٰـى أن دابة الأرض مـؤمـنة تؤيّد المؤمنين وتـخزى

الـكـافـريـن، وتشهـد أن ديـن الإسـلام حـق، حتـى إنها تقتل إبليس وتـمزّقه، وبعض الأحـاديـث يدل على أنها امرأة كافرة خادمة للشيطان وجسّاسة للدجّال وليس فيها خيـر؛ فـلا يـمكن التوفيق بينهما إلا أن نقول إن المراد من دابة الأرض علماء السوء الـذيـن يشهـدون بـأقـوالهـم أن الـرسـول حـق والـقـرآن حـق، ثـم يعملون الخبائث ويـخدمون الدجّال، كأن وجودهم من الجزئين.. جزء مع الإسلام وجزء مع الكفر، أقـوالهـم كأقوال المؤمنين، وأفعالهم كأفعال الكافرين. فـأخبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عـن أنهم يكثرون فى آخر الزمان، وسُمُّوا دابة الأرض لأنهم أخلدوا إلى الأرض، ومـا أرادوا أن يُـرفعوا إلى السماء، واطمأنوا بالدنيا وشهواتها، وما بقى لهم قـلـب كـالإنسـان، واجتـمـعـت فيهـم عادات السباع والخنازير والكلاب. تراهم مستـكبـريـن متبخترين كأنهم بلغوا السماء ومسّوها، ولم تخرج أرجلهم من الأرض من شدة انتـكـاسهـم إلـى الـدنيا، فهم كالذى شُدِّدَ أَسْرُه وكالمسجونين. يـكلّمون الـنـاس مـن الإست لا من الأفواه، يعنى ولا تجد فى كلماتهم طهارة وبركة واستقامة ونورانية ككلمات الصالحين.☆

☆ قال قـائل لو كان هذا هو الحق.. أن دابّة الأرض هـى طـائفة علماء هذا الزمان، فيـلزم أن يكون تكفيرهم حقًّا وصدقا، فإن من شأن دابة الأرض أنها تسِم المؤمن والكافر، فمن جعله الدابةُ كافرا(يُشير المعترض إلينا) فعليكم أن تقرّوا بكفره، فإن التكفير بمنـزلة الوسم من دابّة الأرض. فيُـقـال فـى جواب هذا المعترض إن المراد من الوسم إظهارُ كفرِ كـافـر وإيـمـان مـؤمـن، فهـذا الإظهـار عـلى نوعين قد يكون بالأقوال وقد يكون بالأفعال ونتائجها. وقـد جـرت سُـنة اللّٰه أنه قد يجعل الكافرين والفاسقين علّةً موجبة لظهور أنوار إيـمـان أنبيـائـه وأوليـائـه، ألا تـرى إلـى سيـدنا ونبينا محمد المصطفى صلعم كيف كانت ﴿۸۶﴾

ومن اعتراضاتهم ما قيل إن بعض أجلّ مشائخهم قال إنى رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى المنام وسألته عن هذا الرجل (يعنى عن المؤلف) أهو كاذب أم صادق؟ فقال **صادق ومن عند اللّٰه**، ولكن اللّٰه يمازحه.☆ **أما الجواب** فاعلم أن ذلک الشيخ قد أرسل إلىّ رسولين من عنده، كان اسم أحدهما الخليفة **عبد اللطيف**، واسم الثانى الخليفة **عبد اللّٰه** العرب، فجاءا ﴿۸۷﴾ إلىّ فى مقام فيروزفور وقالا قد أرسلَنا إليک شيخنا **صاحب العَلم** يقول إنى رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم واستفسرته فى أمرک وقلت بيّنْ لى يا رسول اللّٰه أهو كاذب مفترى أم صادق؟ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم **إنه صادق ومن عند اللّٰه. فعرفتُ أنک على حق مبين**. وبعد

☆اسم هذا الشيخ :پير صاحب العَلَم، ويسكن فى بعض بلاد السندهـ .وسمعت أنه من مشاهير مشائخ تلک البلاد وجماعةُ مبايعيه قريب من مئة ألف أو يزيدون .منه

بقية الحاشية

عداوة أبى جهل وأمثاله موجبةً لإنارة صدقه وضياء إيمانه؟ ولو لم يكن أبو جهل وإخوانه من المعادين لبقى كثير من أنوار الصدق المحمّدى فى مكمن الاختفاء، فإذا أراد اللّٰه أن يُظهر صدق نبيه صلعم بين الناس فجعل له الحاسدين المعاندين المعادين فى الأرض كأبى جهل وشياطين آخرين، فمكروا كل المكر وآذوا كل الإيذاء، وسعوا لإطفاء أنوار نزلت من السماء، فعجزوا عن ذلک، وجاء الحق وزهق الباطل، وظهر أمر اللّٰه ولو كانوا كارهين فجاز أن يُقال إن أبا جهل وأمثاله كانوا سببا لظهور صدق المصطفٰى وإيمانه الطيب وأنواره العليا، فكذلک نقول إن دابّة الأرض التى هى خادمة الشيطان.. أعنى التى تتكلم بالإست لا بالفم كالصالحين من نوع الإنسان.. هى تسم المؤمن بمعنى أنها تُظهر أنوار إيمانه كما أظهر أبو جهل أنوار إيمان خاتم النبيّين. فتفكرْ ولا تكن كالمعتوه والمجانين. منه

ذلک لا نشک فی أمرک ولا نرتاب فی شأنک، ونعمل کما تأمر، فإن أمرتنا أن اذهبوا إلی بلاد الأمریکه فإنّا نذهب إلیها، وما تکون لنا خِیرةً فی أمرنا، وستجدنا إن شاء اللّٰہ من المطاوعین.

هـذا ما قال رسولاه وکانا من شرفاء القوم، بل الذی کان اسمه عبد اللّٰہ العرب هو من مشاهیر التجار، ومنَّ اللّٰہ علیه بأموال کثیرة وباقیات صالحة، وأظن أنه رجل صالح لا یکذب، وقد أنفق مالا کثیرا فی سبیل اللّٰہ ومهمّات الدین، وله همٌّ کثیر لإعلاء کلمة الإسلام، وما جاء نی إلا علی قدم الصدق والإخلاص، وما جاء إلا بعدما أرسلهما شیخهما، ففکِّرُ دیانةً وإنصافًا.. أأرسلَهما شیخهما من دیار بعیدة علی تحمُّل مصارف السبیل وتکالیف السفر فی أیام الشتاء لیبلّغا منه کلمةَ المزاح، ویؤذیا.. علی خلاف السُنة.. أهل الصلاح؟ وإنهما حیّانِ موجودان، والشیخ حیّ موجود، فاسألُهما وشیخهما إن کنت من المرتابین. ومع ذلک نسبة المزاح إلی اللّٰہ تعالی قول تری حقیقته، وأنت تعلم أن المزاح نوع من الکذب، ولا یصح علیه سبحانه الکذب، فإنه رجس ومن النقائص، والنقائص کلها تستحیل علیه تعالٰی ذاتًا..عقلًا وعُرفًا، وقد اتفق العلماء علی أن اللّٰہ تعالی لا یکذب ولا یُخلف المیعاد، والکذب علیه مُحال لما فیه من أمارة العجز أو الجهل أو العبث، ولما فیه زیادة ونقص، ویتعالی اللّٰہ عن النقائص کلها وکل أنواعها. وجواز الکذب فی أخباره تعالٰی ووحیه وإلهامه یُفضی إلی مفاسد لا تُحصٰی؛ قال فی شرح المواقف ویمتنع علیه الکذب اتفاقًا، ولو کان اللّٰہ کاذبا لکان کذبه قدیمًا إذ لا یقوم الحادث بذاته

تعالى، فكيف يكون الكذب من صفاته القديمة وهو أصدق الصادقين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا قد ثبت من القرآن أن **عيسى** عليه السلام رُفع إلى السماء غير مقتول ولا مصلوب، وجاء فى الأحاديث أنه سينزل☆ ويقتل الدجّال، ويتزوج ويولد له، ثم يموت فيُدفن فى قبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. وقد جاء فى بعض الأحاديث أنه لم يمت، وقد انعقد الإجماع على مجيئه قبل موته فى زمان يبعث اللّٰه المهدى فيه، ويدعو علٰى يأجوج ومأجوج فيموتون بدعائه، فكيف يمكن الإنكار من هذه الأحاديث التى اتّفق عليها السلف والخلف ﴿۸۸﴾ والصحابة والتابعون والأئمة وأكابر المحدثين؟ **أمّا الجواب** فاعلم أن وفاة عيسٰى ثابت بالآيات التى هى قطعية الدلالة، لأن القرآن ما استعمل لفظ التوفى إلا للإماتة والإهلاك، وصدّق ذلك المعنى رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وشهد عليه رجل من الصحابة الذى كان أعلم بلغات قومه، وكان استنبط علم التفسير ووضعه، وكان له اليد الطولٰى والقدح الْمُعَلّٰى فى تحقيق لسان العرب وكان من العارفين. وأمّا شهادته.. فكما جاء فى البخارى متوفيك مميتک، وقال العينى شارح البخارى رواه ابن أبى حاتم عن أبيه، قال حدثنا أبو صالح حدثنا معاوية عن علىّ بن أبى طلحة عن ابن عباس قال متوفيک مميتک. **ثم اعلم** أن ادعاء

☆ **الحاشية** ولو كان عيسٰى راجعا إلى الدنيا بعد الرفع لقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم واللّٰهِ ليوشكنّ أن يرجع، ولكنه قال واللّٰه ليوشكن أن ينزل، فتركُ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لفظ الرجوع واختيارُه لفظ النزول دليل قوى على أنه أراد من عيسٰى رجلا آخر، لا عيسى الذى هو نبى اللّٰه ابن مريم. منه

الإجـمـا ع فی عقیدة رفع عیسیٰ حیًا بجسمه العنصری باطل و کذب صریح قال ابن الأثیر فی کتابه "الکامل "إن أهل العلم قد اختلفوا فی عیسٰی هل رُفع قبل الموت أو بـعده، فبعضهم ذهبوا إلی أنه رُفع قبل الموت، وبعضهم ذهبوا إلی أنه مات إلی ثلاث سـاعـات أو سبـع سـاعـات، و ذهـب فریق من المعتزلة و الجهمیة أنه ما رُفع بجسمه الـعـنـصـری بـل مات ورُفع بالرفع الروحانی، وما یکون نزوله إلا نزولًا روحانیا کما کـان الـرفع روحانیا. وقـد أثبـت البـخـاری مـوتـه فی صحیحه بکتاب اللّٰه وحدیث رسـولـه وقـول بـعض الصحابة. فـأیـن ثبـت الإجـمـا ع عـلـی رفـعه حیًا وعدم موته و کـذلک مـا اتـفـق الـمسـلمون علی دفنه فی قبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، وقـال العینی فی شرح البخاری قیل یُدفن فی الأرض المقدسة وکذلک اختُلِفَ فی مـوضـع نـزولـه، وفی حدیث ابن عباس قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول "ینـزل أخی عیسی ابن مریم علی جبلِ أَفِیُقَ إمامًا هادیًا حَکَمًا عادلا، بیده حربةٌ لـقتـل الدجّال، وتضع الحرب أوزارها". وأخـرج نـعیم بن حماد من طریق جبیر بن نـفیـر وشریح وعمر بن الأسود وکثیر بن مرة قال قالوا إنما الدجّال شیطان لا غیره، یـعـنـی یـخـرج فـی آخـر الزمان ویوسوس فی صدور الناس ویقتله المسیح بالحربة السماویة، یعنی بالنور والذین آمنوا من الصحابة بنـزوله ما آمنوا إلا إجمالا، والذین صرّحوا فی هذا الباب بعد الصحابة فقد أخطأوا، ولا یجب علینا أن نتبع آراءهم هم رجـال ونـحـن رجال، وقد منّ اللّٰه علینا وکشف علینا بإلهاماته ما لم یکشف علیهم، وهذا فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء من عباده المؤمنین.

وقد أشار اللّٰه تعالى فى القرآن أن التوراة إمام.. يعنى فيه نظير كل واقعة يقع فى هذه الأمة، ولذلك قال فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [1]، ولكنّا لا نجد فى التوراة نظير النزول الجسمانى، بل نجد نظيرا فيه للنزول الروحانى كما ذكرُنا قصة نزول إيلياء النبى، فتدبرُ بقلب سليم أمين ـ ثم مع ذلك.. قد ثبت أن الواقعات الآتية التى أخبر عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أو غيرُه من الأنبياء ما وقعت كلها بصورتها الظاهرة المرجوّة ، بل وقع بعضها على الظاهرة ﴿۸۹﴾ وبعضها على وجه التأويل. فإذا كان سُنة اللّٰه كذلك فى ظهور الأنباء المستقبلة.. فأىّ دليل على أن خبر نزول المسيح محمول على الظاهر؟ ولِمَ لا يجوز أن يكون محمولا على الباطن؟ بل إذا دقّقنا النظر فيأمر العقل أن الأخبار التى هى أمارات كبرىٰ للقيامة.. لا بد لها أن لا تقع إلا فى حُلل الاستعارات، فإن القيامة لا تأتى إلا بغتة، ولا يزول ريب المرتابين أبدًا حتى تأتيهم كما ثبت من نصوص القرآن. وأمّا إذا جوّزْنا ظهور الأمارات الكبرىٰ على صورها الظاهرة.. فلا تبقى الساعة أمرًا ظنيا فى أعين المنكرين. فوجب أن نعتقد أن الأمارات الكُبرىٰ لا تقع على صورها الظاهرة، وكذلك النزول نزول روحانى بتوسط رجل يُشابه فى صفاته، كما فُسِّر معنى نزول إيلياء النبى من قبل فى صحف النبيين.

وأما قولهم ان الأحاديث تشهد على أن عيسى يقتل الدجّال بحربته، فنحن لا نُسلّم أن الأحاديث تدل عليها بالاتفاق، بل الحديث الذى جاء فى البخارى فى أمر عيسٰى يعنى قول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يضع الحرب، يدل بدلالة صريحة على أن عيسٰى لا يقتل

[1] الانبياء : ۸

الدجّال بآلةٍ من آلات الحرب، وكيف يأخذ حربته بيده مع أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال فى حقه إنه يضع الحرب فلا شك أن حربة قتل الدجّال حربة روحانية منزَّلة من السماء كما يدل عليه حديث رُوى عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ينزل أخى عيسَى بن مريم على جبلِ أَفِيْقَ إمامًا هاديًا حَكَما عادلا بيده حربة يقتل به الدجّال، فقد ظهر من هذا الحديث أن الحربة سماوية لا أرضية، فالقتل أمر روحانى لا جسمانى. ثم لما كان الدجّال شيطان آخر الزمان يبسط ظل الضلالة على مظاهره.. فما معنى القتل الجسمانى؟ وما نقلوا أنه بعد قتله يُدفَن أو يُحرق أو يُلقى فى البحر أو يُطرح فى الأرض حتى تأكله الطير. فهذه كلها دلائل قاطعة على أن القتل أمر روحانى. واعلم أن حربة عيسَى الذى ينزل معه من السماء إنما هو حربة نَفَسِه التى يهلك بها كل كافر، فما لكم لاتتدبرون كالعاقلين؟ وقد علمتم أن الدجّال شيطان كما جاء فى بعض الأحاديث، فحربة قتل إبليس لا تكون إلا حربة روحانية، فحديث وضع الحرب حديث صحيح يوجد فى البخارى، وكل ما يخالفه من الأحاديث فهو مدسوس عليه أو مؤوَّل، والذى يُجادل فى ذلك فقد نسى هذا الحديث الذى يوجد فى كتاب هو أصحّ الكتب بعد كتاب اللّٰه، وهذا هو الحق ولا يُنكره إلا قُباعٌ غافل، فتدبرْ ولا تكنْ من المستعجلين.

وأما أحاديث مجىء المهدى فأنت تعلم أنها كلها ضعيفة مجروحة ويُخالف بعضها بعضًا، حتى جاء حديث فى ابن ماجه وغيره من الكتب أنه لا مهدى إلا عيسىٰ بن مريم؛ فكيف يُتَّكَأُ علٰى مثل هذه

﴿۹۰﴾ الأحاديث مع شدة اختلافها وتناقضها وضعفها، والكلامُ فى رجالها كثير كما لا يخفى على المحدثين.

فالحاصل أن هذه الأحاديث كُلّها لا تخلو عن المعارضات والتناقضات، فاعتزِلْ كلها، ورُدَّ التنازعات الحديثية إلى القرآن، واجعَلْه حَكَمًا عليها ليتبيّن لک الرشد وتكون من المسترشدين. فإن كنتَ تقبَل الأحاديث مع شدة اختلافها وتناقُضها وتنزُّلها عن مرتبة اليقين، فكم من حرىّ أن تقبل القرآن اليقينى القطعى الذى لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه، إن كنت تريد أن تتبع سبل اليقين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إنّ هذا الرجل لا يؤمن بأن المسيح كان خالق الطيور وكان محيى الأموات وكان فى العصمة مخصوصًا متفردًا محفوظا من مسّ الشيطان لا يُشابهه فى هذه الصفة أحد من النبيين.

أما الجواب فاعلم أنّا نؤمن بإحياءٍ إعجازى وخلق إعجازى، ولا نؤمن بإحياء حقيقى وخلق حقيقى كإحياء اللّٰه وخلق اللّٰه، ولو كان كذلک لتشابهَ الخلق والإحياء، وقال اللّٰه سبحانه فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ [1]، وما قال فيكون حيًا بإذن اللّٰه، وما قال فيصير طيرا بإذن اللّٰه. وإن مثل طير عيسٰى كمثل عصا موسٰى، ظهرت كحية تسعى ولكن ما تركتُ للدوام سيرته الأولى. وكذلک قال المحقّقون إن طير عيسٰى كان يطير أمام أعين الناس وإذا غاب فكان يسقط ويرجع إلى سيرته الأولى. فأين حصل له الحياة الحقيقى؟ وكذٰلک كان حقيقةُ الإحياء. أعنى أنه ما ردّ إلى ميّت قط لوازمَ الحياة كلها، بل كان يُرى جلوةً من حياة الميّت بتأثير روحه الطيب، وكان الميّت حيًّا ما دام عيسٰى قائم عليه أو قاعدًا،

[1] ال عمران: ۵۰

فإذا ذهب فعاد الميّت إلى حاله الأول ومات. فكان هذا إحياءً إعجازيًّا لا حقيقيًّا، والله يعلم أن هذا هو الحقيقة الواقعة، ثم مازَجَها أغلاطُ بيان الناس، وزادوا فيها ما شاءوا كما لا يخفى على من له شَمّة من العلم والبصيرة، فدَقِّقِ النظر فى مطاوى الآيات ومعانيها ليُكشَف عنك الضلال والظلام وتكون من المتبصّرين.

ومن اعتراضاتهم أنّهم قالوا إن الله تعالى قد أخبر عن نزول المسيح عند قُرب القيامة كما قال : وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ.

أمّا الجواب فاعلم أنّه تعالىٰ قال: وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ [1]، وما قال إنه سيكون علَمًا للساعة، فالآية تدل على أنه علم للساعة من وجه كان حاصل له بالفعل، لا أن يكون مِن بعدُ فى وقت من الأوقات. والوجه الحاصل هو تولُّده من غير أب، والتفصيل فى ذلك أن فرقة من اليهود.. أعنى الصدوقيّن.. كانوا كافرين بوجود القيامة، فأخبرهم الله على لسان بعض أنبيائه أن ابنًا من قومهم يولد من غير أب، وهذا يكون آيةً لهم على وجود القيامة، فإلىٰ هٰذا أشار فى آية وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ، وكذلك فى آية وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ [2]، أى للصدوقين.

وقال بعض المفسرين إن ضمير إنه لعلم للساعة يرجع إلى القرآن، فإن القرآن أحيا خَلقًا كثيرا وبعَثهم من القبور، فهذا البعث الروحانى دليل على البعث الجسمانى، يعنى على الساعة، كما فى معالم التنزيل وغيره. فالحاصل أن آية وإنه لعلم للساعة لا يدل علىٰ نزول المسيح قط، بل يفحم المنكرين بدليل موجود ثابت، فلهذا قال : فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا، ولا يُقال مثل هذا القول لآيةٍ ما ثبت وجودها بعد، وما رآها أحد من المخالفين. ﴿۹۱﴾

[1] الزخرف: ٦٢ [2] مريم : ٢٢

ومـن اعتـراضـاتهم أنهم قالوا إن كان هذا هو المسيح الذى أُرسِل لكسر الصليب وقتـل الـخنازير فقد مضت عليه إحدىٰ عشر سنة من رأس القرن، فأى صليب كُسر، وأى خنـــزيـر قُتـل، وأى جـزية وضع، ومن ذا الذى دخل فى الإسلام وترک سُبل الكافرين.

أما الجواب فـاعلم أن الحق لا يأتى دفعةً بل يأتى تدريجًا، وفى العينى عن ابن عباسؓ : يُـقيـم عيسـىٰ تسـع عشـر سنة لا يكون أميرًا ولا شرطيًا ولا ملِكًا. وقـد مضت على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثـلاث عشر سنة فى مكة وما لحق به فى هذه المدة إلا فئة قليلة من المساكين. وكـان من بعض علاماته المكتوبة فى التوراة فتح الروم والشام وبلاد فارس، فما عاينَها الناس فى وقت حياته، وما تبعه جموع كثيرة من كل قـوم ومُـلكٍ إلا بـعـد انتـقاله إلى رفيقه الأعلٰى، بل ما رأى فى أوائل زمانه إلا مصيبة علٰى مـصيبة، والذين آمنوا معه آذاهم القوم إيذاءً كثيرًا وعيّروهم وطردوهم وقالوا عـليهـم كـل كلمة شريرة كاذبين. وهـكـذا طـردوا الأنبياء كلهم، ومسّتهم البأساء والـضـرّاء فـى أوائـل زمانهم، فمضت على ذلک الابتلاء مدة طويلة حتى قالوا متى نصر اللّٰه، فهلک من كان من الهالكين، كما قال اللّٰه تعالى أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۗ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۗ[1]. فـكـذلک يـريد أبناء هذا الـزمـان ليـقتـلـونـى أو يـصـلـبـونـى أو يـطـرحونى فى غيابة جُبٍّ، ويدوسوا الصداقة بأرجلهم، ويحرقوا الأشجار الخضرة كما يُحرَق الحشائش اليابسة، فاللّٰه المستعان

[1] البقرة: ۲۱۵

علی ما یکیدون وهو خیر الناصرین وأما نصره الذی ینکرونه فشیء ستری ما لا تسمع، بل ظهرت علاماته فی أعین الناظرین.

أ لَا تَریٰ أن الزمان کیف انقلب إلی **التوحید** .. وکیف هبّتْ رِیاح **الإسلام فی بلاد** المشرکین. وکیف یدخلون **فی دین اللّٰہ أفواجا** فی کل مُلک؟ فما هذا إلا النور الذی نزل من السماء مع الذی أُنزل لإصلاح الناس، فأیّ دلیل واضح من هذا إن کنت من المنصفین؟ یا مسکین. **قُمْ** وافتح **العین** لتنظّر کیف یُکسَر الصلیب ویُقتَل الخنزیر بحربة السماء . وأما قتل الناس بآلات هذه الدنیا فلیس بشیء عجیب. ألیس الملوک یفعلون أیضا ذلک؟ فتحسَّسْ حربة اللّٰہ، ولا تکن من المنکرین. ﴿۹۲﴾

وقد ذکرتُ آنفا أن الدجّال لا یکون إلا شیطانًا، فیوسوس فی صدور قوم تبعوه فیکونون عَمَلةً له، ویکون فعلهم فعله، فینزل فی هذا الزمان المسیحُ الموعود بالحربة الملکیة السماویة، فیقتل ذلک الشیطان ویقتل خنازیره؛ وإلی هذا أشار القرآن فی مقامات شتّٰی، وأشار إلی أنه یفتح فی آخر الزمان. فالذین یتنزل الشیطان علیهم یعثون فی الأرض مفسدین، وینسلون من کل حدب، ثم یجمع اللّٰہ عباده علی کلمة الحق بنفخ الصُوْر السماویّ، وکان ذلک قدرًا مقدورًا من ربّ العالمین.

وهذا سرّ من أسرار اللّٰہ تعالی، وسُنّةٌ من سُننه.. أنه إذا أراد إصلاح الناس فی وقت تسلّط الشیطان علی قلوبهم، فیُنزل روحه علی قلب عبد من عباده ومعه ملائکة، فیتنزل الملائکة فی کل طرف، فیوحون إلی عباده أن قوموا واقبلوا الحق، فیأتونهم ویعطونهم قوةً لقبول الحق وتحمُّل المصائب وما یظهر هذه التحریکات إلا عند ظهور رسول أو نبی

أو محدَّث، ولكن الجاهلون ما يعرفون هذا السر الذى تهبّ منه رياح الهداية، ويغلطون فيه ويسلكون مسلك الاتفاقات، ولا يتدبّرون فى أن اللّٰه قد جعل لكل شىء سببا، وما من متحرك فى الكون إلا وله مُحرّك، أولئك الذين ضلّ سعيهم فى الحياة الدنيا ورضوا بخيالات سطحية وما كانوا من المتدبرين.

والحق أن للملَك لمَّةً بقلب بنى آدم وللشياطين لمَّة، فإذا أراد اللّٰه أن يبعث مصلحا من رسول أو نبى أو محدَّث فيقوّى لمَّةَ الملَك ويجعل استعداداتِ الناس قريبةً لقبول الحق، ويعطيهم لهم عقلا وفهما وهمّة وقُوّةَ تحمُّلِ المصائب ونورَ فهمِ القرآن ما كانت لهم قبل ظهور ذلك المصلح، فتُصفَّى الأذهان، وتتقوى العقول، وتعلو الهمم، ويجد كل أحد كأنه أُوقظَ من نومه، وكأن نورًا ينزل من غيب على قلبه، وكأن معلّمًا قام بباطنه، ويكون الناس كأن اللّٰه بدّل مزاجهم وطبيعتهم، وشحّذ أذهانهم وأفكارهم. فإذا ظهرت واجتمعت هذه العلامات كلها فتدل بدلالة قطعية على أن المجدد الأعظم قد ظهر، والنور النازل قد نزل، وإلى هذا أشار سبحانه فى سورة القدر وقال إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ـ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ـ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ـ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ـ سَلَـٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ[1]. وأنت تعلم أن الملائكة والروح لا ينزلون إلا بالحق، وتعالى اللّٰه عن أن يُرسلهم عبثًا وباطلًا. فإرسال الروح ههنا إشارة إلى بعث نبى أو مرسَل أو محدَّث يُلقى ذلك الروح عليه، وإرسال الملائكة إشارة إلى نزول ملائكة يجذبون الناس إلى الحق والهداية والثبات والاستقامة،

[1] القدر: ۲ تا ۶

﴿۹۳﴾ كما قال الله تعالى فى مقام آخر : اِذۡ يُوۡحِىۡ رَبُّكَ اِلَى الۡمَلٰٓٮِٕكَةِ اَنِّىۡ مَعَكُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا [1]، أى هاتوا قلوبَهم وحَبِّبوا إليهم الإيمانَ والثبات والاستقامة، فهذا فعل الملائكة إذا نزلوا. ففى سورة القدر إشارة إلى أن الله تعالى قد وعد لهذه الأمة أنه لا يضيّعهم أبدا، بل إذا ما ضلوا وسقطوا فى ظلمات يأتى عليهم ليلة القدر، وينزل الروح إلى الأرض، يعنى يلقيه الله على من يشاء من عباده ويبعثه مجدّدا، وينزل مع الروح ملائكةٌ يجذبون قلوب الناس إلى الحق والهداية، فلا تنقطع هذه السلسلة إلى يوم القيامة. فاطلبوا تجدوا، واقرَعوا يُفتَح لكم. وإن هذا الزمان زمان قد انفتحت فيه أبواب النعماء الجسمانية والترقيات الجديدة، وترون نعمًا جديدة فى ركوبكم ولباسكم وأنواع تمدُّنكم، وقد انكشف كثير من دقائق العلم الطبعى والرياضى وخواص النفس، ونجد أبناء الدنيا فى علومهم الجديدة كأنهم يصعدون إلى السماء، ويرون أشياء تتحير فيها العقول، ويتأخر منها المنقول، ونجد من كل طرف صنعة جديدة وفنونا جديدة وأعمالا معجبة دقيقة كسحر مبين.

ولا نجد من هذه الصنائع أثرا فى الأولين، كأن الأرض بُدّلت غير الأرض وإذا ثبت أن فى الأرض أمواجا من علوم جديدة ومعارف جديدة، وفتَق الله حُجبَ العلوم الأرضية من قدرته، فلِم تعجبُ من فتق السّماء ؟ وألهمنى ربّى وقال "إِنَّ السَّمَاوَاتِ والأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا"، فافهَمْ هذا السر ولا تيأس من رَوح رب العالمين.

وأنت ترى أن أدنى المساكين فى هذه الأيام تنعم بنعماء ما رآها أحد من آبائه بل من الملوك السابقين، ولا سليمان مع كل مجده

[1] الانفال:۱۳

فإذا منّ اللّٰه علٰی عباده بنعمائه الجسمانية.. فكيف تظنون أنه تركهم محرومين من نعمائه الروحانية؟ فتدبّرْ فيما سردنا عليک واعتذِرْ إلى اللّٰه وإلى أهل الحق إن كنت من المتورعين. اصبروا أيها المستعجلون حتى يأتى اللّٰه بأمره. ما لكم لا ترون الفتن التى كثرت فيكم، وما كان اللّٰه ليذر المؤمنين على ما هم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب، فلا تيأسوا من أيام اللّٰه وهو أرحم الراحمين.

ومن اعتراضاتهم أنهم قالوا إن الأولياء لا يدّعون ويقولون نحن كذا وكذا، بل أحوالهم ومسراهم تدل على كونهم أولياء ، فالذى ادّعى فهو ليس ولىّ اللّٰه، بل لا شك أنه من الكاذبين. **أمّا الجواب** فاعلم أن السلف والخلف قد جوّزوا إظهار الولاية تحديثًا لنعمة اللّٰه، وإنّ كُتُب الشيخ الجيلى والمجدد السرهندى مملوّة من ذلک، وقال تعالى : وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [۱] وروى ابن جرير فى تفسيره عن أبى يسرة غفارى أن الصحابة كانوا لا يحسبون الشكر شكرًا إلا بشرط الإظهار، لأن اللّٰه تعالٰى قال لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ [۲]. وروى الديلمى فى "الفردوس" وأبو نعيم فى "الحلية "أن عمر بن الخطاب رقِى المنبر وقال الحمد للّٰه الذى صيّرنى كما ليس فوقى أحد. فسأله الناس عن ذلک القول، فقال ما قلتُ إلا شكرًا لنعمة اللّٰه تعالى. وأمّا ما قال اللّٰه تعالى : فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ [۳]، ففرّقْ بين تزكية النفس وإظهار النعمة، وإن كانا مشابهين فى الصورة. فإنک إذا عزوت الكمال إلى نفسک ورأيتک كأنک شىء ، ونسيتَ الخالق الذى مَنَّ عليک فهذا تزكية النفس، ولكنک إذا عزوتَ كمالک إلى ربّک، ورأيت كل ﴿۹۴﴾

۱ الضّحٰى:۱۲ ۲ ابراهيم:۸ ۳ النجم:۳۳

نعمة منه، وما رأيت نفسک عند رؤية الكمال بل رأيت في كل طرف حولَ اللّٰه وقوته ومنّه وفضله، ووجدتَ نفسک كميّتٍ في يد الغسّال، وما أضفتَ إليها شيئا من الكمال، فهذا هو إظهار النعمة. فالذين في قلوبهم مرض يسعون إلى الاعتراض مستعجلين، ولا يفرّقون بين الشاكرين المأمورين والمرائين البطّالين، ويلتبس عليهم الأمر من القرين. وهذا آخر كلامنا في ردّ اعتراضاتهم، واللّٰه يحكم بيننا وبينهم، وهو خير الحاكمين.

واعلم أن لهم اعتراضات ركيكة غير ذلک، بل كل دقيقة المعرفة في نظرهم محل اعتراض، وقد فرغنا من ردّ اعتراضاتهم الكبيرة، وأما الاعتراضات الصغيرة الواهية فالكتاب نُزِّهَ عنها، وجاء الكتاب بفضل اللّٰه كاملا شافيا كما ستراه إذا قرأته بتدقيق النظر. وقد سردنا في هذا الكتاب أدلة قطعية يقينية صحيحة من كتاب اللّٰه وسُنة رسوله، وأتممنا الحجة على المخالفين. واللّٰه يعلم أني ما انتصرتُ لنفسي في استيصال اعتراضاتهم، ولست أن أعادي أحدا لِما عاداني، وليس لي عدو في الأرض إلا الذي هو عدوّ اللّٰه ورسوله، وإنما انتصاري لهمافما أسبّ السابّين ولا ألعن اللاعنين، ولا أضيّع وقتي الذي هو أزكى وأنفسُ في أمور لا طائل تحتها، وأفوّض أمري إلى اللّٰه ربّ العالمين.

فإن كان ربّي يخذلني فمن ذا الذي يُعزّني وإن كان يُعزّني فمن ذا الذي يخذلني فكل أمري في يد ربّي. إن كان لي عنده قدر فيهَب سترًا يمتدّ، وإلا فيتركني بوجهٍ يسودّ، فلا أعلم غيره أحدا الذي يُهلكني أو كان من المُنجِين وأرجو فضله، وأنتظر نصرته، وهو ربّي منَّ عليّ وأتم عليّ نعمته، يعلم ما في قلبي، وهو أرحم الراحمين. وإني وضعتُ في نفسي

أن أموت علی بابه، ولا أبرحها فی کل حال من الفتح والهزیمة، حتی یأتینی نصر منه، ومن ینصرُ إلا اللّٰه، وهو نعم المولی ونعم النصیر. وآذانی قومی ولعنونی وکفّرونی وقالوا کافر دجّال، وسمّونی بأسماء یکرهون أن یُسمَّوا بها، ولقّبونی بألقاب لا یحبّون أن یلقَّبوا بها، وأکثروا القول فی إیمانی وکانوا معتدین. فأفوّض أمری إلی اللّٰه هو یعلم ما فی قلبی وما فی قلوبهم، ولا یخفی علی اللّٰه خافیة. ألیس اللّٰه بأعلم بما فی صدور العالمین

ویا قوم.. أُذکّرکم بآیات اللّٰه:

اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ [۱]. اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ [۲]

وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِینَ. [۳]

﴿۹۵﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ [۴].

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا [۵].

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ [۶].

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۔ وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا

[۱] الحجرات:۷ [۲] الحجرات:۱۱ [۳] الحجرات: ۱۰ [۴] الحجرات: ۱۲، ۱۳ [۵] النساء: ۹۵
[۶] البقرة: ۱۹۵

يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا [۱]۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [۲]۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ [۳]۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ [۴]۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ [۵]۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ [۶]۔

وقد خصّنى اللّٰه تعالى بآيات من عنده، وبارک فى قولى ونُطقى، وجعل البركة فى دُعائى، وأنزل الأنوار على أنفاسى وعلى دارى وجدران بيتى، وهو معى حيثما كنت، وأرسلنى ليعلم المخالفون المعادون أن تلک النعم ثابتة فى الإسلام، ولا حظ منها لغيرهم، وليعلموا كيف مرتبة المسلمين عند اللّٰه. فواللّٰه إن هذا الأمر صحيح حق، ومن يقصدنى بقلب سليم ونية صحيحة، ويأتينى مستفيضا مستغيثا.. فبابتهالى وبركةِ دُعائى يُدرِک ما طلبه، ويفوز فى كل أمر، إلا فى الذى جفّ القلم بكونه من قدر السوء. وقد شرحتُ لک يا أخى قصتى هذه علٰى غاية الاقتصار، فانظر مكتوبى هذا بنظر الإمعان، واستعمل الإنصاف فيه، وإنى لک لمن الناصحين.

فخَفْ ممن هو أكبر من كل كبير، وهو الملِک الحقيقى الذى أشرق بنور وجهه ما فى السماوات والأرض، ويرتعد الملائكة من سلطانه، ويهتز العرش من عظمته، وقد أعدَّ للمؤمنين الصالحين نعماء الأبد التى

[۱] الاعراف: ۵۷ تا ۵۹ [۲] الصّف: ۱۰ [۳] البقرة: ۲۵۲ [۴] فاطر: ۱۱
[۵] المؤمن: ۵۷ تا ۵۹ [۶] الذاريات: ۵۱

لا انقطاع لها، والحياةَ التى لا موت بعدها. وقد خصّكم اللّٰه يا جيران بيت الحرام بمزايا كثيرة، وأعطاكم قلبا متقلباً مع الحق رحمةً من عنده، فانظروا فى أمرى يامعشر الكرام. وليس هذا الأمر من الأمور التى يُغفَلُ عنها، ولا تدرى نفسٌ بأى وقت تُدعى إلى السماء. واعلموا أن هذه الأيام أيام الفتن، وزمانُ أمواج المفاسد، ﴿۹۶﴾
وقد زُلزلت الأرض زلزالا شديدا، وتكاثرت الآفات على الإسلام، فاذكروا عهد اللّٰه واتقوا أيام الطوفان والطغيان، واستمسِكوا بالعروة الوثقى التى لا انفصام لها، واطلبوا رضى الربّ الكريم، واجعلوا بعد خوفه كلَّ خوف تحت أقدامكم.

ونسأل اللّٰه أن يوفقكم، ويعطيكم من لدنه قوة، ويهبكم من عنده إلهامًا موقنًا، ويعصمكم من الخطأ فى النظر والاستعجال فى إقامة الرأى وسوء الظن، ونسأله أن يُدخلكم فى ملكوته مع الأنبياء والرسل والصدّيقين والشهداء والصالحين. ونحن ننتظر الجواب.

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه ربّ العالمين.

الراقم المفتقر إلى اللّٰه الصمد

غلام أحمد عافاه اللّٰه وأيّد

وقد كُتب فى آخر الربيع الأول سنة ۱۳۱۱ هـ

من قاديان ضلع غورداسفور

من الهند، البنجاب

قصیدة لطیفة ﴿۹۷﴾

لمؤلّف هذه الرّسالة فی بیان مفاسد الزمان
وضرورة رجل یهدی إلٰی طرق الرحمان
ونعتِ سید الأنبیاء وفخر الإنس والجانّ
صلّی اللّٰه علیه وسلم

دموعی تفیض بذکرِ فتنٍ أنظُرُ ۔۔۔ وإنی أری فتنًا کقطرٍ یمطُرُ
تهبّ ریاح عاصفات مبیدةٌ ۔۔۔ وقلَّ صلاحُ الناس والغیُّ یکثرُ
وقد زُلزلت أرضُ الهدی زلزالها ۔۔۔ وقد کُدّرتْ عین التقی وتُکدَّرُ
وما کان صَرْخٌ یَصْعَدَنّ إلی العُلی ۔۔۔ وما مِن دعاء یُسمَعنَّ و یُنصَرُ
فلما طغی الفسق المبید بِسَیْله ۔۔۔ تمنّیتُ لو کان الوباءُ المُتَبِّرُ
فإن هلاک الناس عند أولی النهی ۔۔۔ أحبُّ وأولی من ضلال یُخسِّرُ
علّی أجدُرِ الإسلام نزلت حوادثٌ ۔۔۔ وذاک بسیّئات تُذاع وتُنشرُ ﴿۹۸﴾
وفی کل طرف نارُ فتن تأجّجت ۔۔۔ وفی کل ذنب قد تراء ی التقعُّرُ
ومن کل جهة کلُّ ذئب ونمرةٍ ۔۔۔ یعیث بوثب والعقارب تأبُر
وعینُ هدایات الکتاب تکدرتْ ۔۔۔ بها العِیْنُ والآرام یمشی ویعبُرُ
تراء ت غوایاتٌ کریح عاصفٍ ۔۔۔ وأرخی سدولَ الغیِّ لیلٌ مُکدِّرُ
وللدین أطلالٌ أراها کلاهف ۔۔۔ ودمعی بذکر قصوره یتحدّرُ
أری العصر من نوم البطالة نائماً ۔۔۔ وکل جَهول فی الهوی یتبخترُ

وليلا كعين الظبى غابت نجومه وداء لَشِدَّتُه عن الموت تُخبِرُ
نسوا نَهُجَ دين اللّٰه خبثًا وغفلة وأفعالهم بغىٌ وفسق ومَيسِرُ
وما همُّهم إلا لحظِّ نفوسهم وما جهدهم إلا لعيشٍ يوفَّرُ
وقد ضيّعوا بالجهل لبنًا سائغا ولم يبق فى الأقداح إلا ماضِرُ
وركب المنايا قد دناهم بسيفهم وهم خيلُ شحٍّ ما دناهم تحسّرُ
تَصيدُهم الدنيا بعظمة مكرها فيا عجبًا منها ومما تمكُرُ ﴿۹۹﴾
تذكّر إفلاسا وجوعا وفاقة فتدعو إلى الآثام مما تذكِّرُ
تريد لتُهلِك فى التغافل أهلها وقد عقرتْ هممَ اللئام وتعقِرُ
وألهتْ عن الدين القويم قلوبَهم فمالوا إلى لمعاتها وتحيّروا
تقود إلى نار اللظى وجناتُها ولمعاتُها تصبى القلوب وتختِرُ
وتدعو إليها كلَّ من كان هالكا فكلٌّ من الأحداث يدنو ويخطِرُ
تميس كبِكرٍ فى نقاب المكائدِ وتُبدى وميضًا كاذبا وتزوِّرُ
ودقّتْ مكائدها فلم يُدْرَ سرُّها لما نسجتُها من فنون تكوِّرُ
وتبدو كتُرْسٍ فى زمان بكيدها وفى ساعة أخرى حُسامٌ مشهَّرُ
وعين لها تصبى الورى فتّانة ولقتلِ أهل الفسق كَشُح مُخصَّرُ
عجبتُ لمنظرِ ذاتِ شيبٍ عجوزةٍ أنيقٍ لعين الناظرين وأزهَرُ
لزِمتُ اصطبارًا إذ رأيتُ جمالها فقلتُ إلهى أنت كهفى ومأْزَرُ
فصَيَّرَها ربى لنفسى سَرِيَّةً كجاريةٍ تُلقَى بطَوْعٍ وتُهجَرُ ﴿۱۰۰﴾
وذلك فضلٌ من كريم ومحسن ويعطى المهيمن من يشاء ويحجُرُ
وقد ضاقت الدنيا على عشّاقها ويبغونها عشقًا وحبًّا فتُدْبِرُ
تزاحمت الطلاب حول لحومها كمثل كلاب والمنايا تسخرُ

وإنّ هـواهـا رأسُ كـلّ خـطـيـئةٍ ... فـخَفْ حُبَّهـا يـا أيهـا الـمتبصّـرُ
وقـد مـضـغتْ أنيـابُهـا كـلَّ طـالبٍ ... وأنـت أَثـارتُهم فسوف تُكسَّرُ
عـلـى كـل قـلـب قـد أحـاط ظلامها ... سـوى قـلـب مسعودٍ حماه الـميسِّرُ
إذا مـا رأيتُ الـمسـلـمين كـلابَها ... فـفاضتْ دموع العين والقلبُ يضجَرُ
عـلـى فسقِهم لما اطّلعتُ وكسلِهم ... بـكيـتُ ولـم أصبِـرُ ولا أتصـبّـرُ
أكبّوا عـلـى الدنيا ومالوا إلى الهوى ... وقـد حـلَّ بيـتَ الـدين ذئبٌ مـدمِّرُ
أرى ظـلـمـاتٍ ليتَنـى مِـتُّ قبلها ... وذقـتُ كـؤوس الـموت لـولا أُنوَّرُ
فسـاد كـطوفـان مبـيد وإنـنـى ... أراه كـمـوج البحـر أو هـو أكثَرُ
أرى كـلَّ مفتون على الموت مُشرِفًا ... وكـل ضـعيف لا مـحـالة يـعـثُـرُ ﴿۱۰۱﴾
فـأنـقضَ ظهـرى ضـعفُهم ووبـالهم ... ومِـن دون ربـى مَن يداوى ويـنصرُ؟
فيـا ربِّ أَصْـلِحْ حـالَ أُمّةَ سيـدى ... وعـنـدك هَيِّـنٌ عندنـا متـعسِّرُ
ولـيـس بِـراقٍ قبـل أن تـأخُذَنْ يـدًا ... ولـيـس بِسـاقٍ قبل كـأسٍ تُـقدِّرُ
وقـد نُشِـرتْ ذرّاتُـنـا من مـصـائبٍ ... ومِـتْـنـا فـلا تـذكُرْ ذُنوبًـا تـنـظُرُ
ولا تُـخـرِجَـنْ سيـفًـا طويلا لـقتـلِنـا ... وتُـبْ وَاعْـفُوَنْ يـا ربِّ قـوم صُغِّرُوا
وإنْ تُـهـلِـكْنـا يـا ربَّنـا بـذنـوبنا ... فـنفنى بموت الخزى والخصمُ يَبطَرُ
ولا أبـرَحُ الـمـضـمـارَ حتى تعيننى ... ولا بُـدَّ لـى أن أُهْـلَكَنْ أو أُظفَّـرُ
وإنـى أرى أن الـذنـوب كبيـرة ... وأعـرف معـه أن فضلك أكـبَـرُ
إلهـى أَغِثْـنـا واسْقِنا واحْـمِ عِـرْضَنا ... بسـلـطـانـك الأجلى وإنـك أقدَرُ
يـئِسـنـا مـن الـمخلوق وانقطع الرجا ... وجـئـنـاك يـا مَن يعلَمَنْ ما يُضمَرُ
تـعـاليتَ يـا مَن لا تُـحاطُ كـمـالُهُ ... لـك الحمد حمدًا ليس يُحصى ويُحصَرُ
تَـصدَّقْ بـألـطـاف كمـا أنت أهلُها ... وأَدْرِكْ عبـادًا لـك كـمـا أنت أقدَرُ ﴿۱۰۲﴾

فخُذْ بيدى يا ربِّ فى كل موطنٍ	وأَيِّدْ غريبًا يُلْعَنُ ويُكفَّرُ
أتيتُك مسكينًا وعونُك أعظَمُ	وجئتُك عطشانًا وبحرُك أَزخَرُ
قد اندرستْ آثارُ دينِ محمدٍ	فأشكو إليك وأنتَ تبنى وتَعمُرُ
أرى كل يوم فتنةً قد مُدِّدتْ	ومِتُنا وأمواتُ الأعادى بُعْثِروا
وقد أزمعوا أن يزعجوا سبلَ الهدى	وكم من أراذلَ من شقاهم تنَصَّرُوا
أرى كل محجوب لدنياه باكيا	فمن ذا الذى يبكى لدينٍ يُحقَّرُ
فيا ناصِرَ الإسلام يا ربَّ أحمدا	أَغِثْنى بتائيدٍ فإنى مُدْخَرُ
أيا ربّ مَن أعطيتَه كل درجةٍ	وشأنًا برؤيته الورى تتحيرُ
وما زلتَ ذا لطف وعطف ورحمةٍ	وما كنتُ محروما وكنتُ أُوقَّرُ
فلا تجعَلَنِّى مضغةً لمحاربى	وأنتَ وحيدى كلّ خطأ تَغفِرُ
وأنت المهيمنُ مرجعُ الخَلق كلِّهم	وأنتَ الحفيظ تعيننى وتُعزِّرُ
ومَا غيرُ بابِ الرّب إلا مذلّةٌ	وما غيرُ نورِ الرب إلا تكَدُّرُ ﴿١٠٣﴾
وعُلِّمتُ منك حقائق الدّين والهدى	وتهدى بفضلك من ترى وتُنوِّرُ
إذا ما بدا لى أن علمى غامضٌ	فأيقنتُ أنى عن قريب سأُكفَرُ
فسلَّمتُ بعد الاهتداء بفضله	سلامَ الوداع على الذى يستنكِرُ
وإن الهداية يرجِعَنْ نحو طالبٍ	ومَن غضَّ عينىْ رؤيةٍ أين يُبصِرُ؟
واللّٰه لا يشقى الذى هو يطلب	ومَن جدَّ فى تحصيل هدىٍ سيُنصَرُ
ومن كان أكبر همّه جلب لذّةٍ	وحظٍّ من الدنيا فكيف يُطهَّرُ
أَمُكْفِرِ! مهلاً بعضَ هذا التحكم	وخَفْ قَهْرَ ربٍّ قال لا تقفُ) فاحذروا
وإن ضياء الدين قد حان وقته	فتعرف شجرتنا بما هى تُثمرُ
ويا حسراتٍ موبقاتٍ على الذى	يكذّبنى مِن غير علم ويُكفِرُ

وما جئتُ قومی من دیار بعیدة وقد عرفونی قبله ثم أنكروا
وأعرضَ عنی كلُّ من كان صاحبی وأُفرِدتُ إفرادَ الذی هو يُقبَرُ
﴿۱۰۴﴾ تمنَّیتُ أن یخفی تطاوُل قولهم وهل یختفی ما فی المجالس يُذكَرُ؟
ویعوی عدوی مثل ذئب مِن طوًی ولیس له علم بما هو أذكرُ
وما رُزِقتْ عیناه مِن نیِّر العُلی فأخلَدَ نحو الأرض جهلا ويُنكِرُ
أولئک قوم ضیّعوا أَمْرَ دینهم وخانوا العهود وزیّنوا ما زوَّروا
ویعلم ربی سرَّ قلبی وسرَّهم وكلّ خفیّ عنده متحضِّرُ
ولو كنتُ مردودَ الملیک لضَرَّنی عداوةُ قومٍ كذّبونی وكفّروا
وهمّوا بتكفیری وقاموا للعنتی ولم یعلموا أن المهیمن ینظُرُ
إذا قیل إنک مرسَلٌ خِلْتُ أننی دُعِیتُ إلی أمر علی الخَلْق یَعسِرُ
وكنتُ علی نور فزاغوا من العَمی وهل یستوی الأعمی ورجلٌ یَبصُرُ
وما دیننا إلا هدایةُ أحمدا فیالیتَ شعری ما یظن المكفِّرُ
وقد كنتُ أنسی كلَّ جَوْرِ مُعیِّری ولكنه جور كبیر مكوَّرُ
وكم من دلائلَ قد كتبتُ لطالبٍ یفكّر فیها لَوْذَعِیٌّ مُدبِّرُ
﴿۱۰۵﴾ ألا أیها المتكبر المتشدّدُ ترید هوانی والكریمُ یُعزِّرُ
وإذ قلتُ إنی مسلم قلتَ كافر فأین التُّقی یا أیها المتهوِّرُ
وبعد بیانی أین تذهب منكرًا أتعلم یا مسكین ما هو مُضْمَرُ
فلا تتجرعْ أیها الضال فی الهوی بأیدیک كأس الموت ما لک تُخطِرُ
وان كنت لا تخشی فقل لست مؤمنا ویأتی زمان تسئلن وتخبر
وكلُّ سعید یعرف الحقَّ قلبُهُ وأما الشقیّ فیعلَمَنْ حین یخسَرُ
وإنی تركتُ النفس والخَلق والهوی فلا السبُّ یؤذینی ولا المدحُ یُبطِرُ

وكم من عدوٍّ بعدما أكملَ الأذى	أتانى فلم أَصعَرْ وما كنتُ أصعَرُ
أحِنُّ إلى من لا يحِنُّ محبّةً	وأدعو لمن يدعو علىّ ويهذَرُ
خُذِ الرفقَ إن الرفق رأس المحاسنِ	ويكسِر ربى رأس من يتكبّرُ
عجبتُ لأعمى لا يداوى عيونَه	ومِن كل ذى الأبصار يلوى ويسخَرُ
أتنسى نجاساتٍ رضيتَ بأكلِها	وتذُمّ ما هو مستطاب وأطهَرُ
تُسَمِّينِ جهلًا يا ابنَ آوى ثعلبًا	وما أنا إلا الليث لو تتفكّرُ ﴿۱۰۶﴾
تفيض عيون العارفين بقولنا	ولكن غبیٌّ يضحكَنْ ويحقِّرُ
تُعيِّرنى ظلمًا وكبرًا ونخوةً	وهيهاتَ، أهلُ الحق كيف يُعيَّرُ
صبرنا على ظلم الخلائق كلها	وتُبْنا إلى الرب الذى هو أقدَرُ
تركْنا القِلى واللّٰهُ كافٍ لصادقٍ	وإن الصدوق بفضله يُتخَيَّرُ
وليس الفتى من يقتل الناسَ سيفُه	ولكنه من يُظلَمَنّ ويصبِرُ
أرى الظلمَ يبقى فى الخراطيم وَسْمُه	وأما علامات الأذى فتَغيَّرُ
أَتُكفِرُنى يا أيها المستعجلُ	وأىّ علاماتٍ ترى إذ تُكفِّرُ
وإن إمامى سيد الرسل أحمدُ	رضيناه متبوعا وربّى ينظُرُ
ولا شك أن محمدا شمس الهدى	إليه رغِبْنا مؤمنين فنشكُرُ
له درجات فوق كل مدارجٍ	له لمعاتٌ لا يليها تصوُّرُ
أَبَعْدَ نبیِّ اللّٰه شىءٌ يرُوقنى	أبعدَ رسول اللّٰه وجهٌ مُنوَّرُ
عليك سلامُ اللّٰه يا مَرْجَعَ الورى	لكل ظلامٍ نورُ وجهك نيِّرُ ﴿۱۰۷﴾
ويحمدك اللّٰه الوحيد وجندُه	ويُثنى عليك الصبحُ إذ هو يَجشُرُ
مدحتُ إمامَ الأنبياء وإنه	لأرفَعُ مِن مدحى و أعلى وأكبرُ
دَعُوا كلَّ فخر للنبى محمّدٍ	أمامَ جلالةِ شأنه الشمسُ أحقَرُ

وصلُّوا عليه وسلِّموا أيها الورى   وذَرُوا له طُرقَ التشاجر تُؤْجَروا
وواللّٰه إنى قد تبِعتُ محمّدًا   وفى كل آن مِن سناه أُنوَّرُ
وفَوَّضَنى ربى إلى روضِ فيضه   وإنى به أجنِى الجَنى و أُنَضَّرُ
ولِدِينه فى جَذْرِ قلبى لوعةٌ   وإن بيانى عن جنانى يُخبِرُ
ورثتُ علوم المصطفى فأخذتُها   وكيف أردّ عطاء ربّى و أفجُرُ
وكيف وللإسلام قمتُ صبابةً   وأبكى له ليلا نهارا و أضجَرُ
وعندى دموع قد طلَعْنَ المآقِيا   وعندى صراخٌ مثلُ نارٍ مُسَعَّرُ
تضوّعَ إيمانى كمسكٍ خالصٍ   وقلبى من التوحيد بيتٌ مُعطَّرُ
وفى كل آن يأتينُ مِن خالقى   غذائى نَميرُ الماء لا يتغيَّرُ ﴿۱۰۸﴾
تضىء الظلامَ معارفى عند منطقى   وقولى بفضل اللّٰه دُرٌّ مُنوَّرُ
إلى منطقى يرنو الفهيم تعشقًا   ويُزعِج نطقى كلَّ وهمٍ ويَجذُرُ
سنا برقِ إلهامى ينير لياليا   وكشفى كصبح ليس فيه تكدُّرُ
وإن كلامى مثل سيف قاطع   وإن بيانى فى الصخور يؤثِّرُ
حفرتُ جبال النفس من قوة العلى   فصار فؤادى مثل نهر يُفجَّرُ
وأَدْعِيَتى عند الوَغى تقتُل العدا   فطوبى لقلبٍ يتّقيها ويحذَرُ
وآذانى قومى بسبٍّ ولعنةٍ   وكم من لسان لا يضاهيه خنجرُ
إذا ما تحامتْنى مشاهير ملّتى   فقلتُ اخْسَأوا إن الخفايا ستَظْهَرُ
فريق من الإخوان لا ينكروننى   وحزب يكذّب كل قولى ويزجُرُ
وقد زاحموا فى كل أمر أردْتُه   وكلٌّ يخوِّفنى و ربى يُبشِّرُ
فأقسمتُ باللّٰه الذى جلَّ شأنهُ   على أنه يُخزى عدوى ويَشزِرُ
وما أنا عن عون المُعين بمُبْعَدٍ   إذا الليل وارانى فنُورٌ يُنوِّرُ ﴿۱۰۹﴾

وقـد قـادنـی ربی إلی الرشد والهدیٰ ووقَّـــرنـی مَـــن عـنـــده فـأُوَقَّرُ
وإن کـریـمـی یُـطـلِق الکفَّ بالندی ولـی مِن عـطـاء الـرب رزقٌ یُـوفَّرُ
ولا زال مـــمـدودا عـلـیَّ ظـلالُـهُ ونـعـــمـاؤہ کثرتْ عـلـیَّ وتـکثُرُ
أکـان لـکـم عـجبًـا ببعـثِ مـجدِّدٍ هـلـمَّ انُظُروا فتنَ الـزمـان وفکِّروا
أمـامک یـا مـغـرورُ فـتـنٌ محیطة وأنـت تسبّ الـمـؤمنین وتَــهجُرُ
فهـذا عـلـی الإسـلام یوم الـمصائبِ یُـکفَّرُ مثلـی والـریاضُ حَبَـوکَرُ
ولـلـکـفـر آثـار ولـلـدین مثلها فـقُوموا لتفتیش الـعلامات وانظروا
أتـحسـب أن الـلّٰـه یُـخلف وَعُدَہُ أتـنسـی الـمواعیـد التی هی أظهَرُ
ویـأتیک وعـدُ اللّٰه من حیث لا تری فـتـعـرفـه عیـنٌ تَجِدُّ وتُبـصِرُ
وقـد عـلِم الأعـداء أنـی مـؤیَّدٌ ولـکـنهم مـن حـقـدهـم قـد أنکروا
ألا أیهـا الإخـوان بَشُّـوا وأَبشِـروا هـنیًّـا لـکـم عیـدٌ جـدید أکـبـرُ
﴿۱۱۰﴾ ولـیـس لعَضْـبِ الحق فی الدهر کاسرٌ ومـا یـضـعـون مـن الـحدید فیُکسَرُ
وهـل جـائـز سـبُّ الـمؤیَّد بعدمـا أتـتْ آیـةُ المولی و ظهَـر المُضمَرُ
وفـی یـد ربـی کـلُّ عـزّ وسؤدَدٍ وعـزیـزہ مِن کیـدکـم لا یُـحَقَّـرُ
فـمن ذا یـعـادینی وربـی یـحبّنی ومـن ذا یُـرادیـنـی وربـی مُعـزِّرُ
لـنـا کـل یـوم نصرةٌ بـعـد نـصرة ویـأتـی الـحـبـیـب مـقامَنا ویبشِّرُ
ومـا أنا ممن یـمـنع السیفُ قصدَہ فکیف یـخـوِّفـنـی بشتمٍ مُـکـفِّرُ
یسـبّ ویـعـلم أنه یترک الـتُّـقی عـلـی مثـلـه الوُعَّاظ یبکی الـمنبرُ
ومـا إنْ رأیـنـا وَعُظَـه غیـرَ فتنةٍ ومـا زالـت الـشـحناء تـنـمـو وتکثُرُ
وکـفّـرَنـی حـتی ظنَـنَّـا أنـه سیـصلَـی بـحـبّ الکُفر نارًا یُسعَّرُ
عـجبتُ لـه لا یتـرکـنَّ شروره وذَکَّـرَہ مِـن کـل نـصـحٍ مُـذکِّـرُ

ومِن عــجــبِ الأيامِ أنى كــافر بــأعيــنِ رجلٍ حــاسـدٍ بـل أكفَـرُ
وكيف أخـاف الـحـاسـدين وسبَّهم ويـرحـــمـنـى ربـى ويـؤوى وينصرُ
﴿۱۱۱﴾ أُحِــبُّ مــصـائـبَ سبلِ ربـى وإنهـا لأطيـبُ لـى مِـن كـل عيـش وأطهَرُ
أيـا أيهـا الألْـوَى كسَبُعٍ تـغيُّــظًـا فستعـــلَـمـنُ فـى أى شـكل تُحشَرُ
فـلا تـقفُ مـا لا تـعـلـمَــنُ أسـراره وكـم مـن عـلـوم الحق تخفى وتستُرُ
وجهـلُك أعـجبَـنـى وطولُ امتداده وإن الـفــتـى بـعد الـجهـالة يشعُرُ
أتُــقــبِـرُ حيًّا مثـلَ ميتٍ خيـانةً ويـعـلـــم ربـى كـلَّ مـا أنت تستُـرُ
إلامَ فسـادُ الـقـلـب يـا تاركَ الهدى إلامَ إلـى ســبـل الـشـقـاوة تَسـفُرُ
ووالـلّٰــه إنـى مـؤمـن غيـــر كـــافر وأيـن التُّـقـى لو كـان مثـلـى يـفـجُرُ
فيــا ســالِكِـى سبل الشيـاطين اتقوا قـديـرا عـليما و احذَروا و تـذكَّرُوا
وطـوبــى لإنســان تيقّظَ وانتــهـى وخـاف يد الـمولى وسيفًا يُثَعْجِرُ
ووالـلّٰــه إنـى جئت مـنه مــجدِّدًا بـوقـتٍ أضـلَّ الـنـاسَ غُـولٌ مُسـخِّرُ
وعـلّـمـــنـى ربـى علـومَ كتـــابه وأُعـطِيتُ مـمـا كـان يُخفى ويُستَرُ
وأسـرار قـــرآنٍ مــجيدٍ تبيّـنـتُ عـلـــىّ ويـــسّـرَ لـى عـليمٌ مُيسِّـرُ
﴿۱۱۲﴾ كأن الـعـــذارى بالوجوه الـمـنيرةِ خـرجنَ من الـكهف الـذى هو مُقعَرُ
ألا إن الأيــام رجـعـتُ إلـى الهـدى هـنيًّــا لكم بـعثـى فبَشُّوا وأَبْشِروا
وقـد اصـطـــفـانـى خـالقى وأعزَّنى و أيَّـدنـى و اختــارنى فتـدبَّـروا
ووالـلّٰــه مـا أمـرى علىّ بـــغُـــمّةٍ وإنـى لأعـــرفُ نـورَه لا أُنـكِـرُ
إذا قـلَّ ديـنُ الـمرء قـلَّ اتـــقـاؤُه ويسـعـى إلـى طرق الشـقا و يزوِّرُ
ومَـن ظـنَّ ظنَّ السَّوء بُخـلًا فقد هوى وكـلّ حَسـود عـــنـد ظـنٍّ يُتبَّـرُ
ولا يـعـلـمَنُ أن الـمـنـايـا قــريـبةٌ إذا مـا تجىء الوقت فالموت يحضُرُ

وهـل نـافعٌ وِرْدُ التـندُّمِ بـعد مـا دنـا وقـتُ قـارعةٍ و جاء الـمقَدَّرُ
ألا أيهـا الـناس اذكروا وقت موتكم فـلا تُـلْهِـكـم غولٌ خبيث مـخسِّرُ
وقـد ذابت الصَفْواء مِن بيتِ عمرِكم ومـا بقِي إلا جـمـرةٌ أو أصـغَرُ
ومِسْحُ الحِمام سيحمِلَنْک على المطا وأنـت بـأمـوال وخيل تـفـخَـرُ
ألا لـيـس غير الـلّٰـه شـيء مُدَوَّمٌ وكـلُّ جـلـيـسٍ مـا خلا اللّٰـهَ يهـجُرُ
تَـذَكَّرُ دمـاءَ العـارفين بسبـلهِ ألـم يـأن أن تخشى، أأنت مـحرَّرُ؟
وإن الـمنـايـا سابـحـاتٌ قويّةٌ أثـرنَ غـبـارًا عند حُـكـمٍ يـصدرُ

وآخـر دعـوانـا أن الـحـمـد للـذى
هـدانـا مـنـاهـجَ ديـنِ حـزبٍ طُهِّـروا

قد تمّ بمنّه و كرمه

اعلان

عندنا کتب قد الفناها فمن اراد أن یشتریها فلیطلب مناوهی هٰذه

۱ ۔ تحفة بغداد

۲ ۔التبلیغ

۳۔ آئینه کمالات اسلام (مرآة کمالات الاسلام)

۴۔ المجلد الرابع من البراهین الأحمدیة

۵ ۔ کرامات الصادقین فی تفسیر سورة الفاتحة

۶ ۔ هذا الکتاب (حمامة البشریٰ)

۷۔نورالحق (تحفة النصاریٰ)

راقم
میرزا احمد
من قادیان

انڈیکس

روحانی خزائن جلد نمبر ۷

مرتبہ: حافظ محمد نصر اللہ جان

زیر نگرانی

سید عبد الحی

آیات قرآنیہ

الفاتحة

البقرة

اٰل عمران

النساء

المائدة

الانعام

الاعراف

الانفال

التوبة

يونس

يوسف

الرعد

ابراهيم

الدخان

الجاثیه

الاحقاف

محمد

الحجرات

الذریٰت

النجم

القمر

الرحمٰن

الواقعة

الحدید

الصف

الجمعة

الطلاق

الملک

الحاقة

☆☆☆

احادیث نبویہ

جو اس جلد میں مذکور ہیں

نیز دیکھئے مضامین میں زیر عنوان ''حدیث''

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

☆☆☆

مضامین

آ۔ا

اللہ تعالیٰ جل جلالہ

عرش الٰہی

صفات الٰہیہ

تفسیر نویسی کا چیلنج

احادیث بالمعنی/ تشریح احادیث

س۔ش۔ص۔ض

ط۔ظ۔ع۔غ

☆☆☆

اسماء

وفات مسیح

علامات مسیح موعود

تائید الٰہی، قبولیت دعا، پیشگوئیاں

آنحضرت ﷺ سے محبت وعشق

☆☆☆

مقامات

☆☆☆

کتابیات

☆☆☆